

NOVEMBER 1974

نومبر ۱۹۷۴

شکلی دیوبند
ماہنامہ

ایڈٹر: عالم عثمانی

خدا کی راہ میں خرچ کرنا
در اصل خرچ کرنا نہیں بلکہ جمع کر لے ہے

تاریخ میں آیشیح

2-

سالانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست ماہ نومبر ۱۹۴۷ء

۲	ادارہ	۱. حوالہ و اتعی
۵	عامر عثمانی	۲. آغاز سخنی
۱۵	مولانا ابوالعلی مودودی	۳. تفسیر القرآن
۱۹	عامر عثمانی	۴. تحمل کی داک
۳۳	عامر عثمانی	۵. تفسیر اجدی
۴۰	دینیلند سلم (جیدر لام)	۶. پڑھا اور حدود حجاب
۴۳	حبیب رحمن ندوہ	۷. دین و شریعت کو تقدیمان
۴۴	{لیسا}	۸. پہنچانے والے چار گروہ
۴۵	عامر عثمانی	۹. خود رو یا خود رو
۴۶	دارالعلوم ذیور - نہادۃ العلامہ فتحی	۱۰. قادیانیت
۴۹	ملاء ابن العرب بن کی	۱۱. مسجد سے بخانے نک
۵۲	عامر عثمانی	۱۲. کھڑے کھوٹے

مہماں محتسبی

چھبیسویں سال کا ساتواں شمارہ

ایڈیٹر
عامر عثمانی

اسلامی پریس - دیوبند

اس شمارے کی قیمت - **فُور پر**

سالانہ قیمت
میں روپے

امریکہ، انگلینڈ، ناگریہ، کنیڈ، افرانس۔
انڈونیشیا اور بیلیز میں بذریعہ محرومی ڈاک
ڈو پولڈر پریس ہوا تیڈاک ۵ پولڈر۔
بھریں افریقہ، سعودی عرب، تظہر وغیرہ سے
بذریعہ محرومی ڈاک ایک پولڈر دس تلنگ۔
بذریعہ ہوائی ڈاک تین پونڈ



اس راکرے میں سرخ
نشان ہے تو کچھ بھی اس پر صورت پر آب کی
خریداری نہیں ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت
بھی جیسیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ آئندہ
خریداری جاری نہ کرنی ہوتی۔ بھی اصلاح
دین۔ فاؤنڈیشن کی صورت میں اگلا یہ چہ
وی پی سے صحیح ہاتھ کا جسے وصول کیا اپکا
اٹلانی فرض ہو گا۔
وی پی ایسیں کچھ بھی کاہر گا۔ منی آرڈر
بھی کر آپ وی پی خرچ سنتے جائیں گے۔

جو اپنے میں ایک کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ اس اطلاع سے خوشی ہوئی ہم بڑے شوق سے اس کتاب پر منظور ہیں گے۔

اُگلے شماں میں

(۱) ”قادیانیت“ کے سلطنت میں روز نامہ الجعیت کے ساتھ ایڈٹر خاپ خدمت ان فتاویٰ تعلیم کا ایک حصہ میں اپنا انتہا پختہ میں شائع ہوا ہے۔ یہ امت کے اجتماعی اور قطبی موقف کے خلاف ایک جارحانہ اور غیر عالمانہ نقطہ نظر پر مشتمل ہے اسدا اس پر تقدیم کیا جائے گا۔

(۲) مولانا ابوالا علی مودودی کا ایک تازہ حصہ میں ”قادیانی مسئلہ اور اس کا مفہوم“ ابھی ان کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا ہے اسے بھی ہر چیز ناظر میں کیا جائے گا۔
مکمل سچنے کا ملائم اپنی جگہ برس تو۔

ڈاک کا ظلم

کچھ دنوں سے ڈاک کا ظلم عجیب طرح کی تربی کا اشکار نظر آ رہا ہے۔ دہلی بیہاں سے پورے سو میل بھی دور نہیں لیکن باہ کے بعض خطوط بیہاں وس بارہ دن ہیں پہنچ اور بیہاں کے دہلی پندرہ میں ون میں۔ جو شے رو رکھنا تو اکثر دشتر خطوط کی سمت بن گیا ہے۔ حالانکہ طریقہ صرف پانچ خطوط میں یہ ناصالہ طے کر لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب راجدھانی کا حامی ہے تو ملک کے دوسرے شہر و دیار کا حال زیادہ بہتر کیا ہو گا پر پہنچنے لوگوں کو بہت دیر میں پہنچا ہے یا نہیں بھی پہنچا اور اور وہ دفتر کو شرکا تی خطوط لکھتے ہیں تو ان کی تعیین بر وقت نہیں ہو پاتی کیونکہ مہول کے مطابق پہنچنے ہی نہیں مگر خطوط لکھنے والے یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بے تو چھا کا شان بنے۔

اس ناپسندیدہ صورتِ حال سے ادارہ دروس میں بتائی ہے پس طور اس مقصد سے لکھی گئی ہیں کہ شا تلقین ہماری معاشری تکمیل ہے آگاہ ہیں۔ وہ خود الصداق فرالیں کہ ادارہ کس حد تک تصور و دار ہے۔

احوالِ فقی

پچھلا شارہ صحیح وقت پر شائع ہوا یعنی یہ شارہ پھر کچھ لیٹ ہو گیا ہے۔ وہ اس کے خواجہ ہیں کہ محلی کا حال یہ ہے بھی کچھ ابتر رہا اور جھیلی پر وگرا ہے مطابق نہ ہو سکی۔ خدا کا بے حال ہر زید ابتر نہ ہو تو امید ہے کہ اگلی اشاعت کا نام درست چل سکے گا۔

ہماری ایکتھوں

تجھی طلاقِ نمبر میں ص ۱۳۹ پر ہم تے مولانا نہیں پیرزادہ پر اعراض کیا تھا اکثر فاعلیۃ القراءی خالی روایت مسلم شریف میں موجود ہی نہیں ہے جبکہ اپنے حوالہ مسلم ہی کاری ہے۔ چند روز ہوئے مولانا موصوف کا ایک سر اہل ہمیں ڈاکتے موصوف ہوا جس میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اعراض درست نہیں۔ یہ روایت مسلم میں موجود ہے البته جو اس سے یہ ہوتی ہے کہ حوالہ ”مسلم کتاب طلاق“ کاٹے چکے ہیں حالانکہ یہ روایت ”کتاب النکاح“ میں آتی ہے۔

ہم ان کا پورا ارسلہ ہی شائع کردیتے ہیں پر چہ قریب نہ ہو جکا بس یہی صفوہ زیر نگہیں ہے لہذا بات لکھے اہ پر اٹھا رکھنے کے بجائے ہم اپنے الفاظ میں ہیں ان کے ارسلہ کا ہلال صہیان کر دیا۔ کون جانتے اٹھے ماہ تک ہم زندہ بھی اور ہم ایزد ہیں۔ اپنے کسی تصویر سے آگاہ ہو جانے کے بعد ہم ضروری بحث میں کہ جلد از جملہ اس کا اعلان کر دیا جائے۔ مولانا موصوف کو جو تکلیف اس تصویر سے پہنچی ہے اس سے لئے ہم معمذت غواہ ہیں لیکن یہ بہر حال ظاہر ہے کہ تصویر کا معاث ان کا غلط جوالہ بنتا ہے۔ دیے ہیں بحث پر اس تصویر کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس روایت پر ہم نے ہر پلٹ سے سخت کی ہے جو ہماری فرانس میں کافی شانی ہے۔ ارسلہ میں یہ بھی اطلاق عدی گھما ہے کہ جو مغاربہ تھی نہ موصوف کے مقابلہ پر کیا ہے اس

مذکور

آغازِ سخن

لیکن تحریکے نئے ریشہ اپنے کیا پہنچ کر اپنی حدود میں بزرگوں کی تنقیہ و تعقیب کر زندق و شریق سے بڑھنا ہماسے لیس سے باہر ہے۔ یخفرات کھونا بات اُن کرے ہیں بعد میں اور گالی دینتے ہیں پہلے کم سے کم ہم ناپیغ کے معاملہ میں تزیارہ ان کا یہی نیک روایت رہا ہے چنانچہ ان کی پاکیزہ ٹلی افشا تبریز کا جواب تو ہم کیا دینتے صرف پڑھنے ہی پڑھنے میں دماغ کی کیفیت ہیچ جاتی ہے جسے گردن پر سر کی جگہ پھر رکھ رکھا ہوا ہو۔ حالانکہ تجلی کے قرائیں خوب رافت ہیں کہ خشک موضوعات سے ہم بھاگ کر ہیں۔ حقیقی دینتیں سے گھرا رہتے ہیں، مگر بے شری فہم کا لیوں اور بے ہنگ قسمی صلوٰاتیں میں دیکھیں لیتنا ہمارے لئے اتنا ہی تحفہ ہے جتنا کسی کو ہدای آداز والے قول سے قوالی سننا۔

پھر یہی دل پر جرا ورد جیداں پر رہ دستی کر کے مذکورہ مضمون ہم نے پڑھ ہی ڈالا۔ مضمون سے قبل

تجلی "طلاق نسبہ" کی اشاعت سے قبل ہی تھیں اندازہ تھا کہ اور کہ ۳۱ ہمارے مقابلہ میں بحث مجاہت یا نہ سمجھائے مگر اابلیحیت میں سے کوئی بزرگ یا یقین یہ خدمت انجام دیں گے اور یہ کبھی یقین تھا کہ ان کا علم کلام اور ان از گفتگو اور لب و لہجہ ان کی گردی اور مسلکی روایات کے مطابق ہی ہوگا۔

اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا اور ۵ استمرکے ترجیحان (دہلی) میں یہ جلی عنقران نظر آئی۔

"مدبر تجلی اور ایک مجلس کی تین طلاقیں" ہم ان لوگوں میں ہیں جو اپنے خلاف شائع ہوئے والے عرصاً میں بھی پڑھنے زندق و شوق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ تبیت رکھتے ہیں کہ معرض نے جو بھی یا انت حق و صراحت اور عدل و معقولیت کے مطابق کھج� اسے ملا آئیں مان لیں گے اور اپنی اس غلطی سے ریجوع کا اعلان کر دیں گے جسے ہنسنیں ملا مل سے داعی کر دیا گیا ہو۔

سر پر حیثت جھاڑ دیں۔ یا اس کے پال کی کمگہ نہ لس۔ بہر حال جس اعلیٰ معیار کی شناشکی اور خیریت کلاغی سے فاضل، دیرے کام لیا ہے اس کے بجھے نہ ہوئے ہدایہ خدمت ہیں تاکہ عالم عثمانی کی دامہات تحریریں پڑھنے والوں کو بتاتے چلپے کریا کیزہ و قاتم اور شریفیا نہ تگاہ شاست کنسی ہوتی ہیں۔

فسد مانیا گیا :-

« زیان و فلم کی آداب صحت و الشام کے تقاضوں سے باعکل آزاد رکھنے والے

مولانا عالم عثمانی صاحب نے اس مسئلہ پر اپنے مجلہ تحقیقی کا ایک مضمون نہیں شائع کر دیا جو زبان و زبان کے ایسے ایسے "شاہ کار" کیجی اپنے اندر رسموئے ہوئے ہیں جن کے سامنے عالم درہ بادی، مولانا محمد میاں وغیرہ پر، پیر تخلی کے بازاری نقفرے بھی بیٹھے ہیں،

مولانا محمد میاں کی کتاب "نشواہ نقفر" میں

پڑھ تقدیم ہم نے کی تھی وہ تو برائی بات ہے کہ بازاری بات یہ ہے کہ مولانا دریبا یا دی کی "تفیر ما جوی" پر تصریح مستقل مضمون کی ٹھنڈی میں ہمیں تو سے تخلی میر چل رہا ہے اور زیر دست شہزادے میں بھی اسکی قسط موجود ہے۔ اس میں کہاں کہاں بازاریت پائی جا رہی ہے اس کی بھی نشانہ ہی ہمکے کرم فرما قوادیتیہ تو ہمیں کامیلا ہوتا۔ تھیں فرمائی تو قاریں تخلی خود ہی ایک یا ترکیف کر کے اس تصریحے کی تمام قسطوں کا جائزہ لیں اور بیمار درعا بیت فیصلہ دیں کہ اگر یہ انداز تحریر "بازاری" ہے تو "غیر بازاری" تحریر یہی دنیا کے کس قحطے اور گر کرنے میں پائی جاتی ہیں۔

ہمائلے علم کی حد تک نالائق عالم عثمانی کی پازاریت اور بد نیزی اور نالائق شاید یہ ہے کہ وہ نہ تو گول مول اسیں کرتا ہے نہ اجمال اخراجات کا عادی ہے۔ صاف کہتا ہے، ڈسک کی جوڑ کہتا ہے

زیر جوان کے بہت ہی لاائق مدیر جناب عبدالحمید رحمنی، مظلوم المعالی نے ایک طویل فرٹ بھی دیا ہے جو مکمل نہ ایک مضمون ہے۔ اس سے بھی کسی نہ کسی طرح مکمل سو ادا۔ اس پر یا نفس مضمون پر تقدیم ہمارا مقصود ہیں۔ آج کی صحبت ہیں ہم صرف یہ دکھلانا چاہا ہیں تو پ کہ نالائق مدیر تخلی کو بدربان، ہر زرہ سزا بھیز تاری، سیاہ قلب اور ادب و شاستری سے جنم فراز دینے، دلکھ مختزم اس اساتذہ کی اپنی تھا:-

تجھی نقفر و تطری تیر، تخلی طلاق نہیں را، اس سے ما شمارہ — تیتوں میں طلاق ثلث کی بحث کھلی جی ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہم نے کوئی مات دلیں نہیں کیے۔ کوئی دعویٰ بے خوبوت پیش نہیں کیا کو جاہل یا خائن کہا تو اس کی جھالت دھیانت پنجم کو تسلیہ نہیں رہنے دیا۔

اگر ترجمان کے کثیر المذاقب مضمون زگار جناب لانا تو میں الاحرار ندوی اپنے مضمون میں مدیر تخلی تمام علم کلام کا معقول رد پیش زماد بنتے تو اس کے سے شکل قصیدیں حق تھاکر اس سے نالائق، ہر زرہ سزا بیان اور بے عقل جو جا ہے کہہ گریں، اور مشیر میان کو بھی حق تھاکر اسی طرح سے خطا بات و ماب پر مشتمل ایک پورا مضمون زیب فرط اس دیں۔ لیکن کرم یہ کیا کیا ہے نہ مضمون کے آغاز قبیل ہی مدیر ترجمان نے عالم عثمانی کے لئے لئے ہے۔

لئے لئے لئے کام مطلب شاید نہیں نسل کی بھی میں کے۔ لئے لئے لئے کہتے ہیں آڑے ماں گھوں لئے کو اور کے ہاں گھوں لئے کام مطلب کچھ والیسا ہے جیسے کوئی بی آدمی چلا جا رہا ہے اور آپ پیچھے سے اس کے

جو غیر ذمہ دار اور پرے سلیقہ لوگوں کے سوا کسی گزیب نہیں دیکھ سکتا۔ تجھی کے رسول کے نامہ کالم "مسیح میخائیل تک" پر اگر عامر عثمانی کا نام ہوا کرتا تب تو اس مکتوب کا کوئی سربری کیا تھا لیکن سب جانتے ہیں کہ اس پر صحیحیت کالم نثار طالابن العرب عکی کا نام ہوتا ہے۔ مولود فوف نے کسی ثبوت و مشہاد تک پیغام بیان کی قطعی فحصلہ کر دیا کہ یہ دونوں شخصیتیں ایک ہیں جس۔ حالانکہ سفیدہ اور بیانیہ قوک مغض پانچ طن و تھین کو تقطیعیت کے ساتھ ظاہر نہیں کیا کرتے۔

علاوه اُنیں بحث ایک سفیدہ علی مسئلے کی تھی ایسی طلاقی ثابت کی۔ اس ریل کشانی کرنے ہوئے خدا چڑھا "مسیح میخائیل تک" کا ذکر دریان میں لانا کیا اس بات کا ذریعہ ہے کہ اصل مسئلے سے زیادہ محترم مکرم کہنا لائق عامر عثمانی کی ٹانگ گھپیٹنے سے دلچسپی ہے اور مو قعہ ہوتے ہوئے اسے برف ماءت ضرور تباہ کا چاہتے ہیں۔ شاید ان کے بیان اُسی روایت کا مقام نہیں تام شا شنگلی اور ممتاز ہو گا۔

اُنکے ارشاد پردا :-

"طلاق نہ رشائی ہوتے ہے بعد کی دوستوں نے مجھ سے کہا کہ اس کا جائزہ لینا غُریب ہے مگر میں اس کی لامائی بعثوں کے سچے اپنا وقت صاف کرنا نعمول سمجھتا تھا۔"

یعنی کہاں عامر جسما العذر کا رطفل مکتبیاء کہاں درجہ علیا کے استاد اور ترجمان جدیے عظیم المرتبت جو یہ کے میر خوش نہ پیرا! — داعی بات تھا اکتوبر نے درست کی۔ وہ علم، تلفیقی، برداری سب میں ہم سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور وہی کیا ہم نوان کے مشاگر دوں سے بھی اپنا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم عالم نہیں بلکہ عمار کے پیش پڑیں ہیں۔ ہمیں تقدیم سے کیا نسبت جیسے کہ دامان عمل گناہیوں اور پرے تو فیقیوں کے کچھ سے

انہا مہین زیارتیا ملکہ بہرا نام کے لامل دشوار ہی پیش کرتا ہے۔ جاہل کچھ کا نوجہل کا نکونہ بھی سامنے رکھتا ہے اس کا یہی جو مہینے بزرگوں کو بہت گھنٹا ہے اور اہل حدیث کیم فرمائی گالیا اسی پر جواب پاہیں۔ مزید سئے کہا گیا :-

"پنجاٹ نے عامر صاحب اپنی طبیعت سے بصیرتیں۔ وہ ایک طرف اُن حکمرت الہیہ قائم کرنے کے لئے "مسیح میخائیل تک" کا چکر رکھتا رہتے ہیں اور اس را ہمیں تھاڑ ملت کا ایسا لمحہ و عظاً راتے ہیں کہ مسادہ بروح اہل حدیث عوام تک سرد صفتیں لگتے ہیں اور حب اپنی فطرت و عادت سے چھوڑ رہا ہے وہ تقلید و تجدید کی حالت پر اترتے ہیں تو کوئی اور قبور ق شہری سے آگے بڑھ جاتے ہیں"۔

دیکھ رہے ہیں آپ۔ یہ ان محترم مدرب ترجمان کی رکاگاش ہے جو عامر عثمانی پر بیانیہ اور ایجاد کی مخصوصیت کی سیڑھیا در دیتا کر رہا تھا اسی دلانا چاہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث کی تحریکیں نہایت منین، عالمانہ اور سالستہ مہری ہیں۔

انضاف کیا جائے "حکمرت الہیہ" کی اصطلاح کبھی جماعت اسلامی کے اختیار کی نہیں۔ اس سے اسکی مراد وہ حکمرت تھی جو اپنے حیطہ اقتدار میں اسلامی قرآنیں رائج کرے۔ عامر عثمانی کا قصور بہرہ ہے کہ اس نے اس "مراد" کی تحریکیں دشائید کی۔ یہ قصور کم سے کم دین اروں کے نزدیک تو ایمان ہونا چاہئے کہ وہ مذکورہ الائیں۔ ہمارے نزدیک تو ہر سچے مسلمان کے عین ایمان کا تقاضا ہی ہونا چاہئے کہ وہ غیر اسلامی قرآنیں سے کڑھتے اور تکذا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا کر دے۔ اس لئے اکتوبر کا شہر کا نام ایک داعی ممتاز اور شفاقتیہ بنت سے کوئی داسطہ رکھتا ہے پھر مکرم ایمان اور اختیار کر کے

لت پت ہے۔

لیکن یہ بات سمجھہ میں نہیں آئی کہ جب تکی لگا ملاں
تمبر لاہالیں بخشن کی پوٹ تھا اور اس کے پچھے پڑتا
مددوح کی دلست میں وقت ضائع کرنے کے مراد
تھا تو آخیر یہ کیا ہوا کہ مولا نامہ اس الاحرار کا مضمون
آتے ہی اسے بڑے ذوق و شوق اور طلاق سے فردا
شائع کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ احساس کہاں گھیا
کر لاہالیں بخشن کے پیچے کیوں وقت ضائع کیا
جائے۔

احساس شاید موصوف کیوں ہوا کہ اس تقاد
کو محسوس کر لیا جائے گا چنانچہ اس کا دفعہ رنج ذیل
عبارت سے کیا گیا ہے۔

”اسی انتہا میں ہمارے دوست مولا نامہ اللہ عزوجل
نروی مدرسہ مربی دانیا الحکوم بنا بر سر کا
درج ذہل مقالہ اشاعت کے لئے آئی ہو
علیٰ اور تحقیقی اعتبار سے انتہائی دقیع
ہے، ہم اسے حباب و مخلصین و مختلف
مکاتب فکر کے روشن فہمیر و ستوں کے
اصرار پر بالاقساط شائع کر رہے ہیں۔“

سچھ آپ ہر چھتر اپنے فارمین کی کیا بستانا
چاہتے ہیں۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جو تحریکی بخشن
محض بکواس ہیں اور ان پر منزوجہ ہوں وہ قوت کا ضائع
کرنا ہے لیکن ہمارے ادارہ ترجمان میں ہر وقت مختلف
مکاتب فکر والوں کی بحیرہ رکھتی رہتی ہے۔ ادھر کوئی مقالہ
ڈاک سے آیا اور ادھر ان حضرات نے اسے پڑھ کر
اینجی رائے ظاہر کی۔ اس مقالہ کا مسودہ جیب ان
حضرات نے پڑھا تو وہ جھوم لگھ، وہ میں آئے کہنے
لگکہ اسے ہر دفعا یاد کرے۔ اب ہم ان سے کیا کہنے کو
تجھی کی بکواس پر اتفاقات کرنا یا بالفہنمی ہے۔ قسمی
وقت کی برا باری ہے۔ مجھہر اچھا پہنچی ہی کافی فعلہ
کریڈا۔

ہم تو اس صورت حال پر اعتبار کر لیں گے کیونکہ
احسن ہیں لیکن کوئی عقل والا بھی اسے خوب استہراہ
سے زیادہ کنسی شکل کا سخن سمجھ رہا ہے۔ مشکل ہے
تروجان بھی سیکر ڈوں پرچے ہندوستان جنت لشان
کے لئے کوچوں سے نکلتے ہیں۔ یہ سب بھی ایک روشن
کے حدوں معاون بن جائیں تب بھی ایسے کسی مکریڑی
کی عمارت زین سکے گی جس میں مختلف مکاتب فکر
دلے ہمہ وقت میں سچا کر دیا جائیں اور آمد مسودا
کا مطالعہ فرماؤ اکثر فیصلہ دیا کریں کہ قلاں کو شائع
کر دا اور قلاں کو ردی کرو۔

ہم مقالہ کو برا کرم انتہائی دقیع اور علیٰ تحقیق
قرار دے رہے ہیں اس کی بھی پچھے جھکلیاں دیکھ لی جائیں
تو پچھے جو رنج ہمیں۔ یہم اللذیں ہوتی ہے۔

”یہ معلوم ہے کہ احادیث نبی پیر اور مسلمان
اہل حدیث کے خلاف ملکرین حدیث کے ملی
جنہی ہوتی ہر زہ سرائی و لغوط رازی مُدیر
تجھی دیوبن کا شیوه و شعار ہے۔ وہ احادیث
نبیو و علمائے حدیث و مسلک حدیث مختلف
زہرا فشانی کے بے ہاشمند بلکہ عادی
ہیں۔“

ویکھے یہی، کیا ہم نہ کہتے تھے کہ یہ حضرات گالی
پہلے دیتے ہیں بات بعد میں کرتے ہیں۔

پہلے سرا، لغوط راز، زہرا فشان، کتنی بڑیاری
اور پاکیزگی پیک رہی ہے ان خطابات سے۔ پھر مزید
لطف و کرم یہ کہ عمار عنایتی کو ملکرین حدیث سے بھی
مشابہت رے ڈالی۔ جزاک اللہ، عظیم تر توبہ لقا رکنی
اپ ہم کیا کہیں اور کیا دکھیں۔ ایک ایسے طریقہ و غریب
زمانے میں جیکہ قبروں کی بوجا اور دعوہ تو خوب تک
ہیں مفہوم بہت دعویا احت کر کی گئی ہے کوئی انہی فیض
انہی فیضیں بھی جا سکتی۔

اطفال مکتب کیا دب و شا ائنگی اور شیریں تیانی سکھانے چلے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ بحث و استدلال کا ہفت خواہ طے کرنے سے پہلے ہی حرمِ زمینِ الاحرام فیصلہ فوادیا کر جس طبق مکتب کا وہ تحقیق کرنے چلے ہیں وہ پریمین قرض بھی ہے اور تھکٹہ باز بھی۔

کاش وہ حسوس کرتے کہ یہ فیصلہ سنا دینے کے بعد وہ خود کس مقام پر جا کھڑ رہتے۔ ایک استاد حدیث اور ایسے کھٹیا لوگوں سے الجھے!

مزید سنتے۔ یہ تصیب عامر ہی کا ذکر میں رہا ہے۔

”طف یہ کہ ان سے تقلیب ہی نہیں کا کوئی شخص اگر کسی خاص مسئلہ میں القید کے نیرہ و تاریک اور متعدد نظرات کردہ سے نکل سکتا ہے وہ سنت کی پاکیزہ فضایں سانس لینا چاہے تو اسے بھی اپنی شش تاری اور دشنام طرازی سے نہیں بخشنے۔“

کیا تیور ہیں۔ کیا طنطہ ہے۔ معلوم ہر اک پوری امر پر مسلم ہی شروع سے اپنے تک بدو دار اولاد مصروف ہیں کھڑکیں لکھاتی رہی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ تبری صدی ابھری کے خاتمے تک فقر کے چاروں ہر درجہ مکاتب فکر و تبلیغ اسلام میں پھرور و مقبول ہو رکھے سکتے اور امامت کے کروں افراد انہی مکاتب سے والستہ ہو رکے۔ پھر نسلابوئیں آج کا یہی سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ فقیہ و مجتهد کسی بھی قوم اور امامت میں بہت زیادہ نہیں ہو رکر رہے۔ غالباً اکثر بہت عمامہ ہی کی ہو رکر رہی ہے۔ پھر ہیاں تو یہ ہوا کہ عوام ہی اپنے ہمیں بے شمار فوتوہ اور تجھیں میں اور شیوخ اور اعلیٰ حنفی نے اپنا رشتہ کسی نہ کسی مکتب فقة سے جوڑا اور تقلیب کا قلا دہ گردن میں ڈالا۔ اگر یہ تقلیب ہی کا دیکھا آپ تے۔ پر پریمین کا فافیہ سے تھکٹہ دہ یہاں بزرگوار ہالمکا زبان پر ہو ہم جیسے بد تدبیر

اور فرمایا گیا:-

”دری محلی بظاہر ایک تقلیب ہے جنہی المذہب صاحب قلم دبوبین دی مولوی ہیں۔ موصوف اپنے تقلیب ہی المذہب کے سرگرم داعی ڈبلخ بھی ہیں۔ اسی بنابری جنی و اہل حدیث کے ایک اخلاقی مسائل و مباحثت میں اپنے تقلیب ہی موقوف کو حق یعنی ثابت کرنے کے لئے زور قلم ہرف کرنے کے عادی ہیں موصوف اپنے تقلیب پرست ہوتے کا پریمین کو کرنے کے یاد جو دہمیتہ دیا دہ تحقیق اور اگر کو انصاف داعن ایں اور اصولی پرستی کی پائی دیتے ہوئے میداں بحث و تنظر میں نمودار ہوتے ہیں اور انہمار تو واضح دامکساری کے یاد جو دا بھی ہمہ داعنی و تحقیق پسندی کا پروردہت پر دیکھ دکھ دے کر تے ہیں۔“

اہل قلم ملاحظہ رائیں اس عبارت میں دو یار لفظ پر دیگنہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے اتنا ازادہ کیا جائے ہے کہ مولا نامے معظوم کے خلب صافی میں نالائق عامر غمامی کے لئے عن قلن اور خیال نیک کی کوئی گنجائش نہیں وہ شاید اپنی بصیرت اور دروحانی لطاقت کے نیز اثر طے کر چکے ہیں کہ عامر غمامی حفص پر دیکھنے والا بڑی کو را بہر و پیسا!

ظاہر ہے جب یہ لمحے کر لیا گیا تو عامر غمامی کی کوئی بھی ادا نہیں از جہر سے کم کیا لگتی۔

عامر نالائق کی مزید تعریف اس تھا جنم کے قلم سے یوں تکلی :

”دعویٰ دیانتداری دامت شعاراتی کے باوجود تبلیس و تندیس کے تمام مقلدانہ تھکٹہ دن کا استعمال پر کی آزادی سے کرتے ہیں۔“

دیکھا آپ تے۔ پر پریمین کا فافیہ سے تھکٹہ دہ

یہاں بزرگوار ہالمکا زبان پر ہو ہم جیسے بد تدبیر

لاف و گفایف اور قبولی گئی کا تو کسی کے پاس کوئی علاج نہیں۔ یاں اگر ایک دو ایسے سچ مقرر کر دیجو طائفیں جن کے علم و فہم اور غیر جانیداری اور انعام فیضی مسلم ہو تو یہم اللہ کے بھروسہ پر بلا منطق کہہ سکتے ہیں کہ تہذیما مقابلہ تکاری ہی نہیں ان کے جملہ اعیان والغاربی کی ایک دو سکر کے حوالہ معاون بن جائیں تو یہ مقدمہ دو ہجرت ہیں سکتے۔ اپنے نام کے ساتھ "اہل حدیث" لکھ دینا یہ معنی تہذیب رکھتا کتاب حدیث پر آپ ہی کی اچارہ داری فائز ہوگی۔ اور کوئی حدیث سمجھنے نہیں سکتا۔

تا انسانی ہوگی اگر یہ صرف محترم کی خوش ری کا ایک اور سورہ سامنے نہ لایا جائے۔ تکلم ڈھایا گیا:-
”دیر جلی کی رشناام طرازی، ہزارہ ساری اور رفتار پرستی کی درج سرائی میں مہا الغہ آرائی سے قطع نظر اصل بحث پر صورت کی ریعنی، پر تخلی کی، تکلمت آڑیں جات طرازیوں کو ہم حقائق و معارف کی دو مشنی میں لانا چاہتے ہیں“

سبحان اللہ۔ کیا ہماری بیوی زیاد ہے۔ کیا امتحان لب دلچسپ ہے۔ کیا پیارا جھلک رہا ہے۔ ایک ایک لفظ سے۔ کتنی عالمانہ تہذیت، کیسی صاحابہ شیخیں میانی کس قدر تقریبی شماری سماں ہیں ہیں ہے فرقہ ترے حرفاً حرف میں۔

آجے کچھ حتمی نفس بحث میں بھی متعلق ہے، یعنی تمین طلاقوں کے مسئلہ سے۔ اسے پڑھا تو سوائے اس کے کچھ بھی میں نہ آسکا کہ استاد محترم نے حدیث کی کچھ کتنا میں پڑھی ضرور ہیں مگر شاید وہ اُنھیں ہضم نہیں کر سکے اور ان کا دماغ بھی شاید اس نہ دیکھ سہا رہیں کر سکا۔

الفاظیں یہ کہنا پڑے گا کہ چنہ بڑا کو چھوڑ کر ایسوں مسلمان شروع سے اتنا کہ توان وستت کی آزاد فضا سے خودم اور تیرہ دناریک متعفن ظلمت کر دیں ہیں مگر دل چلے آ رہے ہیں۔

اگر واقعی بھی یات ہے تو بربلویوں کی کیا خطہ ہے اگر وہ اپنے حیدر دگر وہ کے سوا سارے عالم کو بد دین تصور کرتے ہیں اور قادر یا نبیوں کا کیا تصور اگر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہانتے وہ کافر ہے۔

منہ میں جھاگ بھر کر اور یا چھوڑ پر کلف لا کر تعلیم اور مقلدین پر سُنگباری کرتا شاید بہت ہی شاستری اور عالمانہ مشغله ہے لہذا عامر عنانی جیسے چھوڑوں کی آڑ لے کر ساری امت کو گایلوں و تہذیبوں کا شانزدگیوں نہ بنایا جائے۔

مبادر کہڑا سے خسر داں حملت ہیجیت!
پھولوں کھسلو خوش رہو۔

آجے محترم استاذ کا یاد کچھ اور چھوڑھا۔ تہذیب و شاستری کے ایجادات نے کہہ اور زوریاں یہا تو عالم بیچاۓ کو یا اس طورا بلیں نہیں نہیں سے تشبیہ دیتی کہ جس طرح ابلدیں تلبیں کا امام اعظم تھا اور یا اسی حق ہونے کے پا وجد ناصفع مشقتوں میں پیٹھا تھا ایسا ہی دلیرو عالم عنانی کا بھی ہے۔

ہمیں رنگ نہیں ہوا اور نہ کہتے کہ اشکوا بھی فخری ای اللہ۔ رخ اس نے نہیں ہوا کہ محترم مقابلہگار معذور ہیں۔ معذور اس نے ہیں کہ تخلی طلاق تکشیر انجیں بڑی فہیق میں ڈال دیا ہے۔ ضيق میں اسلئے ڈال دیا ہے کہ گالی یا زارہ ہر زادہ سر اعماقے اس نہیں میں ایجادی و ملی ہر طرح کے دلائل اتنی مقاومیں جمع کر دیتے ہیں کہ وہ زندگی بھر بھی با تھوپر ماریں تے توان سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔

کام ہے کہ حربیت کے خلاف خواہ مختار اشتغال پیشیا نہ
ہمارے اہل حدیث اس پیارا جیسی غلط ہی بلکہ نادانی
میں جتنا ہیں کہ حدیث و قرآن سے مسائل تو بس وہی
ذکر نہیں اور مقلد حضرات فقط تقییر ہی ہے را پھری
کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حضن مخالف طریقے ہیں کے حال میں
وہ اپنے کوتاہ ہم شاگردوں کو پہنچتے ہیں۔

ہمارے تھوڑے میں جو مقابلے اب تک ہمارے ہیں
یا آئندہ تک ہیں میں تکان سے انشا اللہ فقط ایسے
ہی لوگ دھوکہ کھا سکیں سمجھو جائیں، طلاق نہیں کو صلح میں
نہ کھیں۔ یا جن میں اتنی استدعا ہوئی ہے تو معموقوں اور
نامعموقوں میں تباہ کر سکیں ورنہ فرمیں لوگ تو مقابلے مقابلے
سے خود ہی جان لیں گے کہ جواب و تصریح کے نام پر
مقابلی اور خاص شکایتی کا کونسا کارنامہ انجام دیا
جاء رہا ہے۔

دریں تخلی کی خوبی خوب پکڑیں اچھا لئے کہ بعد اس تاریخ
کرم نے جو مقام اشریدع فرمایا ہے اس کا بس تھوڑا
ساحصلیش نظر شمارے ہیں آسرا کا ہے۔ اسکے مطابق
سے یہ عالم ہوتا ہے کہ مخصوص نے تخلی کا طرز تیریز
یا تو پڑھا ہی نہیں یا پڑھا ہے تو اس سے نظر چڑھتا
چاہتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس حدیث کو
اپنے سلسلے کے لئے لفظ قاطع نہ کہتے جس پر ہر مولو سے
تخلی بحث کر جا کر ہے اور قطبی دلائل کے ساتھ ثابت
کر جا کر ہے کہ کسی فعل کا کانا ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ
متوڑ بھی ہے۔ اللہ کے رسول اگر کسی شخص پر اس سے
غصہ ہوئے گر اس نے ریا و قوت نہیں طلاق میں۔ یہ
ڈالی تھیں یہ عرض کا یہ مطلب ہے کہ کتاب میں آیا کہ
یہ طلاق میں واقع بھی جیسی نہیں ہوتیں۔ اللہ کے رسول تو یقیناً
اس شخص پر کسی غصہ ہوتے تو قتل با خدا کا مرتكب
ہوگا ہوتا مگر کیا اس کا مطلب ہے یہ ہونا کہ ذمہ قتل نہیں
ہی ہیں ہوا اور مقتول کو زندگی میں شمار کیا جا لے گی

تباہ میں ایک قابل تعلق بات اس میں بھی مل ہی
گئی۔ میر تخلی کا مسلک یہ ہے کہ تم طلاق میں اگر
مزاج القاظ میں بیک وقت دی گئی ہیں تو وہ میں یہی
ذمہ ہوں گی۔ اسی کے تعلق میں فرماتے ہیں۔

”میر تخلی کے اس تقليدی نہیں کو چاروں
تقليدی مذاہب کی حدیث ماضی ہے اس لئے
اپنے اقلیدی موقف کو صحیح بابت کیلئے تو وہ مفت
کو خواہب ارجمند کتابوں سے بھی فتویٰ موالی ہو جائے
اس پہنچا کر فتویٰ کر لیا جائے۔“

اب تو ہر شخص میں مانے گا کہ تم طلاق میں پڑنے والا
مسلسل تنہا احتف کا نہیں چاروں الگ کا ہے اور
سو لئے فرما دیراہل حدیث کے کوئی جماعت بھی
یہی نہیں رہی جو اس کے خلاف رائے رکھتی ہے۔

یہ آپ دیکھ چکے کہ اس مسلک کی تائید حدیث
کو حرم مقامہ تکارنے کا مدت آڑیں جہالت طرزی کو
ہے۔ اس کا واضح مطلب اس کے سو اکیا ہو سکتا ہے
کہ وہ چاروں الگ اور ان کے کروڑوں پیر و دلکشیاں
دے رہے ہیں۔

ایک بات اور انصاف طلب ہے۔ تخلی کے طلاق
میں ہم نے ہر دلائل اشتغال کرے ہیں ان کا تقليد سے
مطلق بولی تعلق ہے۔ تقليد کو فتحتے ہیں کسی المام فقة
کی رائے کو دلیں دیا فاتح کی تعریف ان لیتے گو۔ ہم نے
اگر یہ کہا ہوتا کہ جو ٹکرے چاروں سکا تب فخر میں طلاق کا
وقوع مانتے ہیں اس نے ہم بھی اس کے حاصلی ہیں اسی
تو یہ الزام دیا جا سکتا تھا کہ عامر نے مقلد اور رخ اختیار
کیا تھیں یہ شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہم نے قرآن، حدیث
اور صحابہ کے فتاویٰ کی مسئلہ پیش کیا ہے۔ اس کے وجود
اگر ہمارا تعاقب کرنے ہوئے اہل حدیث بزرگ تقليد
تقليد کی روٹ لگانے جاتے ہیں تو خود سوچ بخچ کر ان
سرمایہ قہم دیا تھا۔ یہ تو سیاسی یا انسانی دل کا

منطق اس میں حاصل ہوئکی ہے۔ تخلی میں اس بیٹو سے یعنی فصل بحث کی جا چکی ہے مگر جب پچھوڑ کر نہیں کر اپنی مانے کے خلاف کسی معقول سے معقول بات کو ہمیں نہیں کہے جائیں گے اور راہیت کے جایں گے تو ہم کی اجازی اور غلطی کی ان سے بچنے کی مناسبت۔

جیسا کہ تم عرض کر چکری الحال نہ کروہ مقنالہ پر
تفق و تنظر ہما ماقصود ہمیں پورا مقام انشائی ہو ہے
کے بعد اگر ہم نے دیکھا کہ اس میں کون اس استدلال
آگئے ہے جس پر فتنگ تخلی میں ہم آئی تو یہ کچھ عرض
کریں گے۔ اب ہمیشہ ترددوں سے درد منداز گزارش
ہے کہ اگر وہ فضول وقت خالع کرنا ہمیں چاہئے بلکہ
سنجیدہ اہل کلم کا اسلوب اختیار کرنا ہمیں ہم اس کا
یطلائق پر گزر نہیں ہے کہ جو مواد ہم لے پیش کر دیا سے
نظر انداز کے ہماری تحریروں سے صرف دہ سطھیں
ٹکالیں مایکس جو محض فہمی ہیں۔ اگر ہمیں کہیں ہمارا طرز
تحریر داشتی ہمارا نہ اور اشتغال انگریز ہرگواہ سے تو اسے
نظر انداز کے آپ صرف دلائل و شواہد پر فتنگ کیجیے۔
ہم نے آپ کے لئے آسانی پر پیدا اکر دی ہے کہ طلاق تحریر
سے الگ ہے شمارے میں اپنے اصلی اور بنیادی مثبت دلائل
کو بیکھا کر دیا ہے اور یہ دلائل تقدیمی ہمیں ہیں بلکہ فہمی ہیں
ان کی ترتیب دیں ہے کہ پہلے ہم نے وہ آیات لی ہیں
جن سے ہمارے نزدیک ہمیں بیکھا کی طلاقوں پر امتیاز
کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے اٹھ ہمیں ہمیں
کے ساتھ پیش کی ہیں جن سے براہت بات ہوتا ہے کہ
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہمیں بیکھا کی طلاقوں کو
واقع نانتے تھے جبکہ کوہ صرخ و غیرہم ہمیں۔ اس
کے بعد صحابہ قیارہ قیارہ اللہ علیہم کے جو دہ آتنا پیش کئے
ہیں جن کا رشتہ توں سے بھی ہے اور عمل سے بھی۔

ولیکن کیا استدلال کی اس نکتہ اور استشہاد کے
اس مواد کو بھی آپ تقدیمی کہہ سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر

اللہ کے رسول تو اس شخص پر بھی غصہ ہوئے جو زنا کا مرتب
ہوا ہوتا لیکن کیا اس غصہ کا مطلب یہ ہے کہ اس زنا
سے نطفہ کا استغفار ناممکن ہے۔ فرعی ونسی داعی ہی
نہیں ہوا۔

عقل کی مدد میں آتا کریم سوچئے۔ استاد
محترم نے منطق یا استعمالِ زمانی ہے کہ یہی وقت میں
طلائقوں کا اختیار شرعاً نہ ہیا ہیں اور جس چیز کا
اختیار نہیں دیا وہ مرد دہنے چاہیے جن سورتوں سے تکلیف
حرام چھپ ریا ان سے تکلیف کیا جائے تو وہ ہو گا ہی نہیں۔
ہم نہیں اول توبیات میں اس اس خلاف واقعہ
ہے کہ قرآن عیت نہ کھٹی تین طلاقوں کا اختیار دیا ہیں۔
زان کی جس آیت میں تین طلاقوں کا حکم ایمان ہوا ہے
اسے لظاہر انداز کر کے ادھر ادھر کی آیات کو من ملنے طبقے
پر جو زنا زان سے بھیں کر لے ہیں۔ موصوف نے زان سے
نکتہ کا آغاز کر کے بعض اور آیات لے لی ہیں مگر اس
آیت کا مطلب ذکر نہیں کیا حالانکہ یہی آیت اس بوضیع
پر صرخ ہے۔ اس میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
شوہر کو تین طلاقوں کا اختیار دے رہا ہے۔ ریاضی کے
شورہ اس اختیار کو اکیم استعمال کر دے ایسا یا قسط دار
کرے اس سے زان بحث نہیں کرتا۔ ہم طلاق تکمیر میں
بھی فضل لفتگو اس آیت پر کر چکے ہیں۔

دوسرے یہ کہ استاد محترم معاملات کی دوسریں کا اقت
نہیں سمجھتے۔ ایک ہوتا ہے کسی شے پر اپنا حق فائز رہنا
اور ایک ہوتا ہے کسی حق سے دستبرداری دینا۔ سمجھی کسی
ہزارب قانون نے ان دو توں طرح کے معاملات کو ایک
صف میں نہیں رکھا۔ نکاح ایک مرد کو ایک عورت کے
جسم پر تصرف ہونے کا حق دیتا ہے لہذا افرادی ہے کہ
یہ حق مردان ہوا بطر کے مطابق حاصل کرے جو صاف
ما فہر رکر دیئے گئے ہیں۔ لیکن طلاق دینا اپنے حق سے
دستبرداری دینے کا نام ہے۔ کوئی شخص اگر یہ میں کرے
کہ اپنے کسی حق سے دستبرداری دیا ہے تو آخر کو حقیقی تائیں

بھول لئے نقل کر جکھے ہیں۔

لیکن مولانا آزاد رحمانی اپنے مضمون کے قارئین کو
پلاں تکلف یہ بارہ کراہ ہے ہم کہ ابن حجر کے نزدیک چاروں
صحابہ کے پلے میں نہ کوہ نقل صحیح ہے۔ اسے علیٰ بدرباری
کے سواب کیا کہیں گے۔

پھر چلئے ایک منٹ کو مان لیا کہ ابن حجر اس نقل کو
درست لئے ہوں بلکہ ہمیں ان یعنی کوہ رحمانی کے دو من
دعویٰ کیا ہوں لیکن مولانا آزاد تو معاشر اللہ تعلیم کے دو من
اور حصین کے ملکروں ہیں۔ ان کی دیانت کا تقاضا کیوں
ہونا چاہئے تھا کہ این خبر کے مجددوں کے کوہ ہی نہ
مان لیں بلکہ نلاش کریں کہ نہ کوہ صاحبہ کا یہ نقل کیا
کس مندرجہ صحیح سے پایا جاتا ہے۔ نلاش کے بعد اگر
انھیں قابلِ اعتماد مند ہیں مل جائیں تب تو اس
قول کو زیرِ مضمون نہیں، نہیں تو ردی گھوڑیوں پر
ماڑیں۔ یہ تھا حققتاً طبقِ مگا انھیں الجیسے موقررِ حقائق
کی بادیکوں آئے گی جب کہ ایک بے من اور بے بنیاد قول
سے انھیں کمک مل رہی ہے۔

دوسرانہ کوئی اسی حکم ہے۔ علامہ نظام الدین
تمی نے ”غواہت القرآن“ میں کچھ صاحبہ کا نام دے کر
یہ لکھ دیا ہے کہ ان میں بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایک
وقت بیش دو یا تین طلاقیں دیں تو ایک ہی شمار ہوگی
ملا وہ اذیں مولانا عبدالجی الحصزوی بھی ابی عاصہ الرعاۃ
میں بھی بات لکھ گئی ہے۔

اب ہمارے حضرت مولانا آزاد رحمانی باکل بھول
گئے کہیں تو حقائق ہوں متفق ہیں۔ جبکہ بہوں مقیع
نہیں۔ تو اُن دو توں بندگوں کے اقوال کو اس طرح
نقل کر دیا گیا ان کا کہہ بنتا دلیلِ طبع ہے اور اس کی
کوئی پوچھنے کا حق نہیں کہ بعض صاحبہ کا نہ کوہہ قول
آخر کہاں ہے اور اس کی سن کہاں ہے۔ ظاہر ہے
علامہ نظام الدین یا۔ مولانا عبدالجی تابعی تیہ نہیں
کہ فرمایتھیں کی ضرورت ہی نہیں۔ قولِ رسول کو تسلیم کرنے

یہ کہاں کی معقولیت ہے کہ آپ پاریاً تقلیداء مقلدین
کی بھوکر کے خواہ تجوہ ایک مخلط ناشردے رہے ہیں۔
حق پسند ہیں تو دنیا کو متین دلائل کے ساتھ بتائیے کہ اتنی
احادیث اور اتنے آثار و صحابہ کی آپ کیوں تنظر انداز کر رہے
ہیں اور چاروں المرجیں مسلمک بحقیقی ہیں اسے حضن تعلیمی
مسلم کیوں کہیے چلے جا رہے ہیں۔

ایک درس عترت؛ اہل حدیث کے مرکزی اہل العلم
(بنارس) سے ایک جزویہ نکلتا ہے ”صوت الجامع“
اس کے اگست ۲۷ء کے شمارے میں اس کے ادارے
کے ایک رکن مولانا حمید ارسلان آزاد رحمانی نے بیرزندگی
کے اس مقابلہ پر محنت تتفیر کی ہے جو انہوں نے سلم کی
ایک حدیث سے متعلق لکھا تھا اور زندگی کے ہلاقوں سے
بیرون شائع ہو چکا ہے۔ اس پروری تتفیر سے ہمیں فی الحال
تعرض نہیں کہ اس کا نوش لینا تو بیرزندگی کے ذمہ ہے
المہمہ اس میں سے ایک دو نہجور ہم ایسا آپ کے ساتھ
رکھتے ہیں جس سے اندازہ لیوگا کہ ہم پر تعلیم کی بھلتوی کسے
والا اور جو دو حقائق کہنے والے اپنی بات کریں میں لکھنے کو ہے
اوہنا معمولی مقلدین جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر تفہیم الماری شرح بخاری میں تین
طلاقیں کے مسئلہ پر طول بحث کی ہے۔ اس بحث کے
دوران ایک جگہ وہ صبغہ مجهول کے ساتھ بعض تاملوم
از ادکانیہ عوینی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی حضرت ابن حسود
حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زیرضوان اللہ علیہم
سے بھی بھی منقول ہے کہ تین بھائی طلاقیں دور رسانہ
اور درحدیقی میں ایک ہوا کرنی تھیں۔

ابن حجر فیر دعویٰ تصریح و تائید کے طور پر میں
چھیس کیا۔ اگر ان کے نزدیک یہ دعویٰ درست ہو تو اُنہیں
محکم تھا کہ وہ یہ فیصلہ صادر فرمادی پتے کہ تین طلاقیں کے
پڑنے پر اجماع ہے اور کسی صحابی کے اس اجماع کیخلاف
قول نہیں کیا۔ ابن حجر کا فیصلہ ہم طلاق نمبر کے صفت پر

حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں
کہ اذقال انت طلاق شلاق باہم
واحد فوج واحد تھے؟

لیکن جس کا جو چاہئے ابو داؤد شریف الحاکم
دیکھ لے — اور مولانا موصوف کے رشتگرد تھوڑی صحت
سے بھیں کہ امام ابو داؤد نے عین اسی جگہ بتائی تھی
کہ دیت ہے کہ عکبر مر نے یہ قول ابن عباس کا قول کہ نقل
نہیں کیا (ابو داؤد کی پوری عبارت اور خیانت کی مکمل
تفصیل تکی طلاق نہیں کیا) و مفت پر ملاحظہ فرمائی
جلستے)

حالانکہ یہ قول اگر حضرت ابن عباس کا بھی ہو
تپ بھی اس کا کوئی تعلق زیر بحث تین طلاقوں سے
نہیں ہے جس کی قطعی دلیل ہم طلاق نہیں کے صفحات ۲۹۷
تا ۳۱۵ اپر بیان کرائے ہیں: تاہم کم عقولی یا خود رائی
یا کم علی کی بنا پر کسی حدیث کا صحیح مطلب نہ سمجھ پاتا تو
عفیں ایک تکری خطا کی جا سکتی ہے لیکن امام ابو داؤد
کی صحیح سے ایک اسی روایت کا ٹکری نقل کر دینا جسکی
تردید اسی جگہ امام موصوف کر رہے ہیں خیانت کے
سواد کیا کہا کھلاسے گا۔

مارگ دیپ (ہندی)

اسلام کی بنیادی تعلیمات کو غیر مسلموں نکل پہنچانے
والا خالص تبلیغی اہتمام حسے پر ٹھکھے غیر مسلم حلقوں میں
و تقوت اور لیستہ دیگر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ سالانہ
چندہ ہرف پاچھریے لیکن اعزازی حیثیت سے آپ سماں
اور سور و پری کی دے سکتے ہیں۔ تبلیغ دین کا حق تی
اہمیت کا احساس کرنے والے حضرات ایک زیادہ سے زیادہ
مالی تعاوون کے قریب ادارے کا ہاتھ ٹائیں۔

ہندی ایسا مارگ دیپ "روشنی پیلشک" ہے۔ کے بی رڈ
س آمیڈ (بی پی)

کے لئے اگر مولانا آزاد رحمانی ایسی من بصرہ وی پچھتے ہیں
جس کا ہر ہر راوی جا پچاپر کھاہنزا آخوندی صحابہ کی کورہ
تو انہیں نے بلاست کیسے مان لیا۔

مزید سنئے۔ مولانا عیاضی نے یہ بھی لکھ دیا ہے
کہ امام الحاکم کے دو فرلوں میں سے ایک قول ہی ہے
اور امام احمد کے بعض اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔
اسی بھی مولانا نے بولنا لفظ کر دیا اور اس طرح فارغ ہبہ
بھی میں مکمل طور پر حق تھیں اور کر دیا ہے۔ حالانکہ تحقیق
کے نتیجے میں وہ مخلاصہ ہوتے ہیں مولانا علی الحسینی کی تحریر کے
جزئی ہر گز درجہ وحی میں شرکھاڑتے یا لکھ خود نقیش کرتے
کہ امام الحاکم کا ہر عورت کیلئے مسنا ہے سے ثابت ہے
اور بعض اصحاب احمد کی راستے کیاں کن ذراع سے درجہ
تثبت کی پہنچی ہے۔ ہم طلاق نہیں ثابت کر سکتے ہیں
کہ اس طرح کے دعوے پر دیکھنے اور افواہ سے زیادہ
سیاستیت نہیں رکھتے۔ اگر ہمارا تھیاں غلط ہے تو یہ عیان
تحقیق عوام الناس کو خواہ جواہ دھوکا دینے کے عوض
و مستاوی زیر دلائل سے ثابت ہے اسی کے لیے امام
الحاکم نے بھی ڈیکھ کر کوئہ قول کیا تھا اور بعض اصحاب احمد
نے یہ رائے بھی حصی۔

ایک اور خصیب۔ طلاق نہیں ہم تو مٹھی پر بولنا
محفوظ الرحمن کی ایک علی خیانت کو منع کیا تھا۔ خدا کی
شان سے کہ مولانا آزاد رحمانی کے یہاں بھی دہی خیانت
دن کی روشنی میں نظر آ رہی ہے۔ صورت یہ ہے کہ اب داؤد
میں ایک روایت پوچھیا جائے ہے۔

"بوب نے عکس سے اد عکس مرے این عرب
سے روایت کیا کہ جب تم اپنی بہوی کو ایک بی
متحہ میں نہیں طلاق دو تو یہ ایک طلاق ہوگی"
اگر روایت ابو داؤد بس اتنی بھی ہر قدر تی مولانا
موصیف کا یہ لکھنا صحیح ہر تاکہ

"امام ابو داؤد نے خود حضرت ابن عباس کے
ایک شاگرد عکس سے بارے میں کہا ہے کہ وہ

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

الْعَصْمَمُ الْقَرَانُ

(الْقِيَامَةُ)

اے بُشیٰ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کر ا دینا اور طبیعت کو حداد دینا ہے۔

”لہ یہاں سے لے کر“ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ تاکہ کی پوری عمارت ایک جملہ معتبر ہے جو مسلمانہ کلام کو بیچ میں توڑ کر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطب کر کے ارشاد فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ تم دیا چھ میں بیان کر رہے ہیں ہم نبوّت کے ابتدائی دوسریں، جب کہ حضور ﷺ کو وحی اخذ کرنے کی حادث اور مشن پوری طرح نہیں ہوئی تھی، آپ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو یہ انذیر لامبی ہو جاتا تھا کہ جبریل علیہ السلام جو کلام الہی آپ کو سنارہ ہیں وہ آپ کو ٹھیک ٹھیک یادوہ سے کھا بائیں، اس لئے آپ وحی سنتے کے ساتھ ساتھ اسے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگتے تھے۔ ایسی ہی صورت اس وقت مشن آتی جب حضرت جبریل سورۃ قاصمہ کی یہ آیات آپ کو سنارہ ہے تھے۔ چنانچہ مسلمانہ کلام توڑ کر آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ وحی کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ غور سے سنتے رہیں، اسے یاد کر ا دینا اور بعد میں ٹھیک ٹھیک کے طبیعت کو حداد دینا ہمارے ذمہ ہے۔ آپ سطح میں اس کلام کا ایک لفظ بھی آپ نہ بھولیں گے نہ بھی اسے ادا کرنے میں غلطی کر سکیں گے۔ یہ ہدایت فرمائے کے بعد پھر اصل مسلمانہ کلام ”ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے“ سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس میں مترقبے واقعہ نہیں ہیں وہ اس مقام پر ان فضروں کو دیکھ کر پڑھیں گے اس مسلمانہ کلام میں یہ بالکل ہے جوڑ ہیں۔ لیکن اس میں مترقبے کو دیکھ لئے کے بعد کلام میں کوئی بے ربطی فضوس نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک استاد درس دیتے دیتے بیکا یک یہ دیکھے کہ طالب علم کی اور طرف متوجہ ہے اور وہ درس کا مسلمانہ تقریب طالب علم سے کہے کہ توجہ سے میری بات منو اور اس کے بعد آج چھرا ہی تقریب شروع کر دے۔ یہ درس اگر جوں کا توں نقل کر کے شائع کر دیا جائے تو جو لوگ اس واقعہ سے واقعہ نہ ہوں گے وہ اس مسلمانہ تقریب میں اس تقریب کو بے جوڑ فضوس کریں گے لیکن جو شخص اس اصل واقعہ سے واقعہ نہ ہو گا جس کی بنا پر یہ فقیرہ در میان میں آیا ہے دھمکی ہو جائے گا کہ درس فی الحیثیت جوں کا توں نقل کیا گیا ہے، اسے نقل کرنے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔

اوپر ان آیات کے درمیان یہ فقرہ بطور جملہ معتبر ہے آنے کی جو توجیہ ہم نے کی ہے وہ بعض قیاس پر منی نہیں ہے۔

ذمرے کے لہذا جب تم اپنے پڑھتے ہوں اُموقت تم اسکی قرأت کو غور سے مُنتہ رہو، پھر اس کا مطلب سمجھادینا بھی ہماری ذمہ داری

بلکہ مجرموں کی ایسی وجد بیان ہوتی ہے مُسند احریت مختاری مسلم "تریزی" نامی، این جو زیر اطہاری، بھی اور وہ سب سے محظیں نے تعداد مندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس کی برداشت لفظ کی ہے کہ جب حضور میر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ اس سے سو کو گھبیں کوئی چیز بھول نہ جائیں، جبکہ علیہ السلام کے ساتھ اتفاق و حجت کے الفاظ دہراتے تھے۔ اس پر فرمایا گیا کہ لا تجزیت پرے لسانات شیعیں یہ ہے۔ یہی بات شعیعی اور زیدی خصوصاً اسن بھری، قفتادہ، مجابر اور دوسرا کا بیرونی مفسرین سے منقول ہے۔

۳۲۰ اگرچہ رسول اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام قرآن پڑھ کر سانتے ہے، لیکن چونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب تم اسے پڑھ رہے ہوں۔"

۳۲۱ اس سے مگر ہوتا ہے اور بعض اکابر مفسرین نے بھی اس مگان کا اندازہ کیا ہے کہ غالباً اندازی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے دوران ہی میں قرآن کی کمی آبیت یا کمی حکم کا مفہوم بھی جبریل علیہ السلام سے دریافت کر لیتے تھے، اس لیے حضور مکرم صرف یہ برداشت کی کمی کہ جب وحی نازل ہو تو اس وقت آپ خاموشی سے اسکو سنبھیں اور نہ صرف یہ اطمینان دلا یا گیا کہ اس کا الفاظ افظاعی طبیک ہیک آپ کے حافظیں حفظ کرو یا جانتے گا اور قرآن کا اپ طبیک اُسی طرح ٹرپرے سکیں گے جس طرح وہ نازل ہوا ہے بلکہ ساختہ ساختہ یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر ارشاد کا انشاد اور اور مدد عاجلی پوری طرح آپ کو سمجھادیا جائے گا۔

یہ ایک پڑی ایک ایسے ہے جس سے چند ایسی اصولی باتیں ثابت ہوتی ہیں جنہیں اگر اُدی اچھو طرح سمجھے تو ان گمراہیوں سے بچ سکتا ہے جو پہلے بھی بعض لوگ پھیلاتے رہتے ہیں اور اُدی بھی پھیل رہے ہیں۔

۳۲۲ اس سے صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم پر صرف دہی وحی نازل نہیں ہوتی بلکہ وحی و قرآن میں درج ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی دہی کے ذریعے آپ کو ایسا علم دیا جانا تھا جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ اسلئے کہ قرآن کے احکام و فرمادیں اُس کے اشارات، اُس کے الفاظ اور اُس کی مخصوص اصطلاحات کا جو مفہوم و مدنی حضور کو سمجھایا جانا تھا وہ اگر قرآن ہی میں درج ہوتا تو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کا مطلب سمجھادنا یا اس کی تشریح کر دینا بھی ہے اسے ہی ذمہ ہے کیونکہ وہ تو پھر قرآن ہی میں مل جانا۔ لہذا ایسے لمحہ کرنے پڑتے ہیک اس کا مطلب قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی تھی وہ بہر حال الفاظ قرآن کے مابینہ تھی۔ یہ بھی تھی کہ آپ اس کا مطلب قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ تعالیٰ مجدد سے اس کے زیر نبوت ہم نے اپنی کتاب پر منت کی آئینی حیثیت میں صفحات ۹۵-۹۷ اور صفحات ۱۴۵-۱۴۶ میں پڑھ کر دیتے ہیں۔

شامیاً قرآن کے مفہوم و مدلعاً اور اس کے احکام کی تشریح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تھی اُخراً اسی لئے تو بتائی گئی تھی کہ آپ اسے قبول اور عمل سے اُس کے مطابق لوگوں کو قرآن سمجھائیں اور اس کے احکام پر عمل کرنے سمجھائیں۔ اگر اُس کا دعاء تھا اور تشریح آپ کو صرف اس لئے بتائی گئی تھی کہ آپ اپنی ذات کی حد تک اس علم کو محدود رکھیں تو یہ ایک ہے کہ اس کا دعاء تھا کہ کوئی نکر فرائض نبوت کی ادائیگی میں اس سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لیے صرف ایک ہے تو یہ اسی ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ تشریحی علم سرسے سے کوئی تشریحی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود سورہ خل نامی میں فرمایا ہے "أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ لِتَبْيَّنَ الْأَيْمَانَ وَالْأَيْمَمَ"۔ اور اسے یہ زکر ہے کہ نعم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرنے جائز ہو اُن کے لئے اُنواری گئی ہے۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو

تفہیم القرآن، جلد دوم، انخل، حاشیہ۔) اور قرآن میں چار جگہ اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف کتاب التدریکی آیات سادیں یا ہی نہ تھا بلکہ اس کتاب کی تعلیم دینا بھی تھا۔ (البقرہ، آیات ۱۲۹ و ۱۵۱۔ آل عمران، ۱۶۳۔ البجعہ، ۲۔) ان سب آیات کی تشریح ہم "سنت کی آئینی حدیث" میں صفحہ ۷۸ سے ۷۷ تک تفصیل کے ساتھ کر رکھے ہیں۔ اس کے بعد گوئی ایسا آدمی جو قرآن کو مانتا ہو اس باہت کو سلیم کرنے سے لے کے انکار کر سکتا ہے کہ قرآن کی صحیح و سنت و بلکہ ناممحتفہ، سرکاری تشریح صرف وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے قول اور عمل سے فرمادی ہے یعنی کہ آپ کی ذاتی تشریح ہے، یا آپ خود قرآن کے نازل کرنے والے خدا کی بتائی ہوئی تشریح ہے۔ اس کو سمجھو کر یا اس کے برعکس بھی قرآن کی ایسی آیت یا اس کے کسی لفظ کا کوئی من مانا مفہوم سیاں کرنا ہے وہ قبیلہ حصارت کرتا ہے جس کا ارتکاب کوئی حرام ہے، ایمان ادھی نہیں کر سکتا۔

ثالث، قرآن کا سرسری مطابق بھی اگر کوئی شخص نے کہا ہو تو وہ بھی سوسن کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس میں پکڑتے ہیں ایسی ہیں جھیں لایک عربی دار ادھی حصہ قرآن کے الفاظ پڑھ کر یہ نہیں جان سکتا کہ اُن کا حقیقی دعا کیا ہے اور ان ہم جو حکم بیان کیا گیا ہے اس پر کسی عمل کیا جائے۔ مثال کے طور پر لفظ صلواۃ ہی کو سے لیجئے۔ قرآن مجید میں ایمان کے بعد الگی علی پر سب کے زیادہ زور دیا گیا ہے تو وہ صلواۃ ہے لیکن حصہ عربی لغت کی بارے سے کوئی شخص اس کا مفہوم نہ سمجھنے نہیں سکتا۔ قرآن میں اس کا ذکر بار بار یہ کہ کمزیادہ سے زیادہ جو کھروہ سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ عربی زبان کے اس لفظ کو کسی خاص صلطانی معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد غالباً کوئی خاص عمل ہے جسے انجام دینے کا اہل ایمان سے طالبہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن صرف قرآن کو پڑھ کر کوئی عربی دال پر طے نہیں کر سکتا کہ وہ فاضل فعل کیا ہے اور اس طرح اسے ادا کیا جائے سوال یہ ہے کہ قرآن کی صحیح و اتنی اپنی طرف سے ایک معلم کو فر کر کے اپنی اس اصطلاح کا مفہوم اسے ملیک ٹھیک نہ کیا ہوتا اور صلواۃ کے حکم کی تعمیل کرنے کا طریقہ لوری و ضاححت کے ساتھ اسے نہ کھلا دیا ہوتا تو کیا صرف قرآن کو پڑھ کر دنیا میں کوئی نوسلمان بھی ایسے ہر سکتے ہے جو حکم صلواۃ پر عمل کرنے کی کسی ایک شکل پر متفق ہو جاتے؟ آج ڈیڑھ ہزار سو سے سو لیان فل و نسل ایک ہی طرح جنمائی پڑھتے ہے اور ہیں، اور دنیا کے ہر گوئی میں کروڑوں سلمان جس طرح نماز کے حکم پر نیکی اس عمل کر رہے ہیں، اس کی وجہ پر ایسا تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن کے الفاظ بھی ادھی نہیں فرمائے تھے بلکہ ان الفاظ کا مطلب بھی اپنے کو پوری طرح بخدادیا تھا اور اسی مطلب کی تعلیم آپ اُن سب لوگوں کو دیتے چلے گئے جنہوں نے قرآن کو اللہ کی کتاب اور آپ کو اللہ کا رسول مان لیا۔

رابعًا، قرآن کے الفاظ کی جو تشریح اللہ نے اپنے رسول کو بتائی اور رسول نے اپنے قول اور عمل سے اس کی جو تعلیمات کر دی، اس کو جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس حدیث و سنت کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جو حضورؐ کے احوال و افعال کے متعلق سن کے ساتھ اگلوں سے چھپوں ہاتھ متفق ہوئیں۔ اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضورؐ کی فوی و عملی تعلیم سے سلم معاشرے کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں راجح ہوا، جس کی تفصیلات معتبر روایات سے بھی بعد کی نسلوں کو اگلی نسلوں سے ملیں اور بعد کی نسلوں نے اگلی نسلوں میں اس پر عمل کر دیا ہے بھی دیکھا۔ اس ذریعہ علم کو قبول کرنے سے جو شخص انکار کرتا ہے وہ اُن پر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شَهَادَةَ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَنَعَّمُوا فَإِنَّمَا مَا كُنْتُمْ تَرْكُونَ کہ قرآن کا مطلب لیئے رسول محمد ایمانی کی جو ذمہ داری لی تھی اسے پورا کرے میں معاذ اللہ وہ نہ کام ہو گی، لیکن کہ یہ ذمہ داری شخص رسول میں کو ذاتی حیثیت پر کھلانے کے لئے نہیں لی تھی بلکہ اس عرض کے لئے لی تھی تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے امت کو کتاب اکھی کا ناجائز اور حدیث و سنت کے ماختذ قانون ہونے کا انکار کرتے ہیں آپ اپنے یہ لامزج آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکا ہے۔ اعادہ ناماندھ مدن دلالت۔ اس کے جواب میں جو شخص یہ کہتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے حدیثیں گھر بھی تو نہیں، اُس سے تم کہیں گے کہ حدیثیں کا گھر طبقاً جانا خود اس بات کا سر سے بڑا ثبوت ہے کہ آنے والے اسلام میں پوری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کو تابون کا درجہ دینی تھی۔ ورنہ آخیرگراہی پھیلانے والوں کو جھوٹی حدیثیں گھر نے کی ضرورت ہی کیوں نہیں آئی؟ جعل ساز لوگ وہی سکے تو جعلی بناتے ہیں جن کا بازار میں چلن ہو۔ جن لوگوں کی بازار میں کوئی قیمت نہ ہو اپنی کوون یہ تو قوف جعلی طور پر چھالے گا؟ بھرالیں بات کہنے والوں کو شاید یہ عالم نہیں ہے کہ اُس امت نے اوقل روز سے اس بات کا اہم کیا تھا کہ جس ذات پاٹ کے اقوال و افعال قانون کا درجہ رکھتے ہیں اس کی طرف کوئی غلط بات مسوب نہ ہوتے پائے اور جتنا بتنا غلط یا قانون کے اُس ذات کی طرف مسوب ہونے کا خطرہ بڑھتا گی اُس امت کے خیز خواہ اس بات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے چلے گئے کہ صحیح کو غلط سے متبرک کیا جائے۔ صحیح و غلط بروایات کی تحریر کا علم ایک بڑا عظیم الشان علم ہے جو مسلمانوں کے سواد دنیا کی کسی قوم نے آج تک ایجاد نہیں کیا ہے۔ سخت بدصیب ہیں وہ لوگ جو اس علم کو حاصل کئے بغیر مغربی مستشرقین کے ہر ہکٹے میں آ کر حدیث و منہج کو ناقابل اعتبار پھیراتے ہیں اور انہیں جانتے کہ انہی اس جاہانگیرارت سے وہ اسلام کو کتنا بڑا فضیل ہے۔

۲/۲۵	اسلام کاروائی سقبل۔ سید قطب شہید	۱/۲۵	محبت فاتح عالم مولانا ابو الحسن علی ندوی
۱/-	دھرمی پرانان عبد القادر عودہ شہید	۲/۱۷	پاجامزیری زندگی " "
۱/۹۰	رسیح توحید حسن البنا شہید	۳/۱	ڈکٹ خسیر " "
۱/۹۰	خطبات حرم مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱/۲۶	باب رحمت " "
۲/۵۰	فہمائی القرآن " (درس حدیث)	۴/۰	مشعل راہ مولانا عبدالرؤف عالی
۴/-	کتاب القوم " "	۴/-	جمل مصطفیٰ (جو مرد نعت) ورود قریشی
۳۰/-	تہذیب کی حدیث شکلیں مجلد مولانا نقی المیتی	۴/-	عقیدت سچوں " مختلف شعرا
۱/-	ہساس تہذیب ڈاکٹر سید عبداللطیف	۱/۰	رافتار ورق مکمل مجلد مع کور
۱۰/-	اساس تہذیب اسلامی " "	۸/-	کلیات شکلیں بدرومی جمیعہ کلام
۵/-	بنیادی تصورات قرآن ابوالکلام آنوار	۷/-	صہیات خیال بجھ کلام عامم ہر بلوی
۵/-	محمد بن عبد الوہاب تجدی۔ مقصہ صفحی الرحمن	۷/-	لقطون کاسفر " جیل احمد آبادی
۱۱۴	ہبہ نبوت قاضی سیہمان منصور پوری	۶/-	انکشافت کواب رازلہ
۲/۵۰	پیام انسانیت مولانا عبدالحق علی ندوی	۵/-	تاریخ ادب اردو ڈاکٹر نذری احمد
۲/-	مقام انسانیت " "	۱/۲۵	ذہب فیم ہے؟ (رائدو) سید قطب شہید
		۲/۳۰	تعلیمتوں کے حقوق اسلامی روپی استیں "

مولانا مودودی اور سسل طلاق • جنت کا محل و قوع اور نظریہ اتفاق • مسجد میں کسی اور کی زمین • جماعتی تبلیغی • آپس کی باتیں • جاہل کی امامت • بریلوں کی فتنہ گری • نئے درود • خریوت حقیقت طریقت معرفت • دراثت کا اہم ترین مسئلہ • دار الحکم کا مسئلہ۔

شکلی کی طاک

(۱) پذیرکردہ مضمون میں ایک روایت آئی ہے کہ حضرت عمر رضیں کیجاںی طلاق دینے والے کو درے ارسے تھے۔

یہ روایت فن کے اعتبار سے کیسی ہے؟

اور اگر مذکورہ روایت صحیح ہے تو کیا ایک ثقہ

میں تین طلاق دینے والے کو درے اکاذب دعوت نہ ہو؟

(۲) مولانا مودودی کی راستے کے مطابق ایک ثقہ میں

تین طلاقیں دے کر عورت کو جدا کرنے پر اپنے دیاں عورت کرنار جب کہ حضور نے ایسا کہا: دو دراثت ہیں عورت

کا جانا اور ہر جانے کی مقدار کم از کم ہر کی نصف مقدار

تک مقرر کرنا دغیرہ بدعت نہ ہوا۔

جواب:-

آپ کے لفظ پر یعنی "حقوق الزوجین" دیکھی۔ جن میں مرکزی مکتبہ اسلامی (دہلی) نے جو اس کا ایڈریشن چھاپا ہے وہی میرے سامنے ہے۔ اس میں "نظیقات شکلہ در مجلسیں واحدہ" کا عنوان دے کر وہ کھاہے اس کے تحت ذیلیں کی باتیں تو صفحہ طلب ہیں:-

مولانا مودودی اور سسل طلاق

سوال:- از۔ نظام محمد صالح۔

"طلاق شکلہ در مجلسیں واحدہ" کے مسئلے میں شکلی کے "نقد و نظر نہیں" اور "طلاق نہیں" میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے بہت خوب لکھا ہے۔ آپ نے جہاں جماعت اسلامی والوں مثلاً مولانا شمس پیرزادہ اور مولانا حافظ علی صاحب کو ان کے امیر مولانا مودودی کی "تفہیم القرآن" سدید یقین کی شکایت کی ہے میں آپ مولانا مودودی کی کتاب حقیقت الزوجین" کے مطالعہ کی راستے دیتے اور خود بھی ایک نظر ڈال لیتے تو مذکور شماروں میں آپ کو مزید ثبوت مل جاتے۔ بہر حال مجھے "حقوق الزوجین" سے جو خلش پیدا ہوتی ہے اسی سے اس کو دوڑ کریں گے۔

مولانا مودودی نے "حقوق الزوجین" میں "تطبیقات شکلہ در مجلسیں واحدہ" کا عنوان دے کر وہ کھاہے اس کے تحت ذیلیں کی باتیں تو صفحہ طلب ہیں:-

بھی دی جاتی ہیں۔ ایسا ہی معاملہ تین بھائی طلاقوں کا سمجھتے۔ قتل ناقص اگرچہ حرام ہے مگر وہ داثق بر حال ہو جاتا ہے اسی طرح بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالنا گناہ ہے مگر بر حال اس گناہ کا درستکاب تین طلاقیں ڈال دیتے ہیں ایسا کا بھن ہے اگر مسلمانوں کے اربابِ حق و عقد کچھ ریسی پابندیوں کی تجویز نہیں کریں جن کی موجودگی میں یہ گناہ کم سے کم دافعہ ہو اور دفعہ ہو جائے تو گناہ کا رکو تھوڑی سی تجزیہ کی طور پر حضور نے ایسا نہیں کیا اس کا ذکر اس موقع پر مکمل ہے۔ وہ اس مسئلہ میں خدا کی پسند و ناسکی وضاحت فرا گئی اب امت اپنے اپنے زماں اور حالات کی مطابقت سے اس وضاحت کو روکنے کا راستہ کرتی رہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے انتظامی اور عسکری معاملات میں بے شمار ایسے کام حضرت عمرؓ نے انجام دیتے تھیں حضور نے انجام دیتے تھے۔ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حضور نے لکی سڑک نہیں بنوائی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی امنی بھی اس سڑک کو پختہ نہ کرے۔

حضور کے زمانے میں شاذ زنا در ہی کوئی مسلمان ایسا ہو سکتا تھا جو کسی بھی مسئلے میں اللہ اور رسول کی پسند سے واقف ہو جانے کے بعد اس کے خلاف روشن اختیار کرنا حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے اپنی اونچی کو حالت جیسی میں ایک طلاق دی تو اس کی وجہ مسئلہ کے بازے میں غلط ہی تھی۔ پھر حبیب حضور نے اس غلط ہی کو دور کر دیا تو کسی محال کا ابن عمر بھی نافرمانی کے مرٹکب ہوں۔ اسی طرح اور بھی کسی صحابی نے بیک وقت تین طلاقیں حضور کے زمانے میں دی ہیں تو از راہ غلط ہی دی ہیں۔ جب حضور نے خواہ خیادی کر ایسا کرنا بھری بات ہے تو یہ اظہار ہی اس کے لئے کافی ہو گا کہ مسلمان رُک جائیں۔ حضور خود ہی تااضی بھی تھے، حاکم بھی۔ خدا کے رسول بھی اور بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالنا ان کے زمانے میں کوئی مستقبل مسئلہ اور فتنہ نہیں بناتا۔ اب بعد میں جب یہ مسئلہ اور فتنہ بن گیا ہے تو علمائے حق کے لئے یہ نکر بھی رہا ہے کہ اگر رہ شریعت میں رہتے

"طلاق" کے زیر عنوان بھی دی سب کچھ لکھا گیا ہے جسے ترقیت میں اسے کے لئے تدارک نہیں ہے۔ مولانا کود ددی جیسے تفکر اسلام سے بھی توقع کی بھی جاہلیتی تھی کروہ جماعت امانت کے ساتھ چلیں گے۔ البته ذیل ایک معمولی بھی پڑک ان سے خود پر ہے جسی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے خود فرایا۔ "بیک وقت تین طلاقوں کے بدعت و معصیت ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔"

یہ بات مطابق واقعہ نہیں ہے۔ امام شافعی اسے بدعت و معصیت نہیں لانت بلکہ صرف خلاف اولیٰ خیال کرتے ہیں اور ابن حزم تو خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے۔ بلکہ اسے عین طلاق مفت کہتے ہیں۔

اس تجدید کے بعد یہم آپ کے سوالوں کا جواب پیش کرتے ہیں۔

(۱) یہ روایت صحیح ہے۔

(۲) "بدعت" کا اصطلاحی مفہوم سمجھ لیجئے۔ بدعت اُس نے کام کو کہتے ہیں جو دین و شریعت میں نکالا جائے اور اس سے فواب کی توقع کی جائے۔ حضرت عمرؓ کا یعنی دوسرے بارنا عوادتی نوع کا فعل نہیں تھا جس پر سنت و بدعت کی بحث کھڑی ہو، بلکہ حاکم از فعل تھا جس کا تعلق انتظامی اور تربیتی مصلح ہے ہوتا ہے۔

ملارہ اس کے یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو جکا کہ حضرت عمرؓ تین بھائی طلاقیں دینے کو گناہ کا کام سمجھتے تھے لہذا کسی مرٹکب گناہ کو بطور زادیت بحث چد کرے وہ ماردیں تو اس پر اعراض کرنا۔ ہاں یہ وہ بھی جانتے تھے کہ باوجود گناہ ہونے کے تین بھائی طلاقیں دفعہ ہو جاتی ہیں اس لئے یہ ان کے بس میں نہیں تھا کہ مطلق کو پھر سے شوہر کے ساتھ جیکا داد۔

(۳) حق یا حوری یا رشوت استانی جرام اور معصی میں داخل ہیں۔ ان کی روک تھام کے لئے آخوندی اور دنیا دنوں کے کچھ نہ کچھ قوانین موجود ہیں لور ان قوانین کے باوجود لوگ ان کے مرٹکب ہو جائیں تو انھیں سزا یہ

پر اونچی پہاڑی کے سرے پر واقع تھی۔ آپ نے اس مسئلے میں صحیح معاملہ بتائے۔

”نظریہ ارتقاء“ سے متعلق عرض ہے کہ ہمارا نور آن صاحبِ مسلمانوں کے نام نہایہ نظریہ ارتقاء کو لئے ہے۔ متعلق علموں کی تصریحات دی تھیں کہ تم نے جرق کی کتاب ”دُوْرَان“ کا حوالہ دی۔ مگر سوال پوچھا تھا جسے آپ نے بذریعہ خط جواب دیا تھا کہ جرق صاحب خرافات کہتے ہیں۔ اب مزید مطالعہ سے پتا چلا ہے کہ مولانا رام ”ذ۔ بھی“ ہمیں شاعری تین نظریہ ارتقاء کے متعلق کہلے ہیں مطالعہ ہو۔ ”گینا اور قرآن“ (از پنڈت سندرلال) کیا مولانا رام ”بھی“ نظریہ ارتقاء کو مانتے تھے؟

جواب:-

مولانا مودودی کی کتاب ”سائل وسائل“ مارکٹ میں موجود ہے۔ اس کے نہام حصوں کا مطالعہ کر کے آپ اطلاع دیتے کہ انہوں نے کہاں کیا لکھا ہے تھا۔ بخشی۔ ہم اس مسئلہ کو کوئی غابی ذکر نہیں سمجھتے۔ وہ تو نظریہ ارتقاء کی بحث کے ضمن میں مجبوراً ہمیں پر گفتگو کرنی پڑی ورنہ اس طرح کے مسائل میں وقت چھپانا چاہرے نہ زدیک وقت کا بیجع متعال نہیں ہے۔ مولانا مودودی کی یافلوں اور فلاں کی جو بھی یاد نہیں ہے اگرے۔ وہ اپنی رائے میں خوش ہم اپنی رائے میں خوش ہوں گے۔ وہ اپنی رائے میں خوش ہم اپنی رائے میں خوش ہوں گے۔ اس ”نظریہ ارتقاء“ کا یہ معاملہ نہیں۔ وہ ایک ذہنی گمراہی اور صریح بد عقیدگی ہے۔ اسی لئے اس پر ہم نے شرح وسط سے کلام کیا ہے۔

شاعری ہم تو اتفاق کو کامنہ نہیں ہو رکھتے کیونکی بھی شاخروہ کتنا ہی بڑا ہوا سے کم سے کم شاعری کے دائرے میں فقیر اور منفی کا درجہ نہیں دینا چاہیے مولانا رام۔ تین نظریہ ارتقاء کے متعلق کیا کہا ہے اس وقت چنانچہ اپنے نام کے متعلق اشعار بھی اقل فرمادیتے۔ اپنے تو بعض ”گینا اور قرآن“ کا قول نہیں

ہوتے ایسے ضابطے تجویز کریں جو اس بارہ میں تینجا خیر ثابت ہیں۔ علمائے امت اگر یہ کہتے ہیں کہ میں کچھ ای طلاق قیس واقع ہو جاتی ہیں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس روشن سے پر ہیز کرنا چاہیے اور ایک وقت میں ایک ہی طلاق دینی چاہیے لہذا مولانا مودودی نے اپنی صواب دید کے طلاق جو تجاویز تھیں کی میں وہ بے محل نہیں ہیں۔

(۲۲) خلع کے متعلق سے آپ نے جو متعدد موالات کے ہیں جسے ازراہ اخصار حذف کر دیا۔ ”خلع“ طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔ عورت کی طلب پر جو طلاق دی جائے اسے ”خلع“ کہتے ہیں۔ مگر اگر طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور قاضی یہ سمجھتا ہو کہ عورت طلاق طلب کرنے میں حق بجا بانہے تو خود قاضی فیصلہ نافی کرے گا کہ عورت کو آزاد کر دیا جائے۔ اس فیصلے سے طلاق ہائی واقع ہو گی یعنی شرط رجوع ہیں کر سکتا۔ انتہی بیوی راضی ہو تو دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا۔ قاضی کے کہنے پر اگر رد ایک طلاق دیگا تو وہ بھی طلاق رجھی نہ ہو گی۔ تین طلاق قیس دینے پر اسے قاضی بجبور نہیں کر سکتا اور اس کی محدودت ہے۔ ایک ہی طلاق اس مقصد کو پورا کر دیتی ہے جس کی غاظ طلاق مقدسه لا لی ہے۔ اما اگر عام حالات کی طرح یہاں بھی ایک طلاق سے رجوع کی اجازت مدد کوں بھائی تو مقصود فوت ہو جاتا اس نے یہ ایک ہی طلاق شریعت نے باس فرار دی ہے۔

جنت کا محل و قوع اور نظریہ ارتقاء

مسئلہ:- (ایضاً)

ایک سوال یہ ہے کہ ”جنت کا محل و قوع“ سے متعلق تجھی کے ”نظریہ ارتقاء“ نمبر میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ جنت نہیں پر اُو بھی جو ٹی پر ہمیں ملاد حضرت آدمؑ اسی جنت میں ہے جسے جنتِ اادی کہتے ہیں۔ لیکن مولانا مودودی نے ”رسائل وسائل“ حصہ اول تا چہارم کے کسی حصے میں یہ تباہی کہ حضرت آدم علیہ السلام جن جنت میں قحط نہ ہے۔

شارے میں جگدے کہ ہم لوگوں کی پریشانی کو دور کریں اور
شکریہ کا موقع دیں۔

جواب:-

اس ہندو بھائی سے اس زمین کا باقاعدہ ہے نامہ
لکھوایا جائے۔ باقاعدہ سے مراد ہے سچھتہ کاغذ پر قانون
و قوت کا پورا الحاط کرنے ہوئے۔ الفاظ ایسے ہوں جن کے
بعد کسی کے لئے قانوناً سمجھنا شرعاً جائز کہ اس سچھتہ
زمین پر دعویٰ کر سکے۔ اگر یہ ہندو بھائی ایسا کاغذ کھہ
دیتے ہیں تب تو مسجد کو جوں کا توں رکھا جائے۔ کوئی قباحت
اس میں باقی نہیں رہتی ہے۔

لیکن اگر یہ ایسا کاغذ لکھنے سے گرفتار ہیں اور فقط
زبانی اطمینان دہنی پڑتا ہیں تو اس کا اعتبار نہیں مسجد
کا اتنا حصہ توڑ کر زمین خالی کر دیجی چاہئے اور دوارہ اُ
بنائی جائیجیے جہاں زمین کا کوئی نزاع نہ ہو شرعاً مکرم یہ
چیز کہ کسی کی زمین میں اگر بلا اجازت مسجد بنائی ہے تو اسے
ڈھاد دینا چاہئے۔ الک زمین اپنی رضا منزی اور ہنر نامہ
لکھ دے تب اسے قائم رکھنے کا جواز ہے۔

اور یاد رکھنے یہ حکم غسل ہی کی زمین میں مخدوم نہیں۔
مسلمان کی زمین پر بھی اس کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں
بنائی جاسکتی۔ اگر بنائی کی اور اس نے اعتراف کیا تو اسے
توڑنا ہو گا۔

جماعت تبلیغی

مسئلہ۔ از۔ دارت راضی مغربی چمارن۔
میرے علاقوں کے ایک حصہ جن کا قلعہ موجودہ
جماعت تبلیغ سے ہے وہ اپنی جماعت کے اکابرین کے
حوالہ سے فرماتے ہیں کہ:-

”جو علماء علی طور پر جماعت تبلیغ سے والستہ ہیں
یا اس جماعت کی ” مجلس شوریٰ ” میں شرک ہو کر جماعت
کے افسرا اور کریکٹ مشورے دیتے ہیں یا کم از کم اس جماعت

دیدیا۔ ہم کہاں تک حوالے کی کتابیں جیسا کہ تے پھریں۔
اس کتاب میں اگر اس کے مصنف پڑت مسلمان نے
یہ ثابت کیا ہے کہ مولانا روم بھی نظریہ ارتقادر کے قائل
تھے تو ضروری نہیں کہ وہ مولانا روم کو سمجھے بھی ہوں۔

بہترے فنکار دوسروں کے شعروں سے ایسے ایسے
مطلوب اخذ کر لیتے ہیں کہ خود شاعر کے حاشیہ خال
تک میں اندر کا کام نہیں گز نہ۔ مولانا روم سے یہ توقع
نہیں تی جاسکتی کہ وہ قرآن کو نظرے انداز کر کے ایک
بوس اور داہی نظریہ کو سینے سے رکالیں گے میکن اگر کسی کو
اصرار ہی ہو کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو ہر حال ان کا
کوئی قول فعل دین میں حجت تو ہے نہیں۔ وہ بھی ایک
امان ہی تھے غلطیاں کر سکتے تھے۔ حجت صرف خدا کو
رسولؐ کے ارشادات ہیں یا پھر علمائے امت کے
اجامی فصیلے۔ اجماعی نیچے بھی اسی لئے حجت ہیں کہ
ان سے اللہ اور رسولؐ کی مرضی کا سراغ لگاتا ہے ورنہ
السائلوں کی کوئی بھی تحریر اپنی ذاتی چیزیں میں حجت نہیں

مسجد میں کسی اور کی زمین

مسئلہ۔ از۔ عمر اقبال جیلانی۔ درجتہ (بہار)
سری لشکی کے قرب ایک دوسرے گاؤں میں
ایک مسجد بنائی گئی ہے جس کا تھوڑا سا حصہ علٹی سے
ایک ہندو کی زمین آگیا ہے۔ بعد میں جب زمین کی
پھاٹک ہوئی تو یہ بات معلوم ہوئی۔ اب اس پسند و
کہا جاتا ہے کہ تم اس زمین کی قیمت لے لو گوئے تھا اسی
زمین میں مسجد بنائی جائے نہیں۔ مگر وہ نہیں لیتا۔ کہا ہے
جیسا بھگوان آپ کا دیسا میرا جیسا میرا جیسا میرا دیسا مسجد
پھر میں کیوں قیمت لوں۔ مقدمہ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں
تھے بھی نہیں مانتا بلکہ مقدمہ لٹانے کو تیار ہے۔ بتائیے
اب کیا کیا جائے کیا مسجد تو پوری جائے؟
براؤ کم اس الجھے ہوئے مسئلہ کسی ازدیک کے

نہیں کرتے اور اس کے طریقہ پر کام کرتے ہوئے بھی انہیں بھی نہیں دیکھا گا۔

بڑھاں صحیح ترقیت نظریہ ہے کہ جماعتِ اسلامی جماعتِ سلسلیہ اور ندوہ و دین بند کے علماء بھی اپنے اپنے طور پر دین و ملت کی خدمت ہیں کوشش ہیں۔ انہیں کوئی نہیں جوا خلاص اور حسن نیت سے خالی ہے۔ پس ب قرآن و سنت پر ایمان رکھتے ہیں، اسلام کے بنیادی عقائد کی حد تک ہے ایک دوسرے سے متفق ہیں اور ایسی کوئی بات ان میں نہیں پائی جاتی جس کی بنیاد پر ایک ایک کو ہدایت یافتہ اور دوسرے کو مراہد قرار دیا جاسکے۔ البته سوچتے کا انداز سب کا میکان نہیں ہے۔ ہر بھی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل کو کل طبق انسانی ذہنوں میں بھی رنجکاری پیدا کی ہے۔

ہر دن اعکس کی اپنی کچھ خصوصیات ہیں۔ ہر دن ہم کا الگ سماج ہے۔ ہر دن کے خصوصیات میں ایک دوسرے اور استدلال کا طریقہ ٹھہر جادا جا ہو۔ پھر علم و فہم کا میکان نہ ہونا بھی حزیر رنجکاری پیدا کرتا ہے۔ ایک شخص خصوصیات قرآن سے اور خصوصیات کی آردو فارسی کے سو اس نے کچھ نہیں پڑھا۔ اس کی نظر استدلال کی گمراہیوں تک کہاں جا شکری ہے جن گمراہیوں تک کسی ایسے شخص کی نظر جا سکتی ہے جس نے قرآن کو سمجھا۔ بھی ہر حدیث کے معانی و مطالب تک بھی رسانی حاصل کی ہو اور نعمت کے کرام کے فروذات بھی اس کے مطالعے میں آتے ہوں۔ ان دونوں کے طرز تک، طریقہ استدلال اور صلاحیتوں میں یکسانی پکی ہے جو کسی ہے۔ پھر حالت اور علم دونوں کے بے شمار بوجے ہیں اور اسی طرح قسم و دراست اور سچھ بوجھ کے بھی بے شمار بوجے ہیں اسی لئے ازل سے آج تک بھی ہوتا آیا ہے اور قیامت تک بھی ہوتا رہے گا لہجت نیت اور اخلاص دلیلت کے باوجود لوگ ہسترسے معاشرات و مسائل میں ایک دوسرے سے مختلف آراء قائم کریں اور

کے طریقہ کار سے اتفاق رکھتے ہیں اور جماعت کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتے ہیں وہی علماء ہیں ہیں۔

آج ہناب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جماعتِ اسلامی دین بند اور ندوہ کے علماء اور اکابر کو جماعتِ تبلیغ کے طریقہ کا بے کلیت اتفاق ہے چونکہ اس جماعت کا طریقہ کار عین سنت کے مطابق ہے اور امتِ مسلمہ کی اصلاح کے لئے منفرد و موثر ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیا جائے گر کیا اور اقتعی جو علماء عملًا جماعتِ تبلیغ سے وابستہ ہیں یا اس کے طریقہ کار سے اتفاق رکھتے ہیں وہی علماء ہیں ہیں اور جو علماء اس جماعت سے والشگلی نہیں رکھتے یا اس کے طریقہ کار سے ان کو اتفاق نہیں وہ علماء سو ہیں۔^۹

کماہگر بار کو اللہ کے حواس کے قریب قریب، شہرِ شہر گھوم گھوم کر اسلام کے خلائق صوص احکام یعنی جسم باتوں کی دعوت دینا ہی اصل تبلیغ ہے جو کیا ہے طریقہ تبلیغ میں سنت کے مطابق ہے؟ اور کیا اس طریقہ تبلیغ سے اکابر علماء حق کو کلیتہ اتفاق ہے؟

جواب :-

جماعتِ تبلیغی کے باسے میں ہم وقتاً فوقاً اپنے تاجیر خیالات کا انجام کرتے رہتے ہیں۔

کسی مہاجر کے جو فہرست آپنے نقل فرمائے ان پر بھی کہنا تو ایک فہرول ولادیتی بحث میں وقت خاتم کرنا ہے۔ یہ فقرے کوئی ذمدار حالم تو کہہ نہیں سکتا لہذا ایسے لوگ یقیناً کہہ سکتے ہیں جن کا علم برائے نام اور عقل برائے بیت دیکھو۔

ہمیں جہاں تک معلوم ہے جماعتِ اسلامی اور ندوہ و دین بند کے بیہرے علماء کو جماعتِ تبلیغی کے طریقہ کار سے بنیادی اختلاف ہے۔ وہ بزرگ عالم چاہیہ را سکن مخالفت نہ کریں لیکن اس کی تائید و حمایت بھی بھی

اس کے لئے کافی محدث کرنی پڑی ہے۔ اللہ جزا سے خیر دے۔ خشک تخلیٰ کے اس طلاق نمبر میں تراویط کی آپ نے پوری بخش ضرور کی ہے مگر آپ برائنا نہیں تو کہہ دو کہ آپ نے جہاں بھی موقع ملاں ان مقامات نگاروں کی وہ درگفت بنائی ہے کہے چارے نہندگی بھر آکے الفاظ کی بھجن بھول نہ سکیں گے۔ میں آپ پر یہ الرام لکانے کی حرّات تو نہیں کر سکتا کہ آپ نے دراصل اپنے پڑپ کی خشک بخش کرنے کے لئے اس انداز کو اختیار کیا ہے۔

بھی ہی دین اور دینی علمی سے ملت دوسری بھی ہے اور ہماری یادگار قوم میں بہت کم قومی اسلامی اور دینی درد رکھنے والے اصحاب بالی وہ گئے ہیں۔ اگر ان کے تعنت سے بھی آپ ہم نوجوانوں کے اذان میں شکوہ پیدا کریں تو پھر ہماری والوں میں اضناہ ہی ہو گا۔

جواب:-

اگر ہمارے نزدیک کاروباری منفعت کو اپنیں اہمیت حاصل ہوئی تو یقین کیجئے کہ ایسا خشک نمبر بھی نہ تکلیف کو نکلے ہاں اور ان مدت کے لئے اس طرح کی علمی و فتنی بحثوں کا خشک ہونا مسلمات میں سے ہے۔ پھر آپ تو ماشاء اللہ جوان آدمی ہیں۔ جوانی میں اس طرح کی تختیں اور بھی خفر دیجیپ حسوس ہوتی ہیں۔ لیکن ہم اپنے اس فریضے کو کیا کریں ہے ہم نے ہر دوسری نے پر ترجیح اور اہمیت دی تھی ہے۔ یہ فریضہ ہے نقد و نظر کی وہ کاؤنٹ جسے ہمارے ہم عصر و دنیا میں دوسرے اہل حضرت عوام انتظام انداز ہی کئے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی لفڑکو طلب سلمہ ہمارے سامنے آئے اور اس کا تعلق علم و دین سے ہو تو ہم پرواجب پڑو جائے کہ جس بات کوئی بھی اس سے دلائل دیراہم کے ساتھ کہہ دیں۔ یہ خیال آپ کا درست نہیں کہ ہم نے خشکی دور کرنے کی خاطر مقامات نگاروں کی درگفت بنائی ہے۔

اگر دینی درگفت جیسی کوئی چیز ہماری موثر کافیوں میں

طریق کا رہی میں نہیں اصول دینی میں بھجا ان کے مابین اچھا خاصاً اختلاف ہو۔

جب فطری اور تدریجی صورت حال ہے تو اس طرح یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی جماعت یہ تصویر کر سکے کہ حق صرف ہمارے اندر رکھ رہے اور جو لوگ ہمارے دائرے سے باہر ہیں یا ہم سے متعدد امور میں اتفاق نہ ہوں نہیں رکھتے وہ مگرہ ہو چکے ہیں۔ یہ تصور دراصل ایک بیماری ہے جسے کینسر اور تپ دق جیسا ہمک بھنا چاہتے۔ جماہیت سلیمانی ہو، جماعت اسلامی ہو، علمات دیوبند ہوں، علمائے اہل حدیث ہوں۔ ان سبکے دلوں اور ذہنوں میں توسعہ ہونا چاہتے۔ رواداری اور فراخی ہوئی چاہتے۔ اس اہم ذمہ داری اور سخنیدگی ہوئی چاہتے۔ اختلافی مسائل میں یہ جتنا چاہتے ہے زور باندھیں۔ اسے اپنے مالک کے لئے دلائل کا اسار لکھیں دوسرے مالک کے رد میں سرگرمی دکھائیں لیکن اس علمی حجج کو بعض و عناد اور منافر کے حدود میں داخل ہیں ہونا چاہتے اور جو عماکسی کے خلاف بدینی اور مگرہ اسی کے قابل صادر نہیں کرنے چاہتے۔

ہمارے نزدیک سلیمانی جماعت کا طریق کامفارسے خالی نہیں ہے اور اس کے طرز فکر میں بھی ضرور سال اجرا ملے ہوئے ہیں مگر یہ بھی نہ کہیں گے کہ یہ جماعت اتری ہے جن سے ہمارے ہم گئے اور حق پرستی کا سار الہک ہمارے حقے میں آگیا۔ ہم جماعت اسلامی کے پرانے حامیوں میں ہیں لیکن یہ بھی ہم نے نہیں کہا اور جماعت اسلامی والے بھی ہرگز یہ نہیں کہتے کہ حق پرست صرف وہ ہے جو جماعت اسلامی میں داخل ہو گا اور جماعت اسلامی سے ہمارے خلاف ولے یا اس کی مخالفت کرنے والے مگرہ ہیں۔ بلطل پسند ہیں بزرگوں ہیں۔

اپس کی یادیں

مسئلہ ۱۷: مذاہب۔ اسے سعید۔ ابوذر ہمیں
تجلی کا طلاق نمبر ملا۔ بہت خشک ہے۔ مگر آپ کو

جہارت نہ کرنی چاہئے کہ انھیں ٹوکے۔ ان کی خاص اڑا راء کا فساد ظاہر کرے اور ان کے انکار پر نقد و نظر کا فریضہ ہو۔ اگر وہ ایسی جہارت کرے گا تو اس کے خلاف یہ فرد جسم عائد کی جائے گی کہ اس نے نوجوانوں کے اذمان میں شکوک پیدا کئے ہیں اور باوقار لوگوں کے دشوار کو دھکا لگایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے تھی کاظلان غیر آپ نے خلکی کی منابر پر طہاری نہیں۔ بل ادھر ادھر سے چند مطرب یا چند کالم پڑھ کر بنت دکھدا ہے۔ اگر وہ ایسی ایسا ہی ہوا ہے تو زیادہ ہر تھنا کہ اس کے تعلق سے آپ کوئی انہماز خال نہ فرماتے۔ انکل پرچھ یا اسیں مفہود نہیں ہوا اکثر میں۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ غیر کا معتقد بھتھتا ہے پڑھ دیا ہے تو طبی عجیب بات ہے کہ ملزم آپ اس شخص کو گردان رہے ہیں جس سے اجماع امت کی تائید میں دلائل فروخت کے اور ان لوگوں کے خلاف ایتھام کا پروردہ فاش کیا جو اجماع امت کی پڑھنے پر چھڑ جاتا ہے کہے جو طلاق ہے جاری ہے۔ آپ کا انشار یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے کچھ شہرت یا فضل علام جو کچھ ہی کہیں اس پر پڑھ کر خاموش ہی رہنا چاہئے اور کسی پہاڑ پر جسی غلطی پر بھی انھیں ٹوکنا نہیں چاہئے ورنہ تو جو انہوں کے اذمان میں شکوک پیدا ہوں گے اور ان کی مایوسیاں پڑھ جائیں گی۔

وادو ملاہ۔ یہ کیا طرز فکر ہے۔ یہ کو روشنی پڑھ کر آپ اس طرح کی عجیب بائیں سوچ رہے ہیں۔ ایسی طرح سمجھ لیجئے۔ کسی بھی مصنوعت کی کوئی قدرت حق و صمداقت کے قطبے پر نہیں ہے۔ قوم کی عزت اور قدرت کا بطریق مدت ہوتی عرق ہو ہی چکاریا میامت و اجتماع نئے و اور سے خود مسلمان رہنے دین کو دلت پر بنی جلا وطن کر جائے۔ اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ مشريعۃ کا تحریری سردا یہ ہے۔ وہ عقائد و افکار میں حکم سے کم تر اسکے مفہمات پر اور اصحاب علم کے اذمان و قولوں میں آج بھی موجود ہیں۔ اب یہ ایسیں بھی صحیح و تحریف کی دلملی میں دھنس

پائی جا رہی ہے تو اسے ارادی و اختیاری شے تصور نہ فرہ بائے۔ ہمارا مستمر اور عام طرز تحریر ہے ہی ایسی بھلی کے قابل آپ دیکھن تو اسی تم کی درگشت کے بے شمار نہیں آپ کو ملتے چلے جائیں گے۔ بات کو چھاچھا کر کہنے کا فن ہمیں نہیں آتا۔ باطل دفاسد افکار سے مفہومت و صفات بحث ہمارے لیے کاروگ نہیں۔ جو کچھ کہنا ہوتا ہے ٹھہر کر کہتے ہیں بے کم و کام سرت کہتے ہیں زور و قوت کے ساتھ کہتے ہیں۔ یہ صفات کوئی الگ لمحہ و تنہ لمحے اور نیکی الفاظ کے جاتے ہیں روشنائی ہے تو اس پر نہیں فخر نہیں، گھمنہٹ نہیں، اسے ہم ہرزاور کمال نہیں مجھے بلکہ اپنی خانی اور بے شیقی مقصود کرتے ہیں مگر ضروری تو نہیں کہ آدمی اپنی ہر خانی کو درکرنے پر قادر ہی ہو۔ یہ خانی ہم قبریں ساتھ لے کر جائیں گے اور پاری تھاتی کے نزدیک بھی اگر یہ داقعہ خانی ہوئی تو اس پر ہم سے باز پرس ٹھی ہوگی۔ واللہ عفو و غور۔

جب ہمارے احساسات کا یہ عالم ہے تو آپ یا کوئی بھی ہمیں اس رخ سے جو چلے ہے کہہ دے ہمیں سر امامتی کی کیا ضرورت۔ بہ شوق آپ اس سے بھی زیادہ بھتھ کہیں جتنا آپ نے کہلے ہے ہم ہو جائیں مصروف ٹھہیں تھے کہ ہر چہ از دوست نی رو سد سیکورت۔

المہر اپنے دھرم سے پیرے میں آپ نے جو کہا ہے وہ لائن شکایت ہے۔ اس میں آپ نے بعض ان حاکموں اور "شہزادوں" کا طرز و فکر اختیار کیا ہے جو رعایا برستہ تھے ہیں لیکن یہی رعایا جب اسیں پردازیا کرے تو اسی پر مقدمہ جلا دیتے ہیں کہ تم نے حکومت کو بد ناما کیا ہے۔ کہا قصور و ارثم و قرضے والے نہیں ہیں بلکہ اسیں تھام کی شاندی ہی کرنے والے ہیں۔

پیرے عزیز اکیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ قوم ملت کی خیر خواہی کے عنوان سے بعض مولانا اور عالم فاضل حضرات چاہے کہتے رہیں بھی چاہئے خلاف دین آراء کا اٹھا رہا اعلان کریں مگر کسی اور دین کو یہ

بچے کر کے پڑھ لیں گے۔ لیکن جریدہ کیا کہہ رہا ہے یہ کہ
یا محسوس کی قابلیت نہیں ہے اور طریقہ ہے کہ تایید ہی
کوئی سفہ سنبھالنے اغیرہ صفا ہو جائے اور بادلِ نافوایتہ فضا
بھی ہو گیا تو شاید اس کا کفتارہ تو ضرور و را کریں دیتے
ہوں گے۔ روزانے کے فرضیوں میں سے ایک ہی فرض
ہے کہ عالم اسلام کے قبرستان کے قربیتے ہیں مگر
عالم اسلام کو کا دعاۓ مغفرت کے لئے اس قبرستان میں
نہیں جاتے لیکن پر حضاب کے مزار اقدس پر جو اور سے
قبرستان میں ہے، صحیح کی تماز کے بعد بلا خاصہ سعادتی کے
لئے آپوچھ حاضری دی جاتی ہے۔ والدین کی قبور پر
کھڑے ہو گرد علیؑ مغفرت نہ کریں تو چل جاتا ہے لیکن
پر صاحب کی تبریز نہ جائیں تو شاید ہم کے انگارے
سارے کے سارے (نهیں) حضرات پر الٹ پڑیں جسے
اسنے پا بند پریہیں۔ امتیازی طوری ہے کہ یا غوث العقول
کریم الطفیلین اغتشی و امدادی فی قصبات حاجتی میا
ق اغثی الحاجات کی نماز کے دلدار ہیں۔ گویا یہی سخت
قسم کے بوقتی اور جملہ مرکب لوگ بلا کسی کے کہے سنتھٹ
سخاں بن کر نماز پڑھانے لگ جاتے ہیں۔ جن کی زیست
کھو پڑی میں بدعت کی یا جہالت کی یادوں مرکب ظانات
کی کھاد بھری پڑی ہو ایسے جاہلوں کی امامت میں تو نہام
تقدیروں کی نماز خراب ہو جاتے گی۔ اسی وجہ سے ہمارے
محترم و مست نے ایک مزید بہادیت لکھ کر کلینڈر میں اضافہ
کر دیا ہے۔

ایک کی خدمت میں گزارش ہے کہ تجھی کی ڈاک
میں جواب تحریر فرمائیں کہ ہمارے محترم نے جو پذیرت لکھ کر
اصناف کر دیا ہے یہ درست ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
اجر عظیم عطا فرمائے۔

جواب:-

"اصنافی عالم" اُس شخص کو کہتے ہیں جو باقاعدہ کمیٰ
درستے میں پڑھ کر سند فراخت حاصل کر چکا ہو۔ ایسا ہی

جانشی دیا جاتے اور ہم جیسے لوگ ہونٹوں پر قفل چھڑھا کر
بیٹھ رہیں۔

جاہل کی امامت

مسئول: مارے آر قیشی۔ احمد آباد۔

خدمتِ عالی میں گزارش ہے کہ راہ محبتوں^{۱۹} کے
جریدہ تجھی میں صفویت پر مزاج الدادر میگھ حمد نظام
آبادی کے سوال "نماز جنازہ" کے جواب میں اُنکے تحریر
فریایا ہے کہ "نماز جنازہ ہو یا کوئی اور نماز امام ہے" مطلقاً
عالیٰ ہو ناطوری نہیں۔ بس اتنا علم ضروری ہے کہ جس کی
روشنی میں نماز صحیح طور پر پڑھائی جائے گے۔

اکثر مساجد میں احادیث بموہبی کا کلینڈر ہوتا ہے
اُن میں اردو میں احادیث کا ترجمہ ہوتا ہے کہ جس سے عالم
مسلم احادیث بموہبی اور بزرگان دین قیمن کے زرین
آواں پڑھ کر تصحیحت حاصل کریں۔

ہمارے ایک محترم و مست خواجہ محدثین کو صوف
نہ اس میں ایک ہدایت کا ادا اضافہ کر دیا وہ یہ ہے۔
"جاہل کے تیجھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ جاہل سکھا خاتمہ انجام
نہیں ہوا اکرنا۔ اس کی عاقبت ہم ہے یہی وجہ ہے کہ هر
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

سر انجام جاہل جیسم بود
کہ جاہل نکو عاقبت کم بود
اسی لئے جاہلوں کے تیجھے یقی جاہلوں کی امامت میں
سبکی نماز خراب ہو جائے گی۔

سو صوف محترم نے یہ اس لئے ہدایت کا اضافہ
کر دیا ہے کہ اکثر واقعات مسجدیں امام کی خبر و جوگی میں اسے
لوگ چھپتے امام بن جاتے ہیں کہ جیسی دیکھ کر بھی قرآن
پڑھتا ہیں آتا۔ صرف نماز کے لئے چند سورتیں یاد کریں
ہیں۔ نماز کے مسائل مابدل ہوتے ہیں۔ احادیث بموہبی میں
سے ایک یاد میں بھی حدیث یاد نہیں۔ ان لوگوں کے
علمی معیار کا یہ عالم ہے کہ اردو کا جریدہ تجھی میں

سے یہ حضرات ایک طبق کی خرافات پھیلاتے چلے آ رہے ہیں۔ جماعیتِ اسلامی کو علمائے دین سند کو، علمائے حرمین کو، شاہ عبدالحیی کو غرض اپنے مواسب کو مگر اپنے دین، دین کی امنا اور اپنے مخدومان مٹھو بنانا ان کی کوشش و میش ہے۔ ان کی ایک خلافی، یہ بھی ہے کہ جھوٹ بولو۔ خلافت و اغدر عدو کے کرو اور دشنه کی جو طکرہ۔ اب شاید اپنی نقل کردہ عبارت کے خاتمه مر بریلوی مزدیس صحوب نے کس بے تکلفی سے یہ جھل اخنانی کی ہے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کو الشریعے محدث بن اکبر سید اکیا اور انھوں نے مگر اپنی ویدعت کو مٹا کر سنتریوں کو فرنڈ کیا اور طوفان کا ریخ موت دیا اور دینِ اسلام کو بندھوں کے گرد وغیرہ سے پاک کر دیا۔

گویا ایک طرف تو یہ حضرات یہ رونار و تے ہیں کہ ان کے یہ رود طبق اور طبق کے موسیٰ سنت مان گلہ اور بد دین پڑھنے کے گرد و سری طرف یہ بھی خوش فکر ہے کہ دین اسلام بندھوں کے گرد وغیرہ سے پاک ہرگیا۔

حافت عبارت اور سفارہت کی عین اقسام ہیں سب کی سب ہر بیلوی علم کلام میں افراد میں ای جاتی ہیں علم حدیث کی اقسام ہو انہیں لئی۔ قرآن کی آیت ہیں یہ لوگ اپناز ہیں پڑھتے ہیں۔ عرس و قوائی بیسے خرافات، ان کی محبوب ترین تنائی ہیں۔ مُردوں کو انھوں نے ذمی ارشادی خدا بنا رکھا ہے۔ اولادوں نام خواجہ خشن یعنی سخت بولیوی اگر کسی درگاہ کے صاحب مزار کا نام بھی و شاہ ہو تو یہ اپنے صاحب زادجے کا نام بھوند ذمیش رکھتے ہیں بھی اضافہ قرآنی نہیں کرتے ان کا ذوق و مذاق اور وجدان و احساس سب پچھے اور ہام و وساوس۔ نہ تباہ کر کے روکھد رہا ہے۔ انھیں زبان و ادب اور محاورات ساتی کا بھی کوئی سلیقہ نہیں۔ مولانا اسماعیل شہید اور مولانا اشرف علیؒ اور مولانا محمد فاضم چیزے علماء کی اُرد و عبارتیں میں طبع طبع کے کیڑے ڈالنا تو معربی بات ہے۔ سمجھو۔ قرآن کے الفاظ و عبارات ہائے کھلیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہیں مشترکاً ہیں

عالم امامت کر سکے کا یہ شرط کبھی کسی فقیر نے ہیں لگائی اور قرآن و حدیث سے بھی ثابت نہیں ہمارے جواب کے اس جزو میں تو کوئی بحث بھی نہیں۔ رہا وہ سر احران تو وہ بھی بلاشبہ درست ہے البته اس سے وہ لوگ مستثنی ہوں گے جو شرک پسند ہوں۔ بدعتی ہوں۔ یا خاصی دفاجر ہوں۔ یہ قول میں ان چیزوں کا استثنی آپ ہو جاتے ہیں جن کا استثنی ہونا معلوم و معروف ہر شکاری کو ہے کہ فلاں طالب بے حد مفید ہے تو اس سے ان لوگوں کا استثنا رخود سخود ہو جائے گا جو اس درجہ مریض ہوں کہ طالب و مقویات ہضم ہی نہ کر سکیں یا جیسے قرآن میں ایک جگہ کہ الگ تاکر الشر تمام گناہ مکش دیتا ہے تو اس سے کفر و شرک اور الحاد و ارتداد کا استثنا رخود سخود ہو گیا کہ یہ استثنا معرف و خوب و کبہ اہم اس طبق ہے کہ طالب شرک کی طرف ہوں۔ ایسے جہاڑی عبارت کا یہ طبق شرک ہیں یعنی اچھے ہے کہ ایسے جہاڑی اور سبتر صحن اور فتنات بھی امامت کے مستحق ہیں جن کا نقش آنہناتے کھنچا ہے۔ انھیں امام بنانا بذریعہ کسی کا بدمعنی ہے۔ بیلوگ تو پھر بدعتی ہیں۔

اس کے باوجود اس کے دوست کی اللہ کا نام ہوئی نہیں۔

تشہر اور مخالف الطراں گیتھے۔ اصل طریق میں وہ بھی لوگ جاہل کہلاتے ہیں جھوپوں نے باتا عده علم دین حاصل نہ کیا ہو۔ لیکن ان میں بہترے بن گائے خدا ایسے نکو کارا رکھے اسے باخبر ہوئے ہیں کہ اچھی خازن پڑھا سکتے ہیں اور ان کے تیجھے نہایت کوئی مصائب نہیں۔

وہ جوابات جن کے سوالات حذف کر دیے گئے

بیلوگوں کی فتنہ گری

پر فسریہ تجھی خلیل الرحمن۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ ایڈ۔
دنکھر، متوجہ ہوں۔

آجھا اپنے دو قلہ میکیں صفحات پر جو کچھ لکھا ہے وہ سمعت کرنے کے لئے صفحات کہاں سے لائے جائیں۔
بیلوی حضرات کا علم کلام کر کی جیسی چیزوں میں یہ میں ہوں۔

چھاپیں اور لائکن کی لامگت نیچیں یا لامکن ہو تو ٹھفت بھی
تھیں کریں۔

کسی کو کافر و مشرک یا بدعتی کہنا

کوئی شخص ایسے کسی عقیدے کا حامل یا فعل کا مترکب
ہو جس کا فخر یا شرک ہے یا بدعت ہو زاد لائل معتبرہ کے لحاظ
سے یا اکمل سلم پر تو ایسے شخص کو متین یا بیور پر بھی کا فخر یا
مشرک یا بدعتی کہہ دنباہا لکل چانہ ہے بلکہ انہی مالتوں میں
تو وہ جب بھی ہے۔ مثلاً کوئی شخص صفاتِ حالت اسی پر
کا انجما رکھتا ہے کہ اوپر اونہماں کی رو میں حاضر و ناظر
ہیں یا اسلامی یادی کو انتہا تھی کائنات میں آنحضر کا انتہا
عطائے کر رکھا ہے یا خداوی مزا پر دعا ایگی جاتے تو لازماً
قول میتو ہے یا خداوی مر جسم ہماری پیکار کو ہر جگہ سے
سن لیتے ہیں تو اسے مشرک کہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

کیونکہ یہاں تادیل اور حسینیں کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اگر
یہ شخص یہ تادیل کرے کہ مددگورہ صفات کو میں اولیاء و اہلیا
کی ذاتی صفات نہیں اتنا بلکہ یہ صفات اللہ نے اپھیں
عطائے کی ہیں تب بھی یہ مشرک ہی ہے کونکہ یہ بعینہ بُت پرستوں
والا عقیدہ ہے۔ بُت پرست یعنی اسی پھر کو خدا نہیں ہے
جسے اخنوں نے تراشا ہے۔ یہ تراشیدہ بُت تو شخص نہیں اور
منظر میں بعض بُت کسی گزری ہوئی ہستی کی شبیہ ہو ہے
اور بعض بُت اُن اوصاف کی نمائندگی کرتے ہیں جو بخاروں
کے ذہنوں میں مرسم ہیں۔ یہ دونوں ہی اکھیں انکار خدا پر
مبینی نہیں ہیں۔ آپ کسی پڑھے لکھے ہندو سے بچھے
وہ بھگوں کا انکار نہ کرے گا۔ یہ نہیں کہے جا کر رام یا لکش
یا انسان اور فلاں ایشور تھے۔ یہ بھی نہیں کہے جا کر جن نہیں
کرتا شش کرندہ میں رکھا گیا ہے وہی میں بھگوں اُن نہیں۔

اسی طرح مشرکین عرب بھی پھر بالکل یا مٹی کے بخون کو
عین خدا کی سمجھ کر نہیں پوچھتے تھے بلکہ اپھیں خدا کا مشرک یا
کسی مر جسم عابد و راہکار پر کھانی تصور کرتے تھے اور
اسی قسم کا ذہن ان کا بھی تھا کہ فلاں فلاں سنتیوں کو رُب

پہلیعہ بناؤ رہا جو صالحین کے بارے میں اساطیری اور دلیل اتنی
تھیں کہ اس شاعت دنیا ان کے دین و مذہب کا انتہا باب
ہے۔ حدیہ ہے کہ یہ رسول اللہؐ کو "بشر" کہنا بھی دہابت اور
گرامی تصور کرتے ہیں۔ ایسے توحید دشمنوں اور قتلان
ہاشمیوں کی واہی موڑھا نیوں سے کون سرمارے۔ ان کا
دل ہے کہ بیجا انہاں ماروان کے کسی اعتراض کا شافی جواب دیو
مگر یہ جواب کو لفظ انداز کر کے برادر اعتراض کی وجہاتی
کرتے ہیں جائیں گے اور میں ہاں بعد بھی یہی مسلم ہو گا
کہ گویا کوئی تازہ اعتراض وضع کر کے لارہے ہیں۔ یہ
جنہی اعتراضات والہات آپ کی نقل کردہ عبارت
میں شاہد ہمکیل شہزاد اور اکابر بن دلوین پر لفظ آرہے
ہیں ان کی تغوبت اور بے بہنا عتی میکروں پارچے کی جا
چکی گمراہیا جمال کوں کے کا نوں پر جوں نک پرستی پڑے
متذکرہ کتاب کو اگر ہزاروں کی تعداد میں شائع
کر کے ہمارا شطر اور آنحضر اپر دیش میں تقسیم کیا جائے
ہے تو اس کا توڑہ ہم کی کر سکتے ہیں۔ اس میں جوز بان استعمال
ہوتی ہے وہ نہایت سست ہے اور جس قسم کے نکات ارشاد
ہوئے ہیں ان کا کوئی تعلق علم و تفہم اور مذاہت و تفاہت
سے نہیں لہذا ہم ان پر کچھ نہیں لکھیں گے۔ ہم ٹھہک
حضرات سے مباحثہ کر سکتے ہیں مگر دماغی ضلال میں بدل
ہر زبانوں سے بحث کی قدرت نہیں رکھتے۔ مذکورہ
نکتے مصنف کا توکیا ذکر ہے میں پرے بر بلوی طبقے
میں بھی کوئی ایک فدائی انظار نہیں اور ہا ہے یو علوم تفسیر اور
اصولی صورت میں ہمارت رکھتا ہو۔ جسے متین علم کلام
اور وہی صحیح مختی میں میکسٹ کا سبق ہو، پھر افتکہ ہو تو کس
سے اور بحث پڑو گیے۔ قے آنے لگی ہے ان لوگوں کی ہفتہ
سے۔ آپ اگر ان کے جاہلانہ پر و مکن ٹھے کا تو ذکر ناجائز
ہیں تو اس کا صحیح راستہ نہیں ہے کہ تمہل کے صفات یا
گرامیں بلکہ یہ ہے کہ جو کتابیں بر بلوی افکار کے رو میں
شائع ہو چکی ہیں انھیں زیادہ پھیلانے کی کوشش
کریں۔ صحیح العقیدہ حضرات کے تعاون سے انھیں بار بار

البته جو عفت اندوا عمال میں ذرا بھی جس نہ اور بہتر تاویل کی گنجائش ہوان کے حاملین و ریکمین پر فتویٰ سی چھارٹنے میں سخت نہیں کرنی چاہئے۔ زیادہ محتاط طرفیہ یہ ہے کہ کسی تھیعن فرداً یا گروہ کو کافر و مشرک یا بدعتی کہنے کے عوض کفر و مشرک اور بدعت پر نکیر لایے دے کر لی چاہئے مثلاً آپ بلا تکلف ہم سنتے ہیں کہ نبی عیت قبوری سرس پر تک بدعت ہے اور انہیں مشرک کے عناصر بھی شامل ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے سو اکی کو عالم الغیر و رحاءزو ناظر ما شناذ ہمیں تائیخوں کے سو اچھے نہیں اور اس طرح کے عقائد اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

مسئلہ درود

درود نام ہے اُن کلمات کا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے سلام و صلات کی دعا کی گئی ہو۔ اس کے لئے قرآن ہیں بھی اور احادیث میں بھی خاصہ صورت ہے۔ نماز ہی میں یہم روزانہ جو درود پڑھتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملکین فرمایا ہوا ہے۔

اب الکرکوبی بزرگ رسول اللہ کی مجتہد میں پھوا اور کلمات ایسے وضع کرتے ہیں جن میں حضورؐ کی تعریف کی گئی ہو تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ دیکھنا صرف یہ ہو گا کہ چو تعریف انھوں نے کی ہے وہ مبالغہ اور غلو سے باہر ہے یا نہیں۔ اگر پاہتے تو اس کی تعریف و تجھیں کرنے لگے۔ پاک نہیں ہے تو اس سے دور بھائیں گے۔

ویسے حقیقت میں جو لوڑ برکت اور معنوی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ الفاظ و کلمات میں پوکتی ہے وہ قرآن کے سو اکی بھی کلام میں نہیں پرستی الفاظ و حروف کے بھی اپنے خواص و اثرات ہیں۔ وظائف و علیمات کا سارا دارمہ اسی ان خواص و اثرات پر ہے لہذا ہمارے تذکیر کو احتیاط اور عاشرت اور حسن ادب کی تفاصیل یہی ہے کہ درود میں بھی ان الفاظ و کلمات ہی کو اختیار کی جائے جو اللہ کے آخری رسولؐ کی زبان مبارک سے نکلے

لالا باب نے فلاں فلاں اختیار اس تفویض کر رکھے ہیں۔ اس طرز فکر کو قرآن نے بانگ ڈھن شرک قرار دیا۔ اس پر سخت تذکیر کی۔ اسے محلی گمراہی ٹھیک را اور حضورؐ نے بھی اس طرز فکر کو دفن کرنے کی حد و چید میں کوئی تساؤل نہیں برداشت اہذا آج بجا سے پھر کے بیوں کے کوئی شخص کسی قبر کو یا کسی مردم کے خالی و حرد کو کامی روح کو یہی حشیت دے لیتا ہے تو اسے مشرک کے سوا آخون کیا گیں گے۔

یہ عقیدے کا معاملہ ہوا عمل کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی قبر کا طواف کرتا دھکائی دیے یا اس پر سجدہ و ریز نظر آئے تو اسے مشرک کہنا ہو گا چاہے وہ بھی ہی تاویل کیوں نہ کرے کیونکہ طواف صرف بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے اور سجدہ ذات باری کے لئے۔ یہ افعال کسی بھی نیت اور ارادے سے کئے جائیں آدمی کو مشرکین کے نزدے میں لے جاتے ہیں اور مفتیانِ دین کا فرق ہے کہ ایسے افعال کے مذکوب کو بلا خوف مشرک کہاں ہے۔

بدعت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنے یا کلیر یا اسی بھی درگاہ کے عورت ہیں یہ سمجھ کر شرک ہونا ہے کہ پیرست خیر و برکت اور تواب کا ذریعہ نہیں گی تو وہ یقیناً بدعتی ہے۔ اس اگر وہ مخفی تحریک ہوتا ہے تو بدعتی نہیں فقط گناہ ہگا رہے اور گناہ کے بھی مختلف شیعے ہیں۔ پھر لوگ میلے ہٹلے کی ذہنیت سے شرک ہوتے ہیں جیسے کہ نماشتوں میں شرک ہوا جاتا ہے۔ یہم درجے کے گناہ ہگا ہوں گے۔ کچھ لوگ آوارگی اور اپاسنی کے ذہن سے شرک ہوتے ہیں یہ بڑے گناہ گاہر میں لیکن بدعت ہرگز نہاہ سے بڑھ کر گناہ ہے اس لئے خوش عقیدتی اور تواب اور کسی عرض کے ارادے سے شرکت کرنے والوں کو ان سرکسے بڑھ کر گاہ گار تصور کرنا چاہیے۔ یہ بڑی ہیں انھوں نے دریں میں اضافہ کیا ہے۔ یہ خلن خدا کے لئے شرک کا دسلیل بن رہے ہیں۔ ان کا عمل ہزار نماشتوں کی جڑتے۔ ان سے کہیں پہنچوڑہ عرض ہے جو نیماد بھتائے ہے اور اسرا ر را قتل ہے کہ میں کوئی اچھا کام نہیں کر رہا ہوں۔

مطہن ہونا "ایمان" کا خلاصہ ہے۔ اور شریعت ان ذیلی اصول و احکام سے عبارت ہے جو قبول ایمان کے نتیجے میں واجب القبول ہو جاتے ہیں۔

طرقیت کوئی قرآنی اصطلاح نہیں بلکہ ایک خاص مفہوم کو ادا کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔ مفہوم ہے اسے طریقے ڈھونڈنا جن سے زیادہ سے زیادہ رضاۓ الہی اور قرب فدا و ناری نصیر ہو۔ حدیث میں جس چیز کو "احسان" کہا گیا ہے یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے تمام احکام کی تکمیل نہایت درجہ خلوص اور خوبی و شفقت کے ماہکہ کرنا اور شریعت نے جس چیزوں سے روکا ہے ان سے پوری طرح روک جانا۔ اسی منزل کی طرف نے جانے والے طور طریقے "طرقیت" کہلاتے ہیں۔

معرفت کہتے ہیں پیچان کو۔ ہر شے کی ایک سطح ہوتی ہے اور سطح کے سچے بہت سے پرت ہوتے ہیں۔ گہرائیاں ہوتی ہیں۔ سطح تک تحدی درہنا معرفت نہیں۔ گہرائیوں تک پہنچنا معرفت ہے۔ اللہ ایک ہے یہ صرف ایک عقیدہ ہے الیکن اسے اللہ کی معرفت کا نام نہیں دی گئی معرفت یہ ہے کہ اللہ کی ذات و صفات کا نقش دیں و دلاغ میں گہرائیوں پہنچا جائے۔ اس کے بہت درجے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سب سے اوپرے درجے پر فائز ہوں کے بعد حجاج، مفسرین، مجتہدین، اولیاء و اقیاء اپنے اپنے فروض کے مطابق اس نعمت سے بہرہ یاب ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

حقیقت بھی بھی شے کی اصلیت کو کہتے ہیں۔ اس کا مقابل "مجاز" ہے۔ اس سے زیادہ بالکلیوں میں آپ نہ پڑتے۔

دراثت کا اہم سرین مسئلہ

مسلمانوں میں اعمال و عقاید کے جہاں اور سے شمار مفسدہ بھس کئے ہیں اور ہیں ایک بیش فسادہ بھی نفوذ عالم کرنا جا رہا ہے کرج اغتریوں کی شادی ہو گئی وہاں اپنے

ہیں یا شخص محاذ کر مفتر نے غالب گمان کے طور پر حضور سے حسوب کیا ہے۔

رسے صوفیاء کے تعلیم فرمودہ وظائف داورد تو انہیں حکم کے شیخ صدیق ہے۔ اگر صوفی و اتعی صوفی ہے تو وہ بجا طور پر اس کا حق رکھتا ہے کہ امراض رو جانی کے معاملے میں جب تسلیم و رضیا و ظیفی ما بعث کو مفید سمجھے اسکی تعلیم دے۔ اس تعلیم میں خلاف شرع کوئی غصہ نہ ہو تو عصبوں کو اس کی تعلیم کرنی چاہیے۔ حضور نے جو وظائف امداد کر دیئے ہیں وہ ہمگیری و روع کے ہیں۔ جیسے مثلاً سیدب اور اکابر فی ذاتہ افادت سے بزرگ ہو جس کے لئے انہیں مفید کہا جا سکتا ہے لیکن بیماری کی بہت سی حالتوں میں ان سے پہنچ بھلی کرایا جاتا ہے اور ان کے بجائے دوسرا تقدیم شجو نر کی جاتی ہیں اسی طبق ایک صاحب نظر صوفی اور مرشد کی مرضی رو جانی کو تعلیم بھی دے سکتا ہے کہ بعد شمار طبع فلاں و ظیفہ طریقوں اور قلاب نہ طریقوں۔ تجدید میں تی کعات پڑھو اور اتنی مت پڑھو۔ تلاوت قرآن میں اعتمادت دو اور آنامت درو۔

ہاں یہ بہر حال طبے کے کوئی بھی تعلیم اور ہدایت خلاف شرع نہ ہونی چاہیے۔ نیز جن اور اد و کلمات کو اللہ یا رسول ﷺ نے وقت اور محل سے مخصوص کر دیا ہے ان میں تبدیلی کی اجازت کسی کو نہیں۔ جیسے نماز میں دو درود یہ درود تبدیل نہیں کئے جاسکتے۔ یا جیسے سمع لا امن حمدہ یا سہناللک الحمد کے فقرے۔ یہ اٹل اور غیر تبدیل ہیں۔

شریعت حقیقت طریقت معرفت

شریعت نام ہے وہیں کے جو سعکا۔ ایمان اور عقائد کو تہبیہ دل سے قبول کر لینے کا۔ خدا پر اسر کی تازیہ کروہ کتابوں پر انسار پر ملائکہ پر تقدیر پر اور رسول ﷺ کی ولادت علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر قلب و ذہن کا

محض اس نے یکشہت دار حصی سے احتجاب کرنا کہ یہ بھی نہیں لگتی ہے گناہ کی بات ہے۔

تاریخ دیوبند

دیوبند ایک قدیم ترین بستی ہے۔ رسمی سازی نے انقلابات کی بے شمار کردیں بھی ہیں۔ اور اب دارالعلوم کی وجہ سے یہ بستی بین الاقوامی شہرت کی امتیزی ہے۔ اسیستی کی دلچسپ اور حفاظت تاریخ جناب سید محبوب رضوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔ تاریخ تبلاری میں صنفِ معروف کی بصیرت ایک امتیازی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مہلا ایڈیشن چھپ کر ختم ہو گیا، اب دوسرا ایڈیشن فاضل صنف کی نظر شانی اور اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ صفحات ۱۲۵۔ قیمت مجلد دس روپے

بریلوی فتنے کا بیار و پ

بریلوی مکتب فکر کے اہل قلم جناب الرشد القادری کی تصنیف "زلزال" کا تقدیم جائزہ۔ تحریف و تلیس کی نشاندہی۔ دلچسپ علیٰ منظقہ محتوى۔ دستاویزی حقائق۔ کتاب کے فاضل صنف جائے۔ محمد عارف سنجی نے یہ سے دلکش اور فہریانہ انداز میں نقد و تعقیب کا فرضیہ ادا کیا ہے۔ قیمت — پانچ روپیہ

مکتبہ تخلیٰ۔ (دیوبند دیوبن)

والدین کی دراثت میں حق دار نہیں رہیں۔ حتیٰ کہ بعض ناقن باب خود اپنی شادی شدہ بیویوں کو محروم ہی کر دینے کے خواہیں مذکور آتے ہیں اور اس کے لئے سطح طبع کے کرتب ہیلے ہیں۔

کائنات کو سن لیا جائے۔ لڑکوں کا شرعی حصہ ہر حال میں قائم رہتا ہے خواہ ان کی شادی ہو چکی ہو اور خواہ دولت مذکور سرال نہ اپنیں کتنا ہیں دو ہزار بنادیا ہو۔ نیز یہ بھی لوث کر لیا جائے کہ کوئی بائی ہزار بصیرت کر رہے کہ میرے ترکے میں فلاں ہیٹی کو حصہ دیا جائے مگر اسی بصیرتیں شریعت کی نگاہ میں ردی کاغذ سے زیادہ نہیں۔ خدا کے بائے ہوئے دارثوں کو کوئی محروم نہیں کر سکتا اور جس گھر نے میں ایسی نایاب شخصیں کی جائیں گی اسے آخرت کے سخت ہذا بکے لئے تیار رہنا چاہیے۔

دار حصی کا سکلہ

دار حصی اگر اس نے کہنی ہے کہ مکرم رسولؐ کی تعلیم ہو اور آخرت کی بازرس کا خط و نہ رہے تو پھر زیارات کے نقطہ نظر کو پس پشت ڈالتے۔ فقہاء نے حدیث رسولؐ پر غور کر کے مکہ مشریت مقدار کی ضروری قرائی ہے۔ اگر تک شدت بخواری ہیں تو حقائقی سے اتنی ہی رکھی جائے۔ یہ شدت سے زیادہ نکلی ہے تو پڑھتے ہوئے حصہ کو کشوٹا یا جاسکتا ہے۔ چھرہ جھوٹا ہوڑا ہو، دبلا ہوٹا ہو، اس سے کوئی بحث نہیں۔ اس سے بحث ہے کہ کسی پرے کرکنے دار حصی اچھی لگتی ہے۔ اگر تعلیم شریعت کے لئے کوئی کام کرنا ہے تو اس طرح کی بخشیوں سے دور رہنا ہو گا۔

یہ شدت کی مقدار سے تو اختلاف کیجا سکتا ہے۔ یہ ناپ احادیث میں نہیں آیا بلکہ فقہاء نے احادیث کے مصداق کا تعلیم اپنے طور پر کیا ہے اہم اس سے اختلاف کرنا احادیث سے اختلاف کرنے کے ہم معنی نہ ہو جائیں گے۔

قرآن اور عیمیرت

تعلیمات قرآنی کا نوٹ تھہوفت اور ادب صالح کا دل کش بھروسہ
ڈاکٹر میر دلی الہ بین کے قلم سے۔ قیمت — چھپ رکھی ہے۔
حائزہ نامہ قرآنی دنیا میں کب اور کس زبان میں
قرآن کے تراجم ہوتے۔ اسکی
تحقیقی و تفصیل ترجمیں اور شارحین کے نام۔ بہت عدو
اوی معلومات افراد کتاب سے۔ قیمت — چھپ رکھی ہے۔

غیبت الطالبین مصنفہ شیخ عبدالقدیر جیلانی ۲۔
قیمت مجلد تین روپے۔

تاریخ اسلام کے جیتوں اگزیموجات قاہروہ کے ایک

فضل پرست
عبداللہ عنان کی تالیف نئے اسلوب میں۔ تاریخ اسلام کے
بعض واقعی علم و تحقیقی کی روشنی۔ قیمت۔ سال ۱۹۷۰ء پر ڈاکٹر

اسلام اور سرق مولانا اشرف علیؒ کے اندازت سے
بیربر ارشادات۔ قیمت۔ ۲ میں

سذکرہ مولانا عبد اللطیف عطا فتح ملک و ملت کی ایک
متاز تحریرت مولانا

عبد اللطیف نعمانی شیخ الحدیث مقام الحدیث متواتر کی
دنیٰ علمی سیاسی اور مجاہد انسانی کے زندہ جاوید کارنا
اور اہل علم و رہنمایان ملک و ملت کے خراجیات تحقیقی تدو
قیمت — یا شیخ رکھی ہے۔

تاریخ الفخری تاریخ اسلامی کی ایک مشہور اور مستند
کتاب کا ترجمہ اور رد فارسی اور شیخ
زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ کی خدمات میں اور رد ترجمہ
حاضر ہے۔ قیمت — گیارہ روپے۔

مکتبات خواجہ صوم سہنڈی معارف و اسرار
یکات و لطائف سے بیرخ طوطاً اردو لباس میں معالع
کی بہترین چیز۔ قیمت — چھڑ رکھی ہے۔

مکتبہ حجتی دیوبند (دیوبی)

مناجات مقبول (کریمی عکسی) مولانا اشرف علیؒ کی
کتاب پر انسے اور نئے انسانوں کے ساتھ۔

قیمت — چھپ رکھی ہے۔ (محلہ سات روپے)

اسنکھوں کی طماد اللہ کے سوا کوئی حاضر ناظر
نہیں ہے مسلمان اس غلط خیال

کا شکار ہے کہ رسول اللہؐ جسی حاضر و ناظر ہیں۔ ان کے
خیال کی مدد میں تردید قرآن و حدیث کے روشن دلائل۔

نفهمار و مجتہدین کے مستند حوالے۔ قیمت مجلد۔ آٹھ روپے۔

رمضان کیسے ہے مولانا محمد عبداللہ دہلویؒ کے
رمضان کیسے ہے رسمات قلم۔ رمضان کے موضوع

پر خوب ترکتاب۔ قیمت مجلد۔ تین روپے۔

تلیغی و دینی سفر میاں جس میں بتایا گیا ہے کہ ملائیں
عمرہ و سلف میں دین کی تبلیغ و تعلیم کے لئے ہر

مکن کو شکش کی۔ مسجدیں، روزانے، بازار کہیں بھی ہوں
مسلمان خرہے۔ دنیا کے کاروبار نے انھیں دین سے

غافل نہیں کیا۔

اُنر۔ تاضی الہمہ بارک پوری۔ قیمت۔ ڈیکھ رکھی ہے۔

التشوف احادیث کی معرفت مولانا اشرف علیؒ کی
معدود کتاب۔ قیمت — تین روپے۔

امرت مسلم کی رہنمائی مولانا الفقیہ عینی کی ایک تازہ

حستہ عمود کی تعلیماً میں تصییف الفرادی و اجتماعی زندگی
حضرت عمر کی تعلیماً میں کو تحقیق شعبوں میں حضرت

عمرؓ کے اصلاحی فرمودات و اقتداءات، دورہ مکملتوں
سے لبریز۔ قیمت — دو روپے۔

سفری صرف حجاز امیر شریعت مولانا امانت اللہ بہاری کے
سفری صرف حجاز قلم سے ایک تصریح افرید معلوم افزا
سفر نامہ۔ قیمت — دھنائی روپے۔

روح کو نازک تھا، کا خاہیں ہوا رہا ہے جب کہ مدد و معنی
کے ترجمے میں اسے فتویٰ مالمیشم نام دیا گی تھا کی جیسا کہ دیگری
ہے رسمی ایسا معمول جس کا خاہیں مذکور نہ ہے (حالانکہ آئے
آیت ۵۵ میں بھی جملہ نوٹا ہے تو وہاں مدد و معنی درست
ترجمہ کیا ہے۔

(۵۵) آیت ۵۵:- لَمْ يَجِدْنَا إِنْ مُلْجَأً - تا - وَهُمْ لَهُمْ
تَوَلَّهُ - سے "لَا" کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پائی یا کوئی فاریا کوئی
(اور) جیسے کسی سمجھتے کی تو یہ ضرور منہدا کہا کریا اوپر ملی پڑتے "ہے
چار اخیال ہے" اور "کتابت کی فاطحی ہے۔ حادث نے
"ادھر" نکھا پہنچا۔ انگریز دشی کرنی ہے کہ اسی احتیاج معااف
بھی کبھی تو یہ محسوس ہونے لگتا ہے جس لحظے جلد تفسیر
مکمل کر دیجئے کے خالی میں مدد و معنی فکر و تصور کے بغیر بڑی تیزی
رفاقتی سے قلم چلا رہے ہیں اور ہمیں مقامات پر بحادرہ
خاکس کا طبق کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ مقام بھی مجدد
ان کے نیکتے ہے۔

ذکر قرآن میں ان منافقین مدینہ کا ہور ہے چہ کہ مسلمانوں
کے آج چھوٹی سیں کھا کر اپنا بھروسہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جو
اصطلاح کافر ہوتے ہوئے بھی خود کو موسیٰ پور کرنے ہیں جو انتہائی
بردل ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور ان کے
صحاباؓ پر کو شمار ہے کہ اجنبی بحالت محبور ہے اس پڑے
ہوئے ہیں۔ کہیں حصے کے جا نہیں سکتے۔ تمہارے دو دلوں
پر غبار نہیں پاسکتے۔ اگر نہیں کوئی جائے پناہ انظر جائے کوئی
سرچھانے کی جگہ سوایم ہو جائے کوئی ملے ایسا دھانی۔ سے
جائے جس میں یہ چوہوں اس طرح چھپ کر بیٹھ جائیں تو یہ اس
میں اور جائے پناہ کی طرف در طریقے میں ایک ملکی بھی در
ہوں گا میں سے۔ وہ صدم بمحض ہوں کے خصوصی اتفاقات کا ہیں
رکھنے کے قابل ہیں۔ فراش الجھوڑ اس گھیرے کو کہتے ہیں
جو بے تحاشا دڑپڑھلا بارہا ہو اور کتنی ہی کام ہٹھپھر کئے کا
نہ ازد ہے۔ گویا بمحض ہوں کہہ کر اللہ نے یہ لفظ کہیا گا۔ یعنی کہ
حدائقے پناہ کی طرف یہ لوگ اس طرح سریش دھریں کے
کوئی بھی تیز را ٹھیک دوڑنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔

تفسیر مجددی

۴۰۱

(۷) آیت ۵۶:- وَكُنْ هُنْقَنْ الْفَسَقَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ دُونْ -
مولانا کا ترجمہ:- اور ان کی جانیں ایسی حالت میں کالی
چائی کردہ کافر ہوں۔

بہاؤ جو جو ہوئی ہے وہ اسی لغتشیوں میں ہے کہ "لَا" کا
معترض بغیر اظر اسی فرمائے تو اس کی اصلاح نہیں ممکن ہے۔
شوہون یہ صیغہ معروف ہے لیکن مولانا ترجمہ مجھوں کر گئے ہیں۔
حالانکہ زلانا اشرف علیؒ کا ترجمہ اور تفسیر برادر ان کے
آئے کھلی رہی ہے اس پر اگر نظر پر جائے تو یہ کہتے تو یہ چک
نہ ہوتی۔ مولانا اشرف علیؒ کا ترجمہ یہ ہے:-

"اور ان کی جان کافر ہی کی حالت میں تکلیف ہے۔"
شاہ عبدالقدار کا ترجمہ یہ ہے:- "اور بالہنگلیں ہیں
ان کے بدلوں سے در حالی کردہ کافر ہوں۔"

شیخ الہند کا ترجمہ یہ ہے:- "اور نیکلے ان کی جان اور
دوسروں وقت تک کافر ہیں۔"

ان تمام ترجمہ میں صیغہ ترانی کی مطابقت سے جائیں گے۔

محیوس کئے بغیر وہ سے چاہ تصور بیہان محدث حکایت پڑتا اور
کا اضافہ کا تسبیح کی کاریگری ہے۔ اس کا روپیہ فی الواقع محدث
کو دو صفات میں بدل دیا ہے۔ گویا کارکن تو کوئی اور
ہی، اور ”جو ان پر مقرر ہیں“ وہ کوئی اور ہی۔ صحیح کی ایسی
فروہ اشتبہی قرآن کے تصریح میں قائل درکار نہیں۔

(۸) آیت ۴۲۔ مُحَمَّدُونَ يَا أَيُّهُمْ لِيُؤْمِنُوا كُمْ
كَلَّا إِنَّهُ دُرْسٌ سُولٰهُ أَخْيَرُ أَنْ يُتَبَصِّرُوا إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ
تَرْجِيمَہ۔ یہ لوگ تھارے سامنے اللہ کی بیانات کھاتے ہیں کہ
تم کو خوش برائیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول نبادھتے خوش ہیں
کہ خوش اشدا کو گرتیں اگر ردا قعی یہ لوگ ایمان نہیں۔
جس نظرے پر ہم نے خط بچھنچ دیا ہے اس پر توجہ فرمائی
جائے۔ یہ آخر کی راز بابا ہے۔

صحیح ترجیح کی دو شکلیں تھیں۔ یا تو یوں لکھا جاتا ہے۔

”اللہ اور اس کا رسول اس کے زیر پادھتے تھیں کہ
یہ لوگ الخیں خوش کرتیں۔“
یا ہم یوں لکھا جاتا ہے۔ ”اللہ اور اس کا رسول اس کا
زیادہ سختی ہے کہ اسے یہ لوگ خوش کرتیں۔“

مولانا مودودی نے پہلی شکل اختیار کی۔ شاہ عبدالقادر
اور مولانا اشرف علیؒ نے دوسرا میں تصریح شیخ الحنفیؒ نے دوں
حضورتوں کو چھوڑ کر نہایت باحیادہ اور دلنشیں ترجیح کیا۔
”اللہ اور اس کے رسول کو بہت ضرور سبھ راضی کریا۔“

خدا جانے محدث یہ نظرے کیسے لکھ گئے ”کہ خوش اللہ کو
کرتیں۔“

(۹) آیت ۴۹۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے خطاب کر کے ہے،
یہی کہ تھاری حالت بھی بچھلے لوگوں جیسی ہے جزو روت اور
مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے۔ انہیں نے اپنے
دنیوی حصے سے فائدہ اٹھایا تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ
اٹھایا۔ اور تم نے بھی اسی طرح وہی رنگ ڈھنگ اختیار کئے
جو انہیں سے اختیار کئے تھے۔

جس نظرے پر ہم نے خط بچھنچا ہے اس کے نئے قرآن میں
یہ نظرے استعمال ہوا ہے۔

اس تصریح کو ہترین طور پر تصریح شیخ الحنفیؒ کے
ترجمہ نے پیش کیا۔

”اگر وہ پانچیں کوئی پیاہ کی جگہ یا غار یا سرگھانے
کو جگہ تو لعلے بھائیں اُسی طرف رستیاں نہیں تھیں۔“

”رستیاں نہیں تھیں“ کا واردہ اسی وقت بولا جاتا ہے جب
کوئی ہر قیمت پر بھاگ پڑنے کا تھیتیہ کر چکا ہوا اور ہر بیش
کو تلاط الناجا بتاتا ہے۔

مولانا اشرف علیؒ کا ترجمہ ہے۔ ”تو یہ نظر
مھاٹھا کر اور ہر جگہ تھے۔“

خدا ان کی تبرکوں پر سے بھروسے یہاں ان سے دھمر
بمحض ہون انظر انہیں گیا ہے۔ مولانا مودودی نے بھی اپنا
ترجمہ میں اس نقطہ کا حق ادا نہیں کیا۔ ان کا ترجیح یہ ہے۔
”... تو بھاگ کر اس میں جا چھپیں۔“

یہ فہم ہے ترجمہ نہیں ہے۔ ”چھپنے“ کامراز فکر کی
لفظ آیت میں موجود ہے۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجیح بھی
ہمارا اتنا عمارہ نہیں ہے قہنا شاخ انہیں کا ہے شاہ عبدال
کے الفاظ ہیں۔ ”بعد متوجه ہو دین طرف اس کے
تھارے ڈر سے۔“

صرف تو یہ کرنے میں وہ بات کہاں ہو رہیاں تڑاکر
بھاگ پڑنے میں ہے۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ایک تصریح بھی یہاں
ہے انہوں نے دھم بمحضون کی افاظ امامت سے مرلوٹ
کرنے کے عنین منتقل نظرے کی حیثیت سے سلیمان ہے۔ یہیک
لطیف و دلیل بھٹکتے ہے جو ہمارے مخصوص سے خارج ہے۔
خلاصہ یہ کہ محدث مفسر کا ترجیح شایاں شان نہیں معلوم ہوا۔

(۱۰) آیت ۵۹ کے ترجیح میں کانجے کوئی لفظ بھوٹ لگایا
(۱۱) آیت ۶۰۔ ایشما الصداقت للفقراء اعد اہل ملکیت
و اعماقمیں علیهم۔

ترجمہ۔ ”صدقات دو احمد، تو صرف غربیوں کا اور محاجوں
اور کارکنوں کا حق ہیں اور جو ان پر مقرر ہیں۔“

ایلی نظر قارئین اور خدمت حکیم مفسر اضافات فرمائیں
کہ اس طرح کا ترجیح پڑھ کر کوئی بھی پرشمندر قاری جھلائیں

وَخُصْسِنَهُ حَالَ إِذَا خَاهَنَ.

بڑا انھی کی سی چال۔“
گھنٹا دسنا کچھ نہیں مقصود قرآن تھیک وہی۔ ہے جو
شیخ الہند کے ترنے سے ظاہر ہے۔ زبان قرآن نے بامحابوہ
استعمال کی ہے۔ جب بڑی کہا جائے کہ خصُن این انشاء
تو یہ ترجیس نہیں بڑا کہ ھسو جہاں تھمارا دل چاہے۔ بلکہ یہ
ترجمہ کیا جائے گا۔

”جہاں چاہے گو کھانے پھرے“

”حکم لائے پھر جہاں چاہے“

”خاک چاؤ جسں تھاں چاہے“

قرآن کی تمثیل کا علتی توصیف کیجیوں سے ہے تو کسی
مخصوص سے راہ برداری سے بلکہ وہ عام روشن باتیں جو چھلوٹ نے
اختیار کی تھیں جو وہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے بعض بیلوں
کے قھوئے یہی تھاوسے بھی ہیں۔ جو دلیرے انھوں نے
اختیار کئے دیے گئے بھی اور ہے ہو۔

تطویل کی معانی۔ یہ قرآن ہے۔ اس کی زبان عربی
میں ہے۔ ترجمہ بھی اردو میں یہی کی شان کا ہوتا ہے
ہے درد زبان تو سمجھی کے منہ میں اور قلم بھی کے ہاتھ میں ہے۔
(۵) آیت ۲۹۔ کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ آج مسلمانوں کا
ندان اڑا رہتے ہیں اللہ خود ان کا نداق اڑانے گا۔ اور
اپنی بوردنگ عذاب دے گا۔ آیت کے الفاظ ہیں۔
— سچھرا اشنا مختصر ہے۔ مدرج نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔
”الشان کا نداق ایکی خیں پہنچا لڑ رہا ہے۔“

اس ترجمے میں ایک لطیف خای ہے۔ قرآن کا مقصود
یہ بتاتا ہے کہ آج جو لوگ مسلمانوں سے سخواں کرتے ہوں
ہیں انھیں اُن کے اس بھر ماں درست کا دلہ عذاب اُبھ
کی صورت میں دیا جائے گا۔ خود مدرج نے تفسیری نوٹ میں
یہ افاظ لکھے ہیں:-

”بعنی ان کے تحریکی خوب سزا ایکی دیے کریں گے۔“
گویا جس طرح عذاب اُبھ فور پر نہیں دیا جا رہا ہے
بلکہ آئندہ دیا جائے گا اسی طرح اس فقرے کا مطلب یہی
یہی ہے کہ سخری سزا آئندہ ہے گی۔ مدیر کہ فی الحال باخنوں

اس کا ترجمہ مدرج نے پڑایا ہے۔“ اور تم لوگ
بھی مجھے جیسا کرو لوگ مجھے نہ۔“

یقظی ترجمہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی درج ذیل فقرہ
پڑھے:-

”زید کے انھوں کے طوٹے اڑ جئے۔“
اور ہر بی میں اس کا ترجمہ یہ کرے۔ ”طاس بیغاو
من بیلا خاپیدا۔“

ظاہر ہے اس عربی ترجمے کو پڑھ کر اسکے سچھاٹ
کھا جائے گا حالانکہ بطاطا ہری ”مناسب“ لفظی ترجمہ ہے!
کاش مدرج خوف فرمائے کہ خاص بخوض دباب
(ن) کے معنی گھنٹے کے آئے لہیں مگر اس وقت جبکے کوئی
گھنٹے کو قابل شے لفطاً بارکور ہو۔ جیسے خاصی لہماع۔
پانی میں لھسا۔ خاص القمر اوت مشکلات کی گھانٹوں
میں ھس پڑا۔ کوڈ پڑا۔ زیستا بخوض الیں۔ زید تاریکیوں
سے لا پڑوا ہو کوئھس پڑتا ہے۔

یہاں آیت میں مفعول مذکور نہیں پھر ”گھنے“ کا ترجمہ
کیا۔ اگر محاورے کو لظر انداز کر کے لفت ہی کی پروردی
کرنی تھی تو کم سے کم اتنا کرتے کہ لفظ ”باطل“ تقریبے میں
رکھدی تھی ہے کہ علامہ الوسی نے رکھا ہے یا ہے کہ شاہ
عبد القادر نے ترجمہ کیا ہے۔ ”اور مٹھیے تھے وہ بیج
ہلکے ماند اس کے کہ مٹھیے ہو تو باطل میں“ رحالان کر
یہ ترجمہ بھی مغلوب ہے۔ لکھائیوں چاہیے تھا کہ مٹھیے ہو تو

ہلکی ماند اس کے کہ مٹھیے تھے وہ بیج ہلکے
مولانا اخترف علیؒ نے ترجمہ فرمایا ہے۔“ اور تم
بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے میساوہ لوگ مجھے تھے۔
مولانا سودوی نے بامحابوہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی
”اور اسی بھی بخنوں میں تم بھی پڑے جیسی بخنوں میں
وہ پڑے تھے۔“

ہماری پاچڑی سے یہ ترجمہ بھی بخی نظر ہے۔
عمدہ بامحابوہ ترجمہ شیخ الہند کا ہے۔“ اور تم بھی چلتے

کر لانا مودودی کا یہ ہے — ”ادان کے دلوں پر
ٹھپٹا لگا دیا گیا۔“
گویا یہ سب حضرات صینہ قرآن کے مطابق جھوپل ہی
ترجمہ کرتے ہیں۔

دوسرا جھوپل یہ کہ ”میں“ کا محل نہیں۔ قرآن نے
فی قلوب یہ صورت نہیں کہا اعلیٰ قلوب ہم کہا۔ اور دو میں بھی معاوڑہ
”دلوں پر ہر“ بولتے ہیں ”دلوں میں ہر“ نہیں۔

شیرا یہ کہ قصہ کی تاریخ نامہ اور ترجمہ نظر انداز ہو گیا حال تک
اس سفر و رحلو خود رکھنا چاہیے تھا۔ فا یہاں صرف تعقیب ہی کے
لئے نہیں سبیت کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالجبار
نے اس کا ترجیح ”پس“ کیا۔ مولانا اشرف علیؒ نے ”جن سے“
اور حضرت شیخ الحنفی نے ”شو“۔ بہر حال نا کام ترجمہ ہوتا
چاہیئے تھا۔ لطف یہ ہے کہ چند یہی آیات بعد حب پر آیت
معمولی تغیر کے ساتھ لوٹی ہے تو مرحوم کے ترجمے میں کوئی جھوپل
نہیں پا جاتا۔ وہاں ”میں“ کی ”جگہ“ پر ”ہی“ ہے اور فا کا
ترجمہ ”شو“ موجود ہے۔ صرف بھی ہم آہنگ ہیں۔

تفسیر احمدی کی زیر تبصرہ دوسری جلد سورۃ توبہ پر
تام ہو گئی ہے۔ التوبہ کے ترجیح پر سب نے نظر ڈالا اب
اس کے تفسیری نوٹوں کا جائزہ باقی رہ گیا ہے تو انتشار اللہ
وہ بھی باقی نہیں رہے گا۔

- | | |
|------|-------------------------------------|
| ۲۵۰- | قرآن مجید کا جلیخ مجلہ |
| ۲۱- | آپ قدر رکیسے کریں |
| ۱۵۰- | ستران پر قلم |
| ۱۷- | رحمت العالمین ایک نظریں |
| ۱۴- | تفسیر ضیاء القرآن ہفتین تیار فی قسط |
| ۱۰- | مکتبات حضرت ملی اردو مع وجہی |
| ۸۲- | حدیث دفاع جزل الکبر جان |
| ۱۷- | تو ضمیح البیان شرح حفظ الایمان |
| | مکتبہ تحقیقی - دیوبندیار (پی) |

ہاتھل رہی ہے۔ جب یہ مطلب ہے اور فاضل مفسر بھی اس سے
متفق ہیں تو ترجیح میں والیہ نظرہ کیوں استعمال کیا جائے۔ اللہ
رہا ہے“ کا مصدق ان تو یہ ہو اک جس وقت یہ لوگ ترجیح کر رہے ہیں
ہیں اسی وقت ان کا ترجیح ان پر اک اٹا جا رہا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ ان کو
تفسیر کا بہر دے سکتا۔“
شاہ عبدالجبار اور نے یہ ترجمہ کیا۔ ”اللہ تعالیٰ انکو جزا
ٹھٹھے کی دے سکا۔“

حضرت شیخ الحنفی نے یہاں خالصۃ الفاظ کی پیر و سی
کرتے ہوئے یہ ترجیح فرمایا۔ ”اللہ نے اسے ٹھٹھا کیا ہے۔“
یہ نظرہ بخوبی اعتبد سے واضح کا بیان ہے قرآن کا
لفظ سیخ چونکہ واضح ہی کا صیغہ ہے اس لئے لفظی اتباع
میں ترجمہ بھی اسی کے مطابق کرو ریا جاتے تو اعراض کی بجائی
نہیں لیکن ”اللہ نے ہے“ واضح نہیں حال ہے اور حال
کے لئے عربی میں مضامع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا
یہ ترجیح سے لفظی روایت کا حامل ہوا اور معنوی روایت کا۔
(۱) آیت ۲۸۲:- وَطَبِعَ عَلَى مُلُوْكِهِمْ فَمَمْلَكَةٌ لَا يَقْعُدُ
مُلُوكُهُمْ کا ترجیح۔ ”اور ان کے دلوں میں بہر لگتی رہی وہ
بچتے ہی نہیں۔“
اس میں کوئی جھوپل ہیں۔

ایک یہ کہ طبیعہ کمیتہ بھوپل ہے مگر ترجمہ بصیرۃ معموٰ
کیا گیا۔ جھوپل سے معروف کی طرف یا معروف سے جھوپل
کی طرف گریز کسی معمول پر اپرتو سائب کہا جا سکتا ہے لیکن
یہاں کوئی وجہ نہیں۔ ”لگ کوئی“ کی بیک“ لکھا دی جسی“
ہونا چاہیئے تھا۔ مددح نے اتباع مولانا اشرف علی ٹھٹھا ہیں
ہے اور اس کے لئے الفاظ بھی ہیں مکتاب ایمان نہیں میں
ہونا چاہیئے بھوپل جس کی نہیں۔
شاہ عبدالقدوس کا ترجیح یہ ہے۔ ”اوہر کی گئی ہے
اوہر دلوں ان کے کے۔“
ترجمہ ایمن نہ کا ترجیح یہ ہے۔ ”اوہر کردی گئی کے
دل پر۔“

از۔ وحید الدین سعید۔ حیدر آباد

پروردہ اور حدودِ حجابت پر ایک فیصلہ کن بحث

اچھے سے کوئی دس سال قبل مامہماں "رقابہ زمانہ" میں ایک مقامی اور جدید علم رہنمای کا ایجاد ہاں بحث مخصوص انٹرویو شائع ہوا تھا اور اسی زمانہ میں ملت کے اہم ترین مسائل پر لفتگوئی بھی تھی۔ اُسی زمانہ میں حیدر آباد سے مولوی ابوسعید چہاڑا (سابق امیر جماعت اسلامی شہر حیدر آباد) کی ادارت میں "صادق" نام کا ایک ہفتہ بار اخبار شائع ہوا کرتا تھا۔ درآمد الحروف نے اس انٹرویو پر "ہیں خواست میں ہنوز....." کے عروان سے ۳ نمبر کی صفحات پرستیں ایک طویل تقدیری مضمون لکھا تھا اور یہ ہوا کہ فحکاریہ بالغ قسطیوں میں شائع ہو۔ لیکن "صادق" میں صرف پہلی ہی نقطہ بھی تھی کہ یہ اخبار بند ہو گیا اور مضمون کا پڑھنے کی وجہ سے روگیا۔

لذکرہ اشڑو میں پروردہ اور حدودِ حجابت سے متعلق کولنا مودودی مظلوم الحالی کے انکار در آراء پر بھی اعتراض کئے گئے تھے اور یہ باور کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ کولنا معاالمیں انتہا پسند واقع ہوئے ہیں اور ان کے مقابلے میں مولانا عبدالحید دریابادی روا و عذر ان پر کامران نظر قائم ہیں۔ چنانچہ اس دعویٰ کی حقیقت یہ ہے ۹ قارئین اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ دسمبر

چاربیواری کا پردہ نقطی طور پر کتاب دست می
تو نبات نہیں۔ ۷۔ دھنباہ بن عبدالماجد
یہ بھائی احکام شرع شریعت سخت پروردہ کی
حایت میں ہیں ایک نفقة نظر ہے اس سے زیادہ
نہیں۔ شرع شریعت میں گنجائش ہے کہ تو میں سخت
ماتبی کے ساتھ ضروریات کی کمی کے لئے ہر چیز
(رقابہ زمانہ۔ جنوری ۱۹۷۴ ص ۲۵)

لہلی الواقع شریعت اسلامی کا نشاہد کیا ہے ہم اس کی
وضاحت کر دیں چاہئے تھی۔
۷۔ سخت اور پچھلہ اوقاف نظر تو حباب صدر کا صرف
طبع را اوقاف نظر معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذمہ

پروردہ کے متعلق "۷۔" کی دہی پالیسی ہے جو منہ میں
شرع شریعت ہے۔ لیکن پہلے قابل توجہ ہے کہ ایسا
شرع شریعت میں پروردہ کا دہی احتصار ہے جو ہم طور پر
مجھے ہیں۔ اس سلسلے میں شرع ہی سے ہمارے
پاس رونقاۃ نظر یا سخت نظر ہے ہیں۔ ایک ترددہ
جو پروردے کے پار ہے میں ایک سخت نقطہ نظر
رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو کس قدر پچھلے دار
نقطہ نظر رکھتے ہیں، جیسے موجودہ دوسریں ہم لہلی
مودودی اس نقطہ نظر کے حامی ہیں کہ پروردہ کو
شدّت سے ساتھ نہ لے کیجا جائے۔ اس لئے بخوبی
مولانا عبدالحید دریابادی لکھتے ہیں کہ پھر ۹ اور
۱۰ جیسا اس مجلس کے ۱۱ کو حذف کر دیا گیا ہے جس کے دھندر ہیں۔ کیونکہ یہ غیر صرف افادہ عالم کے شانش کی وجہی ہے۔

تبصرہ نئی تھی پر مولانا نے کتاب کے مطالعہ کی کسی پیروز و سفارش کی ہے، مثلاً حظہ ہو۔

"موجودہ دور میں تو اس کتاب کو ہر بڑھ لکھنگر میں ہونا چاہیے جو صانع تعلیم یا فنگر وہ کے حق میں تو اس کا مطالعہ اکیرہ ہے۔ کوشش کر کے اس کے لئے ہر بیک لائبریری میں کاغذوں اور یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں بھجاتے چاہیے اور اس سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ ایک ایسا تحریب نہ ہوں سے مدت سماحت کریے اسے ایک بار تو شروع سے آخر تک پڑھدا ہو ایسا جاتے۔"

ایسی تحریر نے مسلسل میں مولانا عبد الماجد حسینی جاگہ جگہ اصل کتاب پردہ کے اقتباسات بھی نہیں دیئے ہیں جو ہمیں بخوبی طوالت یہاں حدوف کر دیا گیا ہے۔ اس پرستے تبصرہ کو پڑھ جاتی ہے۔ اس فاضل جملے کے قلم صدقہ نواز سے کتاب "پردہ" پر تقدیم و اختلاف کا ایک نقطہ بھی نہ ملے گا۔ مشرع سے آخر تک پر تعریف ہی تعریف اور ہمیں یہ تحسین کے کلمات پر یہ تبصرہ مشتمل ہے۔ اس مستند راستے کے بعد جاپ صدقہ کے اس ارشاد عالیٰ "مولانا مودودی" اس نقطے نظر کے حوالی ہیں کہ پردے کو شدت کے ساتھ تافذ کیا جاتے ہیں۔ کیا انہوں باقی رہ جاتا ہے؟ ایک عالم آدمی بھی کچھ سکتا ہے!

تھہ چکدا رفاقت نظر کی تائید میں، مولانا عبد الماجد دیا ایسا کے جو الفاظ اشڑوں میں پیش کئے گئے ہیں۔ اتنا میں ان کے ربط معمون کا اندازہ نہ ہر کا تھا ایکن خیال تھا کہ مولانا کی سرستے اس کتاب "پردہ" سے پہلے کی ہے۔ اس کے باوجود احکام پردہ۔ متعلق مولانا عبد الماجد کے انکار کی اس اس حقی اور خود اُسی کا سرتب کر دہ جمیون مضمایں انشاء ماجد" کی دو جملوں میں بھی اس پر ضموم پر کچھ نہیں ملا۔

وہی اشارہ میں اتفاقیہ طور پر مولانا غلام رسول دشکر برتر کی سرت کردہ کتاب "مضایں عبد الماجد" ہاتھ لئی دس میں "پردہ کے محدود" کے مزید عنوان ایک منفصل ضموم

کوئی اصول کا فراہمی ہے۔

۵۵ یہ راستے مولانا مودودی کی "ایسی پردہ" پڑھنے پر جو اعتماد کے ساتھ دست دی گئی ہے حالانکہ "پردہ" اسلامی کتاب ہے اس کا مقصود

تبصرہ مولانا عبد الماجد دریا بادی کے قلمب سے ۲۷ اگست ۱۹۷۴ کے صدقہ "میں نکل چکا ہے۔ اس کی چند عبارتیں

یہاں قبل کی جاتی ہیں:-

"شریعت اسلامی کے سائل جواب صرفی عدم اخلاق و مسائل متعلقہ کے خلاف جو اسلام اور پردہ

زور پر گذشتہ انسانوں کی طرف سے عصمه دراز سے جاری ہے اور یہاں کامیاب ہونگی اسے کو غیر تو غیر انسانوں کو غلط پردہ" سے خرم آنے لگی ہے۔

اور اس اگر کوئی پردہ اس علم "آزادی" ملکوں

خیالی" کے نزد میں بھی اختیار کے ہوتے ہے تو گویا وہ کسی شدید ہرم کا حجم ہے اور اس کے ساتھ مذاقہ زیادہ سے زیادہ یہ ہر سکی ہے کہ اس پر ترس کھا کر

اس کے چکوڑا یا جا سے بخزن طور پر ضرورت پر دہ پر اور عکایت پردہ میں اپنے اچھے رسالے اور مقامے لکھ جا کر یہ میکن ضرورت اس کی حقی کر کر پردہ حن اٹھاولہ اس مسئلے کے سامنے ساتھ متعلقہ کو الگ

اُن پر ایک جامع و مختصر بحث کرنا اور بعلم مناسکے باہمی شریعت کے لیے ملکی نظام کی جزویتیں لے دو اور اس پر

جو اس کی ملکیہ اور تحریک کے ساتھ مذاقہ کرنا۔"

"اللئے اس خدمت کے لئے وقت کے درسے مسائل دوڑ جائزہ کے درسے ذمہ اور مولانا کے طرح

مولانا ابوالعلاء مودودی کو پڑھایا اور مولانا کے قلمب سے اس بحث پر ایک جامع و سبوط اصنیف شائع کرائی۔"

"کتاب کی اصل خوبیں تو کتاب ہی مطالعہ سے نظر سکتیں جو صفت کے استدلال حکم کا علم تو جب ہو سکتے ہیں۔ جب خود نہ یقین کو ادا کرے تو تحریک ایک سیار پڑھ دیا جاتے۔"

چہرے کے حکم اور نقاب کے مسئلے پر مولانا مسود ودی نے علمی و عقلي تامہرلوؤں سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے ہو تو چہرے کا ٹھلاڑ کھنا صحیح نہیں ہے۔

۱۵ خواتین کی عفت آئی کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کی صورت کو یہاں جس غیر محتاط طریقے پر میان کیا گیا ہے اسکے بر عکس اسی مضمون کو مولانا مسود ودی نے کس قدر احتیاط و توازن کے ساتھ اپنی کتاب "پردہ" میں حاجات کرنے گھر سے نکلنے کی اجازت "کے تحت لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

..... وہی فی جو یہیں کہ حکم قرآن
کا خداوند نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے بھی
قدم باہر نکالیں ہی نہیں۔ حاجات و ضروریات کے
لئے ان کو نکلنے کی پوری اجازت ہے۔ مگر یہ اجازت
نہ غیر شرط و طبیعہ نہ ہے جو عورتیں اس کی مجاز نہیں۔

لہٰ رود کے مشہور ادیب اور شرقیات کے اکابر خواستکار مسلمان
نے ہجر زمانے میں "عورت اور اسلامی حکیم" والی کتاب لکھی تھی تو
پہلی مرتب اپنے مسودے کو مولانا سید سیام ندوی کے پاس روانگئے
ہوئے خواہش کی تھی کہ وہ اس کو ملاحظہ نہ کرے اور اس پر مقدمہ مسجدی
ٹھیکیں۔ مولانا مرحوم نے اس کے بعض مقامات سے اختلاف کیا۔
اور اس پر مقدمہ ملکہ بغیر ہی مسودہ دلپس کر دیا۔ اس کے بعد اس
کتاب، کی اشاعت میں تاخیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ماذکرہ مرحوم صاحب
لکھتے ہیں کہ۔

"اس دوران خود مجھے غور و نکل کا موقع ملا۔ پہلے
میں پردہ کی بحث میں یہ ثابت کرنے کی کوشش
کی تھی کہ نہ چھپانا اسلامی پرستی میں مثال نہیں
لیکن بعد میں مزید مطالعہ اور قرآن و حدیث پر
نہ اداہ دلت نظر سے غور کرنے پر میں اس تصور پر
یقین کرنے بھی اس حکم میں شامل ہوئے اور یہ بھی
دو ایک جگہ حقیقت میں تجدیبی کی ضرورت نہیں
ہوئی جتنا پھر میں نہ صرف دامتدا صفحہ پر

شامل ہے۔ یہ مضمون اندازے کے مطابق مولانا ابوالاعلیٰ
مسود ودی کی "پردہ" والی کتاب سے بہت پہلے ہی کا نکلا۔
اور شاید اس بتاہر "افتتاحے ماجد" میں اس کو شائع
کرنا مناسب نہ سمجھا گیا ہے۔

ہمارا الگ حدود و حجاب اور حدود ستر کے خاص فرق
کو ملحوظ رکھا جاتے تو یہ بحث ہی حتم ہو جا سکتی ہے۔
مولانا عبدالمالک جاد نے حدود پردہ پر اپنی تحقیق میں یہ
چیز کھا تھا اور ادب اس کا درجہ ثواہ بچھے ہی ہے مولانا
نے نہایت احتیاط سے کام بیساہے اور "چہرہ" کی تعریف
یوں لکھی ہے:-

"چہرے سے مراد صرف چہرہ ہی ہے نہ کہ چہرے
کے خواتی و اطراف اور جس شتر کے کھلے رہتے
کی اجازت ملی ہے وہ صرف آنکھیں، ناک،
منہ اور رخادریں کا ایک حصہ ہے جسے ٹھیکھے
اور دمیں "چہرہ کی چیزاں" کہتے ہیں۔ کان، نکلا،
کپٹی۔ میر پشاوی کا اور پر کا حصہ اُن میں سے
کھی شتر کے کھلے رکھنے کی اجازت نہیں۔" (دھلان)

"چہرہ کا پردہ اور چار دلیواری کا پردہ مسجدی
ناقص ہم و محدود تھیرت میں لازمی اور قطبی ہے۔
پردہ کتاب و منع سے نہیں مکمل۔ بلکہ چہرہ قسم
کی امکان قوی یا احتمال ہو رہا ہے تو پردہ درود
کے علاوہ دس سفری پاہنڈیاں بھی ضروری ہو
جائیں گی۔ اسلام نے ان پاہنڈیوں سے روکا
ہے کہ نہیں ہے۔" دمہنیعی عبدالمالک جاد تحریر علام
مولانا کی ان عبارتوں پر غور کیا جائے تو یہ تجویز افکار کا حصہ
ہے۔ ۹۔ چہرہ کے ایک معین مضمون کے ساتھ اور جس زمانے میں
چہرہ دھکانے کی اجازت دی گئی تھی، کیا آج کے قریب پرورد
حالات اور ایمیسی سماج میں اس اجازت کا استعمال
کر کے شرم و چراو ٹھہارت جنم و روح کے وہ غمات حمل
کئے جا سکتے ہیں جو اسلام کا مطلوب ہے؟ — چنانچہ

سامان فراہم کرنا یا کوئی صحیح رہنمائی ہے؟ — بعض لوگ جدید ضروریات کا سماں اسے کر عورتوں کی آزادی کا یقیناً طالبہ کرتے ہیں کہ اسلام لا ٹھکون غریب اور مزدور عورتوں کا بھی پڑھتے ہیں کہ اسلام لا ٹھکیں پھرہ دکھانے اور گھر سے باہر نکلنے کی حلی آزادی ہوئی چاہئے تاکہ وہ فیکٹریوں اور ہستیوں میں کام کر کے اپنا روزگار فراہم کر سکیں۔

بطاہر یہ طالبہ بڑا حق اور در دمن ہی سے معزول اور ہوچکا میکن اسلامی معاشرت کے اصولوں اور آن کی حکمت پر غور کیا جائے اور اسلامی معاشرت میں عورت کے مقام مرتباً کو کچھا جائے تو یہ طالبہ ایک منطق سے زیادہ نہیں رہ جاتا بلکہ یہ ایک طالبہ نہ ظلم میں تمدیل ہو جاتا ہے۔ اگر تنزکتے خال مظہور ہو تو مولا ناصد المأجود ریاضتی کے ہی ظلم سے نکلی ہوئی یہ عبارت پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔

”اسلام نے چونکہ عورت کے سر گھر کی ذمہ داریاں خانہداری کا استقامت اور نسل انسانی کی پرورش و تربیت کا بارہ ڈالا ہے، اس لئے کسی معاشرت سے اسے بالکل آزاد رکھا ہے۔ مکاکر لانا اور گھر والوں کو کھلانا فرض ہر کا ہے۔ ععنی شوہر کا پابا، بھائی کا بیٹے کیا کسی اور ولی جائز اور فسر خاندان کا۔ اور جن شاذ صورتوں میں عورت

ان ساری لعنتوں کے ہو ہو، وہاں اسلامی حکومت میں تو خود حکومت کی طرف سے اس کی خبرگردی کی جائے گی اور بد نعمتی سے جہاں اسلامی حکومت ہیں وہاں بھی اسی پانصیب عورت محل کی پڑھوں کی خوشی زادیوں کے داسطہ سکانی دعویٰ کو برداشت کا کام اسراہ قات کیلئے احتیا کر سکتی ہے۔“ (ایک سو شش سے از مولانا)

چہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں اسلامی معاشرہ کی ذمہ داریاں خود مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ مسلمان اپنے معاشرہ کے توازن کو برقرار رکھنے اور اس کو تبلیغی سے

ہیں کہ آزادی کے ساتھ چہاں چاہیں پھریں اور مردانہ اجتماعات میں مغلی جائیں۔ حاجات د ضروریات سے تحریکت کی مراد دیسی داعیی حاجات د ضروریات ہیں جن میں درحقیقت سکلا اور باہر کام کرنے امور توں کے لئے ناگزیر ہو۔ اب تماہی ہے کہ تمام عورتوں کے لئے تمام زمانوں میں نکلنے اور نہ نکلنے کی ایک ایک صورت بیان کرنا اور ہر ہر موقع کے لئے رخصت کے علیحدہ علیحدہ حدود مقرر کردیا جا سکن نہیں ہے۔ البتہ شائع نہ زندگی کے عام حالات میں عورتوں کے لئے نکلنے کے حق قوانینے مقرر کئے تھے اور جو اس کے حدود میں جو طرح کی ویشی کی تھی اس سے فائز اسلامی کی اپریٹ اور اس کے رجحان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور اس کو صحیح کر انفرادی حالت اور جزوی معاملات میں تجاویز کے حدود داد دینے قدر نہیں کے لحاظ سے ان کی کمی و بیشی کے اصول پر شخص خود معلوم کر سکتا ہے۔“ (پروردہ صفت ۲۳۹ پرالاٹیشن)

میلانا نے اس عبارت کے اگلے حصہ میں ضروری مذکوریں دے کر حدود و موقوع کے سمجھنے میں بھی بعد بھم سنجائی ہے۔ اب اس پچھے تسلیقطہ نظر کر ترک کر کے ذوق غریبانی کا

رکذ شستہ صفحہ کا پتیہ) یہ مقام ہی بدل ٹانے بلکہ پورا مضمون نے مرسی سے دبارہ لکھ کر اسے شائع کر دیا۔ جب یہ طبع و نسخہ ان کی خدمت میں نکلا تو انہوں نے اس کی تعریف فرمائی۔“

(علامہ یوسف سلطان ندوی رحم، اذکار ۱۷۵۹)

معارف - سلطان ناصر مسی ۱۹۵۹ء

اس داقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی کہ خود مولانا سلطان ندوی بھی صدود حجاب میں چھرہ دکھانے کے قائل نہیں تھے۔ اور مقام پر ہے کہ مسلمانوں کے الجی بھی رہنماؤ جو درمیں جن کا مطالعہ قرآن د حدیث والکر رام صاحب کے درجہ پر بھی نہیں۔ (دھیوالدین)

کو تباہ نہ کیجئے۔ آپ اس مقام پر پڑیے جہاں آپ کو رکھا گیا ہے۔ آپ کی گود میں ہماری اولاد کھینچ رہی ہے۔ آپ فخر کیجئے کہ آپ کو ایسا مقام حاصل ہے کہ آپ پر کوچھ معنی میں مرد بنا سکتی ہیں۔"

"اسلام نے حورت کو حورت، اس لئے کہا ہے کہ وہ چھائے جانے کے قابل ہے۔ چھائے جس کا حصہ کے ہم بھنوں تک باوس کے مخنوں تک، اور گردن تک عالم جنم کو مخفی رکھنے کا حکم ہے۔ اگر اس میں سے کوئی حضرت نہ چھا بہو تو حورت حورت نہیں رہے گی۔ لہذا کم پوش جائز نہیں۔ بدستی سے ہماری بھنوں کا بہاس اور پر سے بچے اور بعض حالتوں میں بچے سے اور ارمے ہے۔" (صدقی، ۱۹۸۷ء)

یہ حالت تقریباً تصف صدی علیے کی تھی تو یہ بتانے کی مزید ضرورت نہیں کہ اب وہ ملت گھاں پر بچ کی ہے جس کا حکم نواب صاحب جسے خاص انسان کو حداں ناق بھانے، درا میں سنبھالنے تے بر ق آسا شوق نے اسکو کس درجہ بتا ہی پر بخواہا ہو گا۔ اس کا اندازہ سکل ہے۔ خلود تعلیم کے رواج اور عرض نسبت بخوبی ہوتی اشتہر نے جذباتی ہیجان بر پا کر کے ایک اسی لگادی ہے اور لڑکوں میں اعلیٰ تعلیم کا خوش توا پیغ غلط نساج کے لحاظ سے ایک طوفانی بے چیائی ہے جو ستمہ معاشرے کی وجہ پر بھر رہا ہے اور آج عام صورت حال اس درجہ نازک تر تھی اور تمام تر کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ شرم و چیزیں دریافت ہی اپنی تہذیب کے اڑا دی جائیں۔ اور ان تمام ایسے رومنا چو جانے کے بعد ضرورت پر وہ کو ایکست قطع طریقہ کا خود ری بہت گھروں میں بھی ہوتی تشریف اور ایسے جو حصے پڑھا پڑھا کارکھیں باہر لانے کی ہے یا اس اب بہادر یار جنگ، مولانا عبداللہ جد در یادی اور مولانا امدادی زیر زیادہ شدید ہو کر جملہ دسائل اشیاء کو

بچانے کے لئے خودا نے طور پر اس مسئلہ کا حل نکال سکتے ہیں اور الگ اسلام اس طرح کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو اس سے زصرف مسلم خواتین ہی کی مشکلات اسان ہو جائیں گی بلکہ بیسوں صدی کی بیسب مادہ پرستہ تہذیب میں حورت جو ایک ھلوانی بن کر رہ تھی ہے اُس کے محض انسانی اور سماجی مرتبہ کا تحفظ ہو جائے گا اور اس تحریہ سے دوسری قسمیں بھی فائدہ اٹھانے کی طرف مائل ہونگی۔ دوسرے جدید کے یہاں سو فتنوں سے مسلم معاشرہ کی فضاحت درجہ سوم ہو جوی جا رہی ہے۔ الگ جھا کا جملہ ایک عرصہ سے اس طعنان کے مقابلے میں جدوجہد کر رہے ہیں لیکن ابھی تک ہمارا عمومی ذہن ہمارے پوستکار نواب بہادر یار جنگ علیہ رحمۃ اللہ نے آج سے کوئی چوتھی برس قبل نہ انہ اسلامیہ کا لج لا ہو رہیں اپنی ایک تقریر کے دوران حقائق اسلامی کا انہا کرنے ہوئے مدت کو اس طرح جو نکایات کھا۔

"آنسوں کو اب ہمارا چراغ خانہ شمع بخفن بنتی کی طرف مائل ہے اور یہ تمباں بیدن زیادہ ہو رہی ہے، شاید بھر کی پیغمبیر ہماری ماں بھنوں کو شکر معلوم ہوتے تک ہیں اور اسے دماغ و جسم کی صلاحیتوں کا منظاہرہ کرنے کی ضرورت حسوس کر رہی ہیں لیکن دنیا کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ مشرق اور اسلام نے اپ کو جو کچھ دیا ہے وہ کافی ہے آپ بھر میں اولاد پیدا کر کے اور ان کی تربیت کر کے اُس سے کہیں زیادہ خدمت انجام دے سکتے ہیں جتنا آپ باہر آ کر دنیا چاہتی ہیں۔ وہ جماعت گھاں بیگزادی موجود ہے اُن کا نظاہر معاشرت زیر پر ہم پڑھ کرے اور وہاں کے مفکرین اس قدر ہیں کہ حورتوں کو اُن کی اصلی جگہ پر دوبارہ کس طرح لا یا جائے۔ میں اپنی بھنوں سے بارہ بیت کروں گا کہ خدا کے لئے اپنی سو راتی اور معلم

صفائی معاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مولانا اشرف علیؒ نے معاملات کی صفائی کے شرعی طور طرین بیان فراہم ہے۔ بڑے کام کا رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۴۰ روپے ہے۔

معجزہ کیسے ہے؟ مولانا محمد طب حب: ہتمد ارجاعی
دریوں کی ایک تکڑا لگنے پر تفہیم و تتفہیم کی روشنی میں۔
محروس کے تمام پہلوؤں پر علم و تفہیم کی روشنی میں۔
قیمت مجلد ۲۵ روپے ۱۵ پیسے۔

شہد ائمہ مدرس شہد ائمہ مدرس کے تحقیر حالات و
وقایت۔ ایک روپیہ۔
فتن اسلام الرجال (از)۔ مولانا نقی الدین مظاہری
علم الدین کا نام اور اولوں کے حالات پر ہے اور ان حالات کو تجھنا فتن اسلام الرجال
پر تحریر ہے۔ اہم احادیث رسول سے دلچسپی رکھنے والے
شامی یہی مسلمانوں کے لئے یہ کتاب بہیاد تی خواہ کی حالت
ہے۔ قیمت۔ ایک روپیہ ۱۵ پیسے۔

مکتبۃت حجۃ الدافتان حضرت شیخ احمد سمندی
کے خطوط تمام اول علم
میں ایمان و عرفت اور شریعت و طریقت کا تعمین سمجھے
گئے ہیں۔ ملکیں اور دوست ہم کی صورت میں انھیں پڑھنے
محمد حبل الدلیل۔ پہنچہ ۱۵ روپے۔
جلد دوم۔ اٹھارہ روپے۔ جلد سوم۔ پندرہ روپے۔
فضائل نماز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
کی مشہور کتاب۔ علمی طباعت کی جانب
قیمت۔ ایک روپیہ ۱۵ پیسے۔

حدیث و فرع (جیزل اکبر خان) مجلد ۱۲
مکتبات حضرت علیؒ (مع اردو ترجمہ) ۱۰ روپے۔
تصوف کی حقیقت (شوافعی اللہ) ۱۰ روپے۔
مولانا عبداللہ بن حنفی القرآن ناقہ ۱۰ روپے۔

مکتبہ تجبلی۔ دیوبند روپیہ

استعمال کر کر کے انھیں اسلامی تعلیم کو سمجھانے اور پہاڑت
حجاب دینے کی ہے؟ — یہ ایک اہم ترین سوال ہے
اور اس کے دونوں پہلوں پر تحریر و تخریب، اسلام و حالمیت سے
لے کچھ ہے۔ چنانچہ اس کا جواب اب ملت کے اجتماعی نیصلہ
پر تحریر ہے کہ وہ ایجاد تلاج و بقاہ اور تمدنی سی تحریف و بتری
کے لئے کون سی راہ اختیار کرنی ہے؟

ہفت روزہ عزم (لکھتو) کا خاص منبر

جد و جہاد آزادی کی تاریخ۔ شاعر کیا تھا۔ ہم کہاں پہنچے۔
ان تمام امور پر نہایت دقیع و درجیں اور بصر از عصا میں۔
نظم و نثر و نو نو معیاری بوارہ لکھ۔ یہ سچیم تھرا پکے مطالعہ
کا پیزہ ہے۔ قیمت۔ پانچ روپے ۲۵ پیسے۔
پہلی فصیت میں طلب زرائیں درست ہمیں ہوں گے۔

ذکر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب

آپ جاتے ہی ہیں کہ عجی حضرت اپنے سوانح ملائکوں کو دہائی کے
لئے بات کرتے ہیں۔ ۱۹ میں محمد بن عبد الوہاب کے نام نامی کی طرف
نشبت ہے اور اس نسبت کو کمالی کے طور پر مستعمل کیا جاتا ہے۔ مگر
سچائی کے مقابلہ میں تو اس کتاب کا مطاعدہ فراہم کروں اکارس حقیقت آگاہ
ہوں کہ محمد بن عبد الوہاب کے قدر مذکور شیخی دینی بخشش میں اور دین
ملکیتی خواہ تھے۔ انگریز دوں انھیں بدناہ کیا اور عجی لگوئے اس
بدنامی میں رجاندگائے۔ اس کتاب کے صرف قظر سے کامی شروع ہے
ماضی احمد بن حجر میں اور ترویج صفحی الرحمن الاطیفی نے کیا تحریر کے
علوہ ناصل فضل تحریر تھیں قیمت لوٹ بھی جو اشیٰ پر بڑھائے ہیں۔
قیمت۔ سانچہ چار روپے۔

جمال مصطفیٰ درد قریشی کی محتوں کا دل کش جمود
قیمت۔ ایک روپیہ

دین و شریعت اردو ادبیں۔ قیمت مجلد ۲۵ روپے
انگریزی ادبیں۔ ۱۵ روپے۔

د جمیل بریجان ندوی پچھا اسلام کی تائید
البصائر، اعلیٰ

وین شریعت کو تھام پہنچا وار چا گروہ

کہ اسلام سب سے آخری بینا ہے۔ یعنی کہ اسلام اسی کا نتیجہ ہے۔ لغت کی تکلیف میں اس طرح تکلیف و محض طور پر یقین ہے اسی کا دوسرا سے دوسرے دین کے آئے کا امکان ان بھی نہیں ہے وہ اسی کا دوسرا دین ایسا ہے۔ اللہ خاتم النبیوں میں جو اپنے خود شریعت کا دین ہو گیکی ہے۔ اسی دین کی صفتی یا خازی تکلیف ایسا ہر جزی کا نتیجہ ہے۔ یا اپنی نبی کے آئے کا امکان کیا لہذا کے نتیجے میں شرعی و عقلی دو توڑے طبقہوں پر قسم ہو گیا ہے۔ اور کوئی نکلی پیرش بیعت دیکھی ہے۔ اور اس کی نصوص سے تماشہ کرنے والے اسی سماں میں اپنے اور قیاس و استنباط کے صریح اخراجی سے مناسب حل کالائے ضرورت کی ہیں کیونکہ زندگی و باقیتہ شریعت کی بھی عالمت ہے کہ وہ کسی بھی ناسے میں کیابی مسئلک کا حل میں کرنے سے قصر و عاشرہ ہے۔

جیسا قلمبین اسلام کی فوج خدا کا ہے

اینہ کے اسلام کی فوج تک جوں پہنچا وار چا گروہ ہے۔ اسی نتیجے میں اپنے نہایا، دیکھو، یہ اسلام کی خود رہا دشمنیت اور احکام کی حفاظت کرتے رہے۔ اس تک دیکھو اس کی پاہنچ دی کر کرے رہے اسلام کے دارکاری و تقدار و محنت سے انہوں نے اپنے خواہد نہیں کیا اور جو یہ ماں کے کے کے میں کی خدمت ہو جو دیگی ہے تو ستمادی میں اس کا کام ہے اس کا کام ہے۔ کوئی بھی شریعت کی روشنی میں اشکار ہے کہ تکمیل کے طلاق اس کا نکال لئے ہے۔

باوقل اسی طرح دشمنیت اور یقینیت وہ افراد اور کوئی وہ بھی پیدا ہوتے رہے جو دین کے ضرورت کے طلاق اس کا

شریعت کے احکام و اجر الات تباع ہیں

شریعت کے منصوص اور امر و احیب احکام اور مقرر کردہ حدود چلے ہے وہ عبادات سے متعلق ہیں یا معاملات اجتماعیات اور سوسائٹی کی دوسری چیزوں سے ہر مسلمان کے لئے واجب الاتبع ہیں، ان کی مشروطیت کا منکر کافر ہے اور مرتد ہو جانے کے جرم میں اگر شریوط توہین مرتدا کے ماتحت توہین کرے اور اسلام کے دائرہ میں وہیں نہیں تو واجبنا قتل ہے۔ اس کو جان پر چکر مسل جھوٹنے والا بھی قبیلہ کے آسان سے آسان اتوال کے مطابق رائی غیرہ ہے۔ یہ حکم ان غیر مختلف فیہ احکام کے بارے میں ہے جس میں واضح فرض موجود ہے کہ اس کے بعد اجتہاد و قیام کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں فرضی جیزی اور فرضی احکام جس میں واضح فرض نہیں ہے افسوس میں تعدد ہے یا کی توجیہات نہ رکھا ہیں یا اجتہاد و قیام کی توجیہاں ہے وہ اس سے خارج ہیں بلکہ ان میں اجتہاد و تلقف، احمد و بخاری، صحیح طرقہ پر شریعت کی حکمت معلوم کرنا اور علمی اختلاف کے ذریعے صحیح حل پیدا کرنے کا نہ ہے بلکہ حسن نیت اور اجتہاد کی ضریب کی موجودگی میں اور صدقہ درست کے وقت، واجب اور ضروری ہے اور ضرورت کی حکمت سے قریب تر صحیح حل میں کرنے والے اخوش قسمت درثوابوں کا سبقت ہوگا اور اجتہادی غلطی کوئی نہیں ہے کوئی ایک اجر اس سے حسن نیت اور سمجھی دھنہ کا نہیں ہے مذکور اور یہ اجتہاد اس نئے شرعی و عقلی طور پر ضروری ہے

خود ہو گا، لیکن اگر مسلمان اس کی حرمت اور وحوب کے قابل ہے تو وہ بادیوں گناہ کے اسلام کے ائمہ میں رہتا ہے، لیکن خدا کی نازل کردہ حکمت و حلت یا فرائض کا عقیدہ انکار کر دینے والا بھی پہلے گروہ کی طرح فرمی طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۳) دلیل تکالیف اسلامی حجہ ماسن کامنکر گر وہ

تکالیف گر وہ وہ ہوتا ہے جو دل سے اسلامی نظام کا قابل ہی نہیں ہوتا اور اسلامی نظام جات میں اسے تقسیم کر لیتے ہیں، اسلامی عبادات اسے مدنظرِ علوم ہوتی ہیں اسلامی نظام مالیٰ ستر، نظام میراث، ظلم اور نظامِ اقتصاد غلط بنیادوں پر قائمِ نظر آتا ہے کہ دہ بھلا سود کو کیون جرام کرتا ہے جب کہ تہذیبِ حاضر کے رُك و ریش میں سورہ سراء میں لئے ہوئے ہے۔ اسلام کا نظامِ حدود جنایات تو اسے سب سے بڑی درندگی اور وحشتِ علوم ہوتی ہے کوئی عصر حاضر کے فریب خود وہ تکالیف نے اسے چوری، دلتنی، قتل، غارت، حرام کاری، حرام خوری اور شرابِ نوشی کا اس طرح خدمتی اور برجی ویدہ بندا ہے کہ سوسائٹی سے ان گندگوں کے ختم کرنے کا رادہ ہم بدلن یا گلے ہے جلکہ تدریبِ ہل دی جتی ہیں، جھوٹ اور فریکا نما سپاہست پر لگاتے ہیں چوری اور ڈلتنی جو اندری اور بہادری کا شان سمجھا جاتا ہے۔ حرام کاری اور فوجش کا نام فن اور آرٹ ہو گیا ہے۔ الغرض یہ گر وہ دل سے نظام اسلامی، قانون اسلامی اور تغیر اسلامی کو قروں سطحی کا نظام پارہنچنے تصور کرتا ہے، لیکن زبان و قلم سے ان چیزوں کا انکار نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو اسلام کا روشنی اور درست ثابت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ روشنی اور اسلام کے وہ مسائل جن پر اغیار بنتے ہیں اور سفعاً کا اثر لاتے ہیں ان کو ہم اسلام کی محبت و عظمت کی خاطر اور نیک نامی کی خاطر عصرِ حاضر سے قریب کرنے کیلئے ان میں تاثیر لات کریں اور مصلحت اور عرفِ دنیوں کے نام پر

تشریعی عبادات اور مخصوص احکام سے سمجھا چھڑا نے کی گوششیں کرتے رہے۔ انسفار کے ساتھ ان گروہوں کو چار نسروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۴) مدعاں نبوت و روان کے تبع

ایک وہ گروہ بلازیادہ جو اسے مدد اور با غمی ہوتا ہے اور وہ مکمل طور پر دین سے اخراج کر لیتا ہے اور نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے اور کتاب کہلاتا ہے اور اس کے پیرو اس کی بھی صورت ہیں جی مانتے ہیں۔ مدعاں نبوت میں بھی دو فرقے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ ہو رسول اللہؐ کی نبوت کا انکار کر دیتا ہے، دوسرے جو آپ کی نبوت کے انکار کے لحاظ ساتھ اپنی نبوت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ شرعی اور ہمیں مطابق اور حکم میں ان دونوں میں مطلقاً کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ گروہ درحقیقت کمال دین، اسلام نعمت، ایمان نعمت، اسلام اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کے داعی اور قرآن نعمت تک ساری انسانیت کے لئے شامل، کامل و محيط اور آپ کے رحمۃ للدالیں پہنچ کا منکر ہے، کسی زیادہ عضلی بریاضت کی مذہبیت نہیں پہنچے رائج ہے کہ کسی دوسرے نبی کے آنے کا امکان ہی اسلام اور رسول اسلامؐ کی ان تمام خصوصیات، امتیازات اور کمال و دوام کے جملہ نظریات و اعتقادات کا بظلوں ہے۔

(۵) معطليين شرعيت

دوسراؤہ گروہ ہوتا ہے ہو اپنے آپ کو دین کے دائرے میں ثابت کرتے ہوئے دین میں ثابت شدہ شعائر، فرائض اور واجبات اور تو انہیں اسلام کا منکر ہو جاتا ہے۔ جیسے نازار کسی ایک فرض نازار کی عدم شریعت کا اعلان، "زکوہ" کے وحوب کا انکار، "زادہ" اور "معجم" کا انکار پا سود، خنزیر، شراب ازنا اور دوسرے مجرمات کے جو رز کا انکار ارشاد کی میاہ، اہم و ملائق اور سیراث وغیرہ میں سے کسی جی شرعی حکم کی عدم شریعت کا اعلان ریختا رہے کہی واجب عمل کو چھوڑ دینے یا کسی حرام فعل کا انکاب گرنے پر گناہ

علوم کے ساتھ فتن حدیث کی اصطلاحوں سے باخبر ہوئے اور فتنہ کے تمام مذاہب اور اقوال فقہاء غیرہ پر عبور ہونا وغیرہ اور یہ بات کوئی اسلامی اجتہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی ایسی بدعوت ہے جسے علماء حق مجدد ریسیرچ اسکالنڈ کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہوں۔ بلکہ دنیا کے ہر علم و فن کے قواعد اس سے کہیں زیادہ محنت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی شہرو آفاق، ماہرا در قابل ترین انجینئرنگی سرجن کی خدمات انجام دینے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ اور اگر داعی خلیل یا عوام کی دشمنت اور راستے شاریٰ اس اکثریت حاصل کرنے کے بعد ریعنی آپریشن کرنے کے لئے اگر کوئی بزرگ اس کا انداز پیش کر دے اور اکثریت سے وہ ظور بھی ہو جائے کسی آپریشن کی جمارت کرنا چاہتے ہے تو کیا دنیا کا کوئی ادارہ ترقی یا افتخاریت رکے کا دلدادہ اور عوامی پسپل اسے اس خیرمناسب کام کے کرنے کی اجازت نہ دے سکتا؟ اگرچہ اس نے اپنے شوق سے سرجری کی کچھ کتابیں اللٹ پیٹ کر دیکھ بھی لی ہوں۔ یا کیا کسی ماہر اور مبنی الادمی فوشیں سے کسی ملک کی وزارت تعمیر ایک پل ڈے کر اسکے عمارت کا فتح نہ ہونے سےتعلق سوچ بھی سکتی ہے؟ جبکہ بورڈ دفتریک کی ساری معماں ترقی دیکھ بھی پکا ہو اور ملک اس عمارتوں کے اندر رہ بھی چکا ہو۔

اس گروہ پر بھی یہم تعریف بالآخر کفر دائرہ اور تردید کی ہے فتن کا حکم بھی نہیں رکھ سکتے اور نہ یہ ادبی اور اگستاخی اور قوبیں کے بدلے استعمال کر سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص تعلیم دین کی مشروطت کے بغیر تعلیم و تدابع کیلئے ذہن صرف یہ کہ تیار ہو جائے بلکہ علمائے دین ہمقدیان شرع نہیں اور مجتہدوں اور امت سے بھی زیادہ اپنے آپ کو اس کا مستحق چھوڑ لے۔ اس سے بھی آئے ہر طبقہ انسان تے زیادہ دین کی صحوح فہم، مصلحتوں، مکنزوں اور شریعت کے تقاضوں کو تجویز کا بھی مدعی ہو جائے اور آخری مرحلہ ہیاں تک پہنچ جائے کہ علماء، فضلاء، اختماء، مکتبہ صنیعی، عیسیٰ جوئی توہین اور بنی اسرائیل کی صحوح فہم نہ رکھنے اور فقیہی اسلام کی ترجیح

انہیں توافق پیدا کرنے میں مدد ملی کرنے کی کوشش کریں، پھر اس کوشش کے لئے یہ گروہ اجتہاد کی شرطیوں کے خلاف عربی زبان میں ہمارت اور اسلامی علوم شریعت میں کامل معلومات نہ ہونے کے باوجود خود کو بزرگ خود مجتہد کے منصب پر فائز کر لیتا ہے اور پھر خود ساختہ مسائل پر مشاہد کی گردہ کشائی کے لئے اجتہاد و قیاس کی کلہماڑی چلانی شروع کر دیتا ہے اور اکثر موقع پر اسے اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ "لا اجتہاد مع القص" حکم کی موجودگی میں اجتہاد نہیں ہے۔ اسی طرح قیاس کی بھی کوئی کنجائش نہیں۔ اور یہ گروہ نے مسائل نہیں بلکہ پرانے اور شرعاً مختص بنا تھے اور غلط شیخ مسائل کو اجتہاد و قیاس کا تھاختہ مختص بنا تھے اور غلط شیخ نکالتا ہے۔ اس گروہ کو جب تک کہ وہ صراحت کے ساتھ نظام اسلامی کو باطل، ناقص، غیر کامل اور عصر موجود کا ساختہ نہ دیتے والا زبان و قلم سے ثابت نہ کرے ہم دین کے دائرے سے خارج نہیں کر سکتے تا اس کے لئے سزا اسے ارتاد کا مطالیب کر سکتے تا اس کے خلاف جہاد و اجتہاد کر سکتے ہیں کیونکہ ہم ظاہری قول و فعل پر عمل کرنے کے مکلف ہیں باطن کے احوال اور نیتوں سے حسن و تحف پر فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔

(۲۲) اخلاص کے ساتھ غلط تجویز نکالنے والا گروہ

ایک چوتھا گروہ وہ بھی ہوتا ہے جو واقعی انتہائی حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اسلامی شریعت فائز ہے اور نظاہم حیات کے بارے میں جدید مسائل و مشاہد وغیرہ سے شغل از اراد کا اخہار کرتا ہے لیکن اس کے تجویز اس لئے غلط ہوتے ہیں اور نقصان دہ بھی کہ وہ شرعی، عقلی اور علمی شرطیوں کا حامل نہیں ہوتا۔ اجتہاد کی جو شرطیں ہیں ان میں اخلاص و حسن نیت صرف ایک شرط ہے۔ اسکے بعد بہت سی ایسی شرطیں ہیں جن کا موجود ہونا ازدواج ضروری ہے مثال کے طور پر عربی زبان کو اس کے اصول و قواعد کے ساتھ جاننا، حملہ علمی تفسیر پر دسترس ہونا، حدیث کے

بھی وہی بیٹے جس نے نماز فرض کی ہے اسی نے زکوٰۃ مقرر کی
ہے جس نے شادی بیان کے احکام نماز کے ہیں اسی نے
میراث کے حقہ مقرر کئے ہیں جس نے تمارت کو حلال کیا ہے
اسی نے سود کو حرام کیا ہے جس نے شہد کو حلال کیا ہے اسی
نے خرچ کو حرام کیا ہے جس نے قصاص و حدود و تصریفات
نافذ کی ہیں اسی نے انتہادی پریشانیوں کا فیضانی اجھوں
اور ذہنی ناؤں سودگوں کا علاج اور حل بھی بتایا ہے جس نے
ماں باپ یا بیٹا بیٹی سے شادی کرنے کی حمایت کی ہے
اسی نے مشترک یا مشترک سے شادی حرام کی ہے۔ الفرض جس
 ذات مستودہ صفات نے طیبات کو حلال کیا ہے اسی ذات
سے ہم تائی تمام اشیاء خوبی کو حرام فرمایا ہے اس سے کسی منصوص
حرام چیز کے حلال ہوتے یا اس کے عکس کسی منصوص حلال
چیز کے حرام ہونے کا عقیدہ اسلام سے خروج کیا ہے کافی
ہے کیونکہ اس سے خدا کی شریعت میں تصریف اور خدا کی
حکایت کا انکار لازم آتا ہے۔

اسلامی حکومت ان دونوں گروہوں کو دین سے خارج
کرنے کی کسی قسم کی تغیرتیں نہیں کرتی اور ان کے ساتھ وہی
طریقہ کار استعمال کرنی ہے جو طیہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم حضرت صدیق اکبرؑ نے اختیار کیا تھا، آئینے صحابہ
 کرامؓ کے مشورے سے مرحباً نبوت مقطولین شریعت اور
 مانعین زکوٰۃ سب کو مرتدین کی فہرست میں شامل کر کے
 سب سے چادر کا اعلان کیا تھا اور اس چادر برحق ہیں آپ
 کا ایسا بہوتے تھے اور اسی سب سے طریقہ لیل صدیق اکبرؑ
 کے قیصہ کی صحت اور آپؑ اگر مخالفت کی ختنی
 کیوں کہ قرآنؐ کے حرج اور بیان میں صاف طور پر یہ بیان
 کیا گیا ہے کہ "بِأَيْمَانِ الَّذِينَ أَهْمَلُوا مِنْ مَنْكَرٍ" مذکور
 عَنْ دِينِهِ فَسُوقَ يَا لِلَّهِ يَعُوذُ بِقُوَّةِ رَحْمَتِهِ وَبِحُجَّةِ
 أَذْلَالِهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آعِذُهُ عَلَى إِنْكَافِهِينَ
 ۚ يَهُمْ جَهُدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَكَلَّا يَجْعَلُونَ لَوْمَهُ
 لَا يُثْمِرُ ذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ لَيُوَظِّمَ مَنْ يَشَاءُ اَوْ رَاللَّهُ
 لَمْ يَسْعِ عَلَيْهِمْ" (ماندہ ۵۷) ترجمہ:- اے ایمان اللہ

ہر کوئی نہیں کی شریف گھوڑا شریعہ کر دے۔ یاد رسمی مثال یہ کہ
 وعظ و تصریف اگر کی شرعاً حملہ جنمت راجحہ ازت کے بغیر قرآنؐ
 مذکور شریعہ کی محدودیں کارنے سے پہلے وعظ و تصریف بیرون
 از شریعہ کر دے اور وہ بھی اس دعوے کے ساتھ کہ جو پھر ان
 بخطبوطی میں کہا ہمارا ہے وہی حق ہے اور اس کے بعد اس
 میں پہ تعلیم دین وقت کا فیضان ہے۔ تالیف و تصنیف
 ای خود رہے دیگرہ۔

اپرے وال جو یہ کہ گروہ یعنی اخلاص کے ساتھ، لیکن اخراج
 علمکر مشراحتی خیر اخہار کرنے، الہی کے اخلاص کی نہیں
 فرمد، کوئی کسی نہ لیکن ان کے افعال دا اقبال دا اقبال تصریف و تحریر
 اور اخراج و تصریف کو دین کا جزو وہ رکن نہیں جھیل کرے۔ ان
 مذکورہ ازت کے ساتھ کیا طلاق اخیار کیا جائے جما، اسکی تفصیل
 چند سطوح پر پڑھ کی جائے گی۔

اول۔ الذکر دا گروہ ہیوں ساتھ اسلامی حکومت کا طریقہ کار

دھی نیویت دین یہی معلوم باضورہ اور واجب جنمی
 عقیدے کے انکار کی وجہ سے دین سے خارج ہو جاتا ہے
 اس نے مرتد کی سزا کا سچی ہوتا ہے مسخر الامر اور فحش
 ایجاد ہوتا ہے اور اس کے اس دعوے پر یقین کرنے والے
 بھی گویا اسلام سے بھر جاتے ہیں اور غیر اسلامی نظریے کو
 قبول کرنے ہیں اس لئے وہ بھی اسلام سے خروج کے درجہ
 ہونے ہیں۔ اسی طرح دین یہی واجب کسی منصوص فرضیہ کا
 انکار کرنے والے ہیے نما کا منکر۔ یا کسی ایک منازعی
 مذکورہ ازت کا منکر یا زکوٰۃ کے درجہ کا منکر یا اسلامی عالمی
 قویوں کی شریعت کا منکر یا اسلامی حربوں کے درجہ کا
 منکر، مذکورہ ازت کی شریعت کی حرفاً کی ہوئی کسی چیز کی حالت کا
 مقرر یا شریعت احلاف کی ہوئی کسی چیز کی حرمت کا درجی
 بھی دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ دین یہی معلوم و منصوص
 سمی ہے کیوں کہ جس طرح مذکورہ ازت کے ایک فرضیہ کو فرض کر
 دالا فدا ہے بالکل اسی طرح درجہ مذکورہ ازت کے

تفہی نہ ہے بھی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے سوچنے اور جو عن کرنے کی مہلت بھی دی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ يَرْتَدِدْ فَإِنَّمَا هُوَ فَرَجُونَ
وَمِنْهُ وَيَمْتَأْتِي وَهُوَ خَافِرًا وَلَئِنْ خَطَّ
أَعْمَالَهُ أَعْصَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ وَأَدْشَقَ أَفْحَانَ
الشَّاءُرَهُمْ فَيَقْهَقَّا خَالِدُونَ (بلقرہ۔ ۲۱۲)

ترجمہ:- "اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا اور اس حالت میں مردکہ وہ کافر ہوتا ہے تو گوں کے اعمال دنماو اُخترت میں ضائع ہو جائیں گے اور وہ آگ والے ہو گئے اس میں بہبیہ رہیں گے۔"

آیت میں یہ تصریح کہ "اس حالت میں مرے کہ وہ کافر ہو" اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اگر وہ کفر سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ مقبول ہوگی اور وہ کفر سے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور آگ کے درمیان سکتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں فہمکاے امت نے عجیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ اکثریت کے نزد میں مرتد کی توبہ قبول ہوگی اور اس کو مہلت بھی دی جائے گی اور یہ قول اسلام کی اعتماد اور جنم سے بجا کر سلامتی میں داخل کرنے کی اسکی صلاحیت اور قرآن میں تواریخ مختار کے عالم اصولوں کے موالق بھی ہے اور صندوق اکبر خان کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ اپنے مرتدین کے تمام گروہوں کے پاس جب فوج بھی تھی تو توبہ کی شرط اس طرح واضح طور پر لکھ کر اسال کی خیر میں تھارے پاس پر فوج رہا ہوں اور یہی سے یہ حکم دیا ہے کہ کسی سے جگ اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کو خدا کی دعوت نہ دی جائے جس نے اس دعوت کو قبول کیا، اسلام کا اٹار کیا اور امرداد سے بازیا اور عمل صالح کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی مردکہ جائے گی۔" (تاریخ طبری۔ ۲۵۱)

اور یہ بھی ایک ناممکنی حقیقت ہے کہ جب کسی نے بھی توبہ کی اور دین تکی طرف رجوع کیا اصدر میں اکابر نے

جو تم میں سے پھر جائے (مرتد ہو جائے) اپنے دین سے تو اللہ تعالیٰ قوم (جماعت) کو لائے گا جن سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کر سکے گے۔ مونشوں کے لئے وہ زرم کافروں کے لئے سخت ہیں گے۔ رواہ خدا میں جہاد کر یعنی اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرس گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ دلالا جانتے والا ہے۔"

اس آیت کی روشنی میں صفات پرہیز چلتا ہے کہ صدقین اکابر اور صحابہ یعنی مرتدین سے جو جہاد کیا وہ صحیح تھا اور آپ حق پرست ہے اور شریعت کے کسی جزو کے مذکور کے خلاف جہاد و احباب ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں ایک دلیل ان لوگوں کے خلاف بھی موجود ہے جو نبی مسیح صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کو مرتد قرار دیتے ہیں عقلی و شرعی دونوں صور توں میں الگ ایسا ممکن ہوتا تو پھر یقیناً کسی ایسے مونگروہ یا جماعت کا آنا غیر قرآنی کی رو سے ضروری تھا جو غلبہ عاصل کر سکتے اور حضرت ابو بکر رض اور ان کے ساتھیوں کو شکست دے کر اور ان سے جہاد کر کے اسلام دیسان کا پر حجم بلند کرتی۔ لیکن تاریخ کا بیان اس کے بالکل بر عکس ہے اور کسی مونگروہ نے آپ کے خلاف جہاد نہیں کیا اور جن ہی مرتدین اور ماشین سے آپ کے جگ کی اس میں قلبی حامل کیا۔ اور بعض خدا کی داد کے ذریعے میں سردمہ مامانی کے باوجود اپنی کامیابی کے یقین کے ساتھ آپ کے تمام خالق طائفوں کا مقابلہ کیا اور سال کھڑکی تسلیم مدت میں آپ کے جزیرہ عرب کو تباہ کر دیا۔ نبوت مuttleebین شریعت اور یاعین زکرہ کے فتنوں سے باک کر دیا۔ یہ بات یقیناً انص فشر آئی اور تاریخ بھی روشنی میں صحیح ہے اور خلیفہ رسول اللہ کی خلافت پر اجماع امت کے بعد ایک اور مردہ متحرک دلیل ہے۔

مرتدین سے جہاد کی شرطیں بھی وہی ہیں جو صدقین اکابر نے واضح کی ہیں اور جن کا اشارہ قرآن یا کسی میں ملتا ہے۔ یعنی یہ کہ مرتد کو توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ صحیح ترین

آخرالذکر دو گروہوں کے ساتھ اسلامی حکومت اور علماء کا روایت

اگر اسلامی حکومت تمام ہو اور اسلامی حاکم (خلفیت) اسلامی اصولوں کی بنیاد پر حکومت کرتا ہو اور اسلامی شوریٰ کا نظائر تمام ہو تو آخرالذکر دونوں گروہوں کا وجود ہی نہ ہو کیونکہ اسلامی نظریٰ میں اسلامی تفکیر اور تصور صراحتاً اسلامی قانون سے متعلق امور قرآن و حدیث و فقر کے اضافی تجویدین امانت اور قاضی رحیج ہی بیان کر رہے گے اور جب تک ان میں مشروط اجتناب پائی جائیں یا کم از کم وہ اسلامی علم سے خاطر خواہ آئے اس تہذیب ہوں ان سے خالص اسلامی تابوتی مسائل میں کوئی مشورہ ہی نہ لیا جائے گا۔ چاہے وہ بذیقی اور عدم اخلاص سے یہ کام کرنا چاہیں اور جانے چاہیں نیزت اور اخلاص سے — اور یہ کوئی خلم و ستر نہ ہو گا اور تا اسلام تفکیر کو علماء و فقهاء کے گروہ میں اٹھوڑا کر دینے والی تہذیت اس پر صادق آئے گی بلکہ یہ خالص ایک علمی عقولی بات ہو گی۔ آج بھی دنیا کی بڑی سے بڑی چیزوں اور عوامی حکومتیں جو عوام کے نام اور حریت کے اقدار پر تمام ہیں جب کوئی تابوتی مسئلہ سوچی ہیں تو رہے ہیں قانون کے باہر ہیں، جوں اور دیکھوں کی خدمات حاصل کرنی ہیں۔ آپ کے بھی یہ تہذیب ہو گا کہ کسی چیزوں اور قانون کے نزدیکی وغیرہ کے نعروں اور دعووں کے پیش نظر جوں اور دیکھوں کے بجائے شاعروں سے مدد ایک گئی خواہ وہ غالب تہذیب اقبال ہیگوئر تسلیمی، ور جبل، ہمتو، ہم گو اور فردوسی ہے؛ ستاد ان سخن ہی کیوں نہ ہوں یا جب قانون دیوانی کی تفہیل کا وقت آیا تو طاکتوں کو اس کام کی دعوت دی گئی چاہے وہ ہمیو قراط، ہمالینوس، ان بینا اور ان پیسے جیسے حکماء ہی کیوں نہ ہوں یا اقتصادی نظریات اور مسائل کیلئے کوئی شخص آدم سنتھ، مل، یمنز وغیرہ کی کتابیں چاہے وہ تنقیدی چیزیت ہی سے ہوں پڑھنے کے بجائے سامنہ ان لوں

اور آپ کے سہ سالاروں نے اس کی توبہ قبول کی اور اسلام کا دروازہ اس کے لئے ھوئے رکھا، بلکہ یوں کہیے کہ اسلام کی دعوت ہی کے لئے آئے چہاد کی تاریخ وہ لوگ دربارہ اسلام کے کلی نظام میں داخل ہو جائیں۔ صدیق اکبر کے اثر خطوط اور احکام میں یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ "اسلام کے سولان سے اور کوئی جائز قبول نہیں کی جائے گی" جو صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تو یہ کادر دوازہ ھلاک ہوئے ہے۔ اور دسری طرف اس حققت کا اعلان بھی ہے کہ دین میں تجزیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک کل ہے جو ایک دین سے کے ساتھ مضبوط ہر لیقے پر پڑتے ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ اس سے اسلام قبول کیا جائے۔ نماز قبول کر لی جائے اور نہ کوئی نہیں تو بہ کی قبولیت اور اسلام میں داخل ہو جانے کی دعوت اتنی عام تھی کہ غور کیجئے مشہور دعیۃ ثبوت سماج بخت الکارش بن سوید بن عقیدان اس تہذیب نے جب دعا کے ثبوت چھوڑ کر دربارہ اسلام قبول کر لیا تو طبری کی روایت میں ہے کہ "اس کا اسلام اچھا ہو گیا تھا" دیا سخن طبری ۲۴۵-۳ (۲۴۵) این اشیاء اپنی ایک روایت میں مزید یہ تصریح بھی کیا ہے کہ "وہ تغلب میں تھی تا آنکہ حضرت معاویہ نے عام الجماعتہ میں اسے بصرہ منتقل کیا" بھی تطلب کا اسلام اچھا ہو گیا تھا۔ اور سماج بھی مسلمان ہو کر اچھی مسلمان بن نجی کی تھی۔ بصرہ میں اس کا انتقال ہوا اور سعہ بن جذب والی رگو وہن سعہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی "اللهم

لهم صریعہ کر کی طیوم بالظہورہ اور تضییص اسلامی حقیقت کا انکار یاد ہوئی جیسے خدا یا نبی کا انکار یا الوجہت ثبوت کا دخوی کرنے والا یا اشریعت کے جملہ احکام کو متعطل کرنے اور نہ ماننے والا یا اشریعت کے کسی واجب یا حرام چیز کی حرمت یا حلت کا دعوید اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اسلامی حکومت وقت پر اس کے خلاف چہاد اسی وہ میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ وہ ہمamt کے باوجود اسلام کی طرف درجوع نہ کرسے اور تو یہ نہ کرسے۔

فقہار کی میراث نہیں ہے۔ اکثر سنن میں آتے ہیں اور وہ ایک جیتنے سے صحیح بھی ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں یہ تفرقی نہیں کہ خواص کے لئے کچھ خاص احکام ہیں اور عوام کے لئے کچھ دوسرے احکام یا علماء و فقهاء اور بزرگ خدا اور بندوں کے درمیان ایسا واسطہ ہوں کہ ان کے بغیر انسان دعا نہ کر سکتا ہو اور جنت کا حکم نہ حصل کر سکتا ہو۔ خدا بھلنا کرے فقہار کا ان میں کے ایک شہر آفاق نقیب امام سرخی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو لوگوں کی گواری بھول نہ ہوگی ان میں ایک "وہ شخص بھی ہے جو الہام کو علم میں جدت مانتا ہو کیونکہ وہ اس بنیاد پر کسی کے خلاف گواہی دے سکتا ہے" (المبسوط۔ سرفی خبائی اللہ یعنی اسلام میں الہام باطن وغیرہ کے نام پر علماء کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جدت ہر کتاب و مذہب کے ظاہری اقوال ہیں جن کی روشنی میں استنباط و اجتہاد کرنے کے وہ لوگ جو اسکی صلاحیت رکھتے ہوں اور جب اس کی ضرورت ہو۔ اسی نئے اسلام میں یہ نہیں ہے کہ عوام کے لئے پایخ نمازی ہوں اور علماء کے لئے تین یا عوام شریعت پر چلنے کے مکلف ہوں ہوڑوں اس کے مکلف نہ ہوں بلکہ شریعت کے نام پر شریعت کی بینا دوں کو کھو کلانا کرنے کی انکھیں اجازت ہو۔ یاد یعنی علماء و فقهاء اس کی مجلسی شوریٰ میں ہوتے ہیں اس نئے کسی بھی فقہی اور فاؤنڈیشنل میں انکھیں کی راستے اور شورہ یا جائے گا اور جن کے پاس ان ہوشیارات میں اجتناب کی صلاحیت نہ ہوگی یا غیر مشتعل ہوں گے ان سے کسی قسم کا نئے مشپورہ کیا جائے گا اور ان کو دین کے بارے میں اندازے اور تحقیق سے گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی اور اس طرح یہ دونوں گروہ صحیح اسلامی حکومت کی موجودگی میں پائے ہی نہیں جائیں گے۔

اسلام علماء و فقهاء کے طبقہ کے لئے خصوصی نہیں

مناسبت علم ہوتا ہے کہ یہاں ایک ہم نظر و اضطر کروں۔ وہ پر کہ اس قسم کے جملے "اسلام کسی خاص طبقہ پاگروہ کے لئے خصوصی نہیں" یا "اسلام صرف علماء و

کے علوم پر حصہ اشرع کر دے چاہئے وہ گھیلوں کی پر نیک نہیں اور ایضاً انہیں بھی کیوں نہ ہوں۔

فخریہ کہ ایک بدیعی حقیقت ہے کہ یہ علم و فن کے لئے کچھ شرطیں ہوتی ہیں اور طویل عرصہ ان علم میں گزارنے کے بعد بھی انسان ان پر ورثی طرح قادر نہیں ہو جاتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی علم میں بغیر تجویز معلومات کے ذمہ اندازی کرے یا یہ دعویٰ کر جھوٹ نے اپنی عربی کسی مخصوصی علوم میں گزاری ہیں وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور میں اس کو صحیح بھتتا ہوں۔ اس قسم کا دعویٰ کسی بھی علمی اور تحقیقی موضوع میں کرنے والے کو بالکل ہمیں تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہے حقیقت نہیں ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر انجینئر یا میں سارے انجینئروں سے زیادہ یا اس کے برغلس کوئی انجینئر ڈاکٹری میں سارے ایشیست ڈاکٹروں سے زیادہ معلومات اور صحیح تجھے، نئے اور امراض کی تجھیں کامد عجی ہو جائے تو یقیناً غفل دخواں کی موجودگی میں کوئی شخص اس کے اس دعویٰ کو صحیح مانتا تو دور کی بات ہے سنتا بھی گواہ نہیں کر سکتا۔

بہر حال کیونکہ خلیف اسلامی خود بھی مجتہد ہوتا ہے اور علماء و فقهاء اس کی مجلسی شوریٰ میں ہوتے ہیں اس نئے کسی بھی فقہی اور فاؤنڈیشنل میں انکھیں کی راستے اور شورہ یا جائے گا اور جن کے پاس ان ہوشیارات میں اجتناب کی صلاحیت نہ ہوگی یا غیر مشتعل ہوں گے ان سے کسی قسم کا نئے مشپورہ کیا جائے گا اور ان کو دین کے بارے میں اندازے اور تحقیق سے گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی اور اس طرح یہ دونوں گروہ صحیح اسلامی حکومت کی موجودگی میں پائے ہیں جائیں گے۔

اور اگر کسی طرح پیدا ہو جی چاہیں تو بہت جلد ان کا انتظام ہو جائے لیکن جب تخلیق موجود نہ ہو، یا صلح اسلامی حکومت قائم نہ ہو یا جہان اسلامی اکثر سرتیپ ہی نہ ہو۔ الغرض یہ کہ کسی بھی وجد سے دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے یگر وہ نمودار ہوں تو اس صورت حال میں امامت کے علماء، فقہاء، اور شریعت کے حافظین کا بیر فرضیہ ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح اسلامی فقہاء کی اشاعت کریں اور دین میں اصولی اور پیشادی عقائد، توحید، نبوت، فتویٰ و اوضاع شریعت کوں اور شریعت کے کلی احکام اور دلائلی ضرورت اور شریعت کے کسی حکم کے انکار سے پوری شریعت کے انکار کی کیفیت کو کھوکھ کریں کریں تاکہ امامت اول الذکر دو گروہوں کے میں سے مخصوص محفوظ ہو جائے اور یہ بات اس پر عقولاً اور شرعاً علمی العقائد کے درجہ تک واضح ہو جائے کہ اسلام آخری دین ہے اور کمال دین اور انسانیت کے بعد اب تہ کوئی دوسرا دین نازل ہو سکتا ہے تاکہ کوئی دوسرے رسول اور شرکی دوسری شریعت۔

پیر مطہار کو آخرالذکر دو گروہوں کے نقصان سے امانت کو بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی کے نئے سنتے مسائل کے حل اور علاج کے لئے شریعت کے مصوبہ اور حکماً کی عدم موجودگی میں قیاس و استنباط و اجتہاد کے ذریعے شریعت کی خالصت و لبقاً اور جدت، تازگی اور طرفدار کا سامان بھی پڑھیجاییں جو الحمد للہ اپنے علم و اجتہاد پوری کوشش و محنت کے ساتھ تمام دنیا میں کر رہے ہیں۔ جس کے لئے وہ اپنی امانت کی طرف سے منکر اور خدا کی طرف سے ماجد ہے گے کیونکہ کسی بھی زندگی اور پاسندہ شریعت کی علامت ہی ہے کہ تا قیامت کسی بھی موجودہ یا آتی قدر ضرورت مشکل ایسے کہ حل پیش کرنے سے وہ عاجز نہ ہو۔ اگر خدا خواستہ کسی مشکل کا حل شریعت کی درخشی میں کوئی نکر سکتا تو شریعت کے مجرموں قصور کی دلیل نہیں بلکہ وہ شخص کے جمود و جمعیت یا قید آزادی کی دلیل ہے۔ شریعت مطہرہ زندہ اور منور شریعت ہے اور خالق انسان و کائنات کی اُنثاری ہوئی ہے اس لئے تلقیامت انسان کی ہر سرتی اور کائنات کی ہر تحلیل کا ساتھ

نقضان دہ اور نامحقول بات ہے اور اس سے فائدہ سے بعد اور فتنے متعقق ہیں۔ ہر مسلمان کو وہ عمل کرنے کا انصاف حق ہے بلکہ یہ اس پرفرض ہے اور اگر قضیقی علم نہیں رکھتا تو علماء سے دہنماقی خال کرنے کے بعد وہ شریعت پر عمل کرنے کا مکلف ہے۔ لیکن اسلام کی ترجیحی امور میں، افتاء، قضاء یہ سب وہ مناصب ہیں جن کے لئے کچھ شروط اصولی ص昊ی ایضاً اور قواعد ہیں جب تک انسان ان کا عامل نہ ہو شرعی و عقلی طور پر اسے ان پر فائز نہیں کیا جاسکتا۔ مشاہد کے طور پر کسی شخص کو سورج، فاتح، اچھی طرح باد نہیں تو اسکو امامت کے لئے لے کرے آجے بڑھا جائے جسکے لئے آپ کو نقد پر عبور نہ ہو اور فتویٰ دینے آپ کو محاذ سمجھنے لئے حدیث کی صحت، حسن، دقیق اور ضعیف و موضع کا سینیز قرآن کے ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مطلقاً و مقتداً و ممدداً فتنی پہلوؤں کا مطلقاً علم نہ ہو اور بلا تکلف تقریبیں کرنے لگے اور وعظی خدمات رنجام دینے لگے، یا فقہہ فی الدین کی بنیادی شرط نہ ہو اور دین میں صرف نہیں آپ کو حق سر اور دسر وں کو باطل پر تصویر کرنے لگے تو ان سب مستدرگہ بالا صورتوں میں صرف اس کی عقول کا قدر تصور ثابت ہو گا۔ علماء و فقہاء و محققین و محدثین کی اس طرح نہ شان گھٹ سکتی ہے اور شہزادے اس کے علمی و شخصی کارناموں اور اسلام کی حفاظت و دفاع اور تبلیغ و اشاعت کی عظیم امداد اسالوں اور شاندار کوششوں پر پائی پھیر جاسکتا ہے اور دہ اسلام کی ترجیحی کا شرعی و فتحی حق ان سے چھیتا جاسکتا اور نہ کسی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔

علماء امانت کا کام

جیسا کہ بیان کیا جا چکا اگر صحیح اسلامی حکومت قائم ہو تو اول بالذکر دلوں گروہوں کو حق کی طرف والیں لانے کی، ہر ممکن کیشش کی جائے اور زبان و قلم سے آجے بڑھکر وہ معاملہ میں شمشرون سنان و ستعال کرنے سے بھی بورنیغ نہ کیا جائے اور آخرالذکر دلوں گروہ و جمود ہی میں نہ آئیں۔

انسانی فوایں پر فو قیمت کا اندر از خود صرف عقائدی اور تجدیدی طور پر ہی نہیں بلکہ عقلی و علمی طور پر بھی کروں گے اور یہ سویں صدی کی سائنسی دنیا میں اور علم و حقیقت کے ماحول میں شاید دین اسلامی اور شریعت ائمہ کی یہ سب سے بڑی پاکستانی اور نقع بخش خدمت ہے۔ دلخواہ ان الحمد لله رب العالمین۔

دینے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی اور حرارت کی اہمیت اور ضرورت کی بھی سائنسی ذریعہ میں کم نہیں ہو سکتی اسی طرح شریعت کی روشنی ناتیاً ہر دوں میں انسانیت کی صیغہ رہنمائی کرنی رسمی اور اس کی حیثیت میثارہ نور کی رہے گی جو دوسروں کو راہِ شریعت دھلانا ہے۔ علم لئے فقہ و شریعت کا کام یہ ہے کہ علمی طرقوں کے امترانج کے ساتھ ان گرد ہوں یہ صوریں ائمہ کی تعلیمات اور کام ائمہ کی فرضیت، حدود ائمہ کا وحوب اور شریعت ائمہ کی فو قیمت ثابت کر دیں۔ مشاکل کیں کے اعتراض دا قوال اگر حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ ہوں گے تو وہ عقل و منطق اور دین و شریعت کی اس جست بالغہ کو سن کو دور ہو جائیں گے اور ساتھ ہی ساتھ جیساں دیر نشان عوام بھی شریعت حقیقت کی تمام خوبیوں، ہر زمانے کا ساتھ دینے والی صلاحیت، عدل و عدالت دلوں سے تصفیت ہونے کی خصوصیت اور تمام

آپ کے بچے کے لیتے پریسٹ کی خرابیوں سے بچے رہئے کا آسان ذریعہ

حمد روگر اسٹ پ اٹر

حمد روگر اسٹ پ اٹر قابلِ احتیاط ایجاد کیا گیا ہے کہ شے بچے کے ایک ایسا کام کو درست کر کے پہلے اس پیٹ کی خرابیوں کو احمد روگر اسٹ پ اٹر کی طبیعت میں آلام دیتے ہیں۔



حیاتِ عبد الحمی [مولانا علی میان کے خامہ نو بھاگ] ایک ممتاز عالم دین اور خادمِ ملت کی ایک ایمان افزود سوائج۔ قیمتِ مجلدیں گیارہ روپیہ۔ **مکتباتِ مجدد الف شانی** [حضرت سید حسن احمد سعید فراز] سی خطوط پر تمام ایک علم میں ایمان و معرفت اور شریعت و طریقت کا تکمیلی سچھے کٹے ہیں۔ سلیس اور درجہ کی عمورت میں انھیں پڑھئے۔ قیمتِ مجلد جلد اول۔ پندرہ روپیے۔ جلد دوم۔ اٹھارہ روپیے۔ جلد سوم۔ پندرہ روپیے۔

احکام شرعیہ میں [ال: مولانا نقی یعنی جیسا کہ نام حالت فرمائی رہتا] سے ظاہر ہے پڑیت کا حکم ازماز کے تقاضوں اور تعزیر پذیر حالتوں کا لحاظ رکھنے ہیں تا امورِ حوالوں سے ایساست قیمتِ غیر محلہ۔ سات روپیے۔

تاریخ دیوبند [ایشوار کتاب اب ۱۹۶۰ء کے اضافوں کے تاریخ، تفہیم اور دلچسپ۔ قیمت۔ سات روپیہ ۵۰] دیوبندی کی کلیں آیاتِ قرآنیہ کی قابلِ مطالعہ تفسیر شریعتی [بین آیاتِ قرآنیہ کی قابلِ مطالعہ تفسیر غرفانہ اور تحقیقانہ۔ قیمت۔ ڈھان ۵۰ روپیے۔

انعامات میں [حیثیم الامۃ حضرت مولانا اسرار فیضی علی کی تصنیفات سے تصویت و شریعت، اخلاق اسلامی، ماشرہ اور دیگر بخشش اور صورات پر درمیں داش کی روشنی میں دلچسپ اور روح پرور۔ اٹھارہ روپیے۔ تجارتی سود تاریخی اور قبیل نظر سے [جدید و قدیم کی روشنی میں تجارتی سود پر گفتگو۔ زمان سلیس، اس لوگ کفہ رہائی قوری، مواد تحقیقانہ۔ قیمت۔ ڈھان ۵۰ روپیے۔

مکتبہ جعلی۔ دیوبند دیوبنی)

مدارج سلوک [ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب] مطالعہ آپ کے لئے مفید ہو گا۔ قیمت۔ ساڑھے چھوڑیے۔ **وحدة الوجود** [الیل معرفت کے مشہور مسئلہ دفعہ الوجود] کا بیان اور اس کے اسرار۔ قیمتِ مجلد۔ ڈھانی ۷۵ روپیے۔

منکاتیب گیلانی [مولانا منظار حسن گیلانی کے قابل کا خراز۔ قیمتِ مجلد ۲۰ روپیہ۔ دس روپیے۔ فضائل شماں المشہور کتاب علمی طباعت کے ساتھ۔ قیمت۔ ایک روپیہ ۵۰ پر ہے۔ **فتاویٰ عبدالحمی** [قادی ایک جلد میں مکمل نظر ثانی] کے بعد۔ قیمت۔ بیس روپیے۔

قرآن آیت کیا کہنا ہے؟ [مولانا انتظور نہماں کی دہ عالم فہم زبان میں قرآنی مطالب بیان کرتے ہیں۔] مقبول کتاب۔ اس میں تاریخ، تفہیم اور دلچسپ۔ قیمت۔ چھوڑ دیجئے۔

آداب زیارت قبور [امداد سعیل شہزاد اور مولانا الحجج] کے قرودات قیمت۔ ۲۵ روپیے۔

معارف بلہمان نمبر [مولانا سید سلیمان ندوی کے تعارف پر بیرون برہت قابلداری۔ قیمت۔ پانچ روپیے۔ **الحجج** [مولانا اشرف علی کے حلیفہ شاہ تیج اللہ کی نادر تصنیف۔ موصوع نام سے ظاہر ہے۔]

قیمت۔ ڈھان ۵۰ روپیہ
رہر کتاب اس پندرہ طلب فرائیں)

خود رہا خود رہ؟

ایک لغوی ولسانی بحث

ستے یہ بھی ہے کہ اس کے تو اس سے آپ کو بھی اور دوسرے
حضرات کو بھی یہ جھوٹا ہو جانے کے اعتراض کرنے سے
قبل مسئلہ کی وجہ تحقیق کر لینی ضروری ہے۔ واجبی تھوڑے
کے بغیر بعض امثلے سے اعتراض کر لانا ممکن نہیں اسی وجہ سے
کادا عین جانتا ہے۔ نیز خط یا شعروں تکھیں اسی وجہ کو
جھاق پر پہنچ رکھنا چاہئے تاکہ۔ بروپر جملے اتنم سے نہ
نکلیں اور پرستھہ والا اعتراض کا ذکار نہ ہو۔

آج چنانچہ اگر تصور فریا ادا تھا کہ خود رہ و خود رہیں
غلط ہے اور خود رہ و خود رہیں (درست ہے تو اس کے
لئے یہاں مناسب تحقیق کر لیتے پھر اپنے خیال کی تائید
میں دلیل مل گئی ہوتی تو یہ شکل میں کردائی
تھکرائی کے تحقیق ہیں کی اور بعض تباہی کی تھیں میں دوڑا
دستے حلاں کہہ زبان و اغذت میں کوہ اتنا اس کام ہیں
دینے اسند و شہادت کی بھی پڑھ دوست، پڑھی۔ ہے اور
بعض اور نہ اس میں بھی خونظر رکھنی ہوئی ہے۔

آپ کی یہ عادت (بھی) ہے کہ میں تردد
ہونے تو دوسروں سے پوچھ کر اسی تھکری کر لیں اگر پرستھہ
میں آئے سوال پر اکتفا نہیں کیا ملکہ اعتراض کر دیں اور
قطعی فیصلہ دیتا یا کہ "خود رہ" تھکری نہیں ہے حالانکہ
قطعی فیصلہ دینے اور طالع ملکہ استھان کرنے میں بڑا
ہے۔ جھلا کیسے طالب علم کو کوئی پسند کرے گا جو اپنا اس
استاذی کی سند پر جا بیٹھے اور بجا کے سوال کی قیمت
دینے کے۔

میں ایک چھوٹا اور دخواں ہوں۔ شعروں میں سے
لکھی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ میں فقط اور میں مستکے
میں اگر تردد ہوتا ہے تو طبیعت میں اچھا ہوئی ہے
اور کوئی تعقیں اور کوئی آدمیوں سے پوچھے بغیر آدمی اس
ملتا۔ — تخلی و بکھرا ہوں اور آپ کی کاوشیں زیر
خطابہ رہتی ہیں (براتے استفادہ) فضیلی تقدیم میں
ایک بہت عام لفظ "خود رہ" کو اپنے "خود رہ" پہنچ
رات بتایا ہے، جو صحیح نہیں۔ اس کا اصرار ہے "خود رہ"
ساختہ روکاٹ سے فاصلہ بتائے۔ خود رہ و خود رہ کے دل
زد کا فریبہ بھی میں نہیں آپ کے
مرست ن۔ میں سے اسکے دلی جزوں۔ کہاں فیکر
اور دو کا کوئی لفظ جائیں نہیں۔ بیان الہتائی المصنفس
سجادہ بھی دا بھی مالکاؤں آئے تھے۔ مشورہ پری
الفاظ سے محروم ہے۔ تھیر۔ لہانے والا۔ حالانکہ معیر
پرستھہ والا بھی ہے۔ جسے تغیری مذاہدہ ہے۔ باشد
ستھن میکر و گہر نہ معیر یا کہ بر۔ مکر کہ کا لفظ نہیں۔
لغرض یہ کمی ہے۔ احمد کہ آپ تغیرت ہوں گے۔

جواب:

آنے والی خط نہیں بھیجا دو نہ ڈاک بھی ہے جواب
عرض کر دیتا۔ غالباً آپ خود یہ پاٹتے ہوں گے خط شائع
ہو اور جواب بھی نہیں لے۔ میں آپ کا خواہش پوری
کر رہا ہوں۔ میرا ایک مقصد آپ کے تعلیمی اشاعت

اور ساری کی تھرست دیکھیں تو لفظ مرکوز اور سارا کذروں میں
مل جائیں گے۔ ان میں ہی سے کسی مصدر سے آپ
لفظ "مرکوز" بنائیں گے اس لئے کہنا بحث نہیں کہ
لفظ مرکوز چونکہ بیان اللسان میں نہیں اس لئے یہ
لغت ناقص ہے۔

اب میں آپ کوہتاوں کو لفظ "معیر" کے معاملہ
میں بھی آپ کو ایسے ہی سفلیتے کا شکار ہونا پڑ رہے ہیں۔
بیان اللسان میں حرث عین کی تھرست ملا حظیر فرمائیں۔
وہاں آپ کو لفظ یہی اس ملے کا جس کے متعدد معانی
دیئے گئے ہیں۔

"بخاری۔ گورنر۔ ناپ یادوں کے جانچنے کا معیار۔
کھوٹ۔ دراہم و دنابریں چاندی سونے کا جوڑ۔"
اسی سے معیر اسم قابل ہے۔ آپ دیکھ لیجئے "لٹھنے"
کے معنی تو نہیں دیتے جائے۔ پتا نہیں آئے یعنی کہاں سے
نقل کئے۔ ہاں جانچنے پر لٹھنے کے معنی مزدود دیتے جائے
جس پر خود آجناجے زور دیا ہے۔ یہ وہی "مرکوز" والی
بات ہوئی کہ یہ لفظ بے شک لغت کے مخفات میں
نہیں آیا لیکن اس کا مصدر اور مادہ شامل لغت ہے۔
اسی طرح معیر کا مصدر رکھ کے سامنے ہے۔ پھر کہ کہہ
سکتے ہیں کہ لفظ معیر کا سراغ بیان اللسان میں نہیں ہوا۔
معیر ای مطلب نہیں کہ بیان اللسان یادو ستری

ڈکشنریاں کی اور خامی سے پاک ہیں۔ جی نہیں۔ میرا تو
خیال ہے دنایں کسی بھی زبان کی کوئی ڈکشنری ایسی
نہ ہو گی جس میں کوئی نہ کوئی لفظ شامل پڑنے سے وہ نہ
لگیا ہو لیکن اس خامی اور کسی کا اطلاق مشقفات پر نہیں کرنا
چاہئے۔ اسم قابل، اسم مفعول، اسم ظرف، اسم آہہ ان
سب کو کوئی بھی لغت نوں جمع نہیں کر سکتا کیونکہ ایک
لاماہی سلسلہ ہے جس کا جوڑ صرف تو احمد سے ہے تو کہ
تو اعلام لغت سے۔ اصل جزیئے فعل کا مصدر باماڑہ یا پھر
اشیاء کے نام۔ مثلاً چند مرد خدا کے نام کہتے ہیں
یا الہامیا کا مطلب ہے جرسن۔ یا کہد کے معنی ہیں جو

اعراض کے معا بعد آپ نے بلکہ تقریب کے اور دو
ڈکشنری کی بات مژروع کر دی ہے حالانکہ جس لفظ پر عکلو
ہے اس کا تعلق اور دوسرے نہیں فارسی سے۔ پھر فرانسی
بلکہ آپ نے بیان اللسان کا تذکرہ چھپر دیا حالانکہ
یہ نہ ارد ولغت ہے نہ فارسی بلکہ میری اور بان سے تعلق
رکھتی ہے۔ اس کا تذکرہ چھپرستہ ہی آپ نے یہ خیال
ظاہر کیا کہ میشہ ہو عربی الفاظ سے محدود ہے۔ یہ اظہار خیال
آپ کے اصل موضوع خط میں کوئی ربط نہیں رکھتا۔ حالانکہ
خط کو مر جو طریقہ نہ چاہتے۔ غیر اس کے مقابل بعد آپ نے
تحریر فرمایا۔

"معیر۔ لوطانے والا۔ حالانکہ معیر بر کھنے والا بھی۔"
آپ کے خط میں اس فقرے کو پڑھنے والا آپ کا مشہور
یہ بھتیجا کہ بیان اللسان میں لفظ معیر یا تو نہ ہے بلکہ اسکے
بس ایک ہی معنی لکھتے ہیں۔ "لوطانے والا" دوسرے
معنی نہیں لکھتے یعنی بر کھنے والا۔

حالانکہ بیان اللسان میں لفظ "معیر" سے آیا
ہی نہیں ہے۔ کم سے کم چھوٹ نظر نہیں آیا۔ ہر بڑی کہ نظر
میں آپ نے نظری کا فارسی کلام پیش کیا حالانکہ بحث
عربی لفظ کی ہے۔ نظری ہی کلام عرب ہی سے موزوں
ہوئی۔ اور میں کہتا ہوں نظری کی ضرورت ہی کیا تھی۔
ضرورت تو اس وقت ہوتی جب ہمارے مابین لفظ
معیر کے معنی زیر بحث ہوتے۔ بحالت موجودہ آپ نے
بالکل بے محل اور غیر ضروری طور پر یہ سطور خواہ قسم
کر دیں۔

مزید آپ نے تحریر فرمایا کہ "مرکوز کا لفظ نہیں۔"

حالانکہ "مرکوز" مخفقات میں سے ہے اور مظہار
کے جملہ مخفقات لغت میں نہیں ہو اکرتے۔ دنایا کوئی
کسی بجا بوان کا لغت دنایا نہیں جو تمام مصادر کے ساتھ
اس کے تمام مخفقات کو جمع کرنے سے ہو۔ اشتقاق
تو علم الصرف کا موضوع ہے نہ کہ علم اللغت کا۔ بیان اللسان
میں آپ سمجھ کی تھرست دیکھیں تو لفظ "مرکوز" مجذب کا

رستمن کا کوئی صیغہ حال ہے۔ نہ امر۔ نہ فاعل۔ اس کے بخلاف روئیدن اور صیغہ حال ہی روئید اور مفعول روئیدہ اور اسم فاعل قیاسی روئیدہ اور اسم فاعل سماجی خود رہ سمجھی متصل ہیں۔ آپ نے آخر کس دلیل یا قرین سے یہ تصور فرمایا کہ خود رہ کارو رستمن سے صیغہ اور ہے۔ مزید یہ کہ فارسی میں ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ مصادر کے پہلے حرف پر جو حرکت ہو وہ ہی اس کے صیغہ اور اور اسم فاعل کے پہلے حرف پر ہو۔ دیکھئے شدُن کے پہلے حرث شدُن پر پڑھ لیں اس کے امر شدُو کے حرث اول پر تصحیح آتا ہے اور اس کے اسم فاعل متونہ کاشش بھی مفتوح ہے۔ لہذا یہی ایک کمزور قیاس ہو اکارو اگر رستمن کا امر ہو تو اس کی رآ پر پشی بھی ہونا چاہئے۔

ان گوشوں کے علاوہ آپ یہ بھی فرموں کر چکے کہ عربی فارسی میں سماجی الفاظ بہت ہیں جن کا اعلیٰ قیاس سے بالکل نہیں ہوتا۔ گھنٹو نازی میں ہے اس نے میں فارسی امشادوں کا دو خشیدن کا اسم فاعل قیاسی تو درخشندہ ہے لیکن اسہم فاعل سماجی درخشش۔ داشتن کا اسم فاعل قیاسی داشنہ ہے مگر اسہم فاعل سماجی دانا۔ خشیدن کا اسم فاعل قیاسی چلن۔ وہی مگر اسہم فاعل سماجی چکان۔

طباں خداں۔ چاں۔ خاموش۔ خواہاں۔ جویاں۔ جبیاں پرسب اسہم فاعل سماجی ہیں۔ اسی طرح روئیدن سے خود رہ اسہم فاعل سماجی ہے۔ ابھریے فارسی مصادر ایسے ہیں جن کا صیغہ امر اہل زبان ہیں متصل نہیں جیسے تراویدن۔ ترکیدن۔ تو انسن۔ خلیدن۔ رستمن۔ رستمن۔ رستمن۔ تراویدن۔ روئیدن۔ وغیرہ۔ پھر انہیں بعض وہ ہیں جن کا اسم فاعل بھی متصل نہیں جیسے تراویدن۔ ترکیدن۔ خلیدن۔ اور بعض کا اسہم فاعل متصل ہے جیسے تو انسن سے اسہم فاعل قیاسی تو اشندہ اور اسہم فاعل سماجی تو انا اور رستمن سے اسہم فاعل سماجی روئیدن اور تراویدن سے اسہم فاعل سماجی زار۔ گویا تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ مصادر کا نہ امر متصل ہے اسہم فاعل

انہیں سے کوئی لفظ اگر عسری لفظ میں رہ گیا ہے تو کیسے ہے۔ یہ سامارکی مثال ہوئی۔ افعال کے مشقات میں سے کبھی کوئی مشتق "اسم" کی حیثیت لیتا ہے۔ جیسے حفظ سے حفظ۔ اس کے معنی ہیں جزو زان۔ اگر لفظ میں صرف سہ حفظ شامل ہوا میکن۔ حفظ شامل نہیں ہو تو اسے کمی کہیں کیونکہ بغیر تصریح کے طالب علم کی پیچ اس بات تک نہیں ہوئی کہ حفظ جزو زان کو کہتے ہیں۔ یا جیسے لفظ حفظ۔ اس کے معنی ہیں ایسا مصالحہ جو اشتغال انگریز ہو۔ لغت ہمارا کا فرض ہے کہ وہ لفظ حفظ کے بعد یہ وضاحت بھی کرے کہ یہی صدر جب باب افعال سے آتا ہے راحظانی تو اس کے معنی تاؤ دلانے کے آئندے ہیں اور اسی سے حفظ بناتا ہے۔ صفات ظاہر ہے کہ اس وضاحت کے بغیر کوئی طالب احفاظ اور حفظ کے معانی نہ جان سکے گا۔

اس کے بخلاف کوئی لفظ نہ گار لفظ ارتکاش تو دیہے مگر مرتكز نہ دیے یا عبارو دیے گرمعیہ نہ دیے یا سارکو زدنے دیے مگر مرکوز نہ دیے یا طاعۃ دیہے گرمعیہ نہ دیے تو اسے کیا اور خاصی نہیں ہیں کیونکہ یہ طالب علم خود یہ مشقات نکال لے گا اور ان کا صحیح و متصل نہ ہو ہم بھی سمجھ جاتے گا۔

پھر وضاحت اپنامہ طوالت اختیار کر گئیں لیکن انکا مقصود یہ احساس دلانے کے علم و فنون پر کامیل نہیں۔ ان کے مصالحہ میں بیدار افسزی، احیانات اور بالغ نظری کار امن پڑھے رہنا چاہتے۔ جہاں تک اصل سمعت کا تعلق ہے اس کے پارے میں بھی بھروسہ لیجئے۔

فارسی میں "لگنے" کے لئے صرف رستمن ہی نہیں آتا روئیدن بھی آتا ہے اور اسی کا چلن نہیں ازیادہ ہے۔ کلمہ نظری کی مشیل مشیں کر کے آپ نے تاثر دیا کہ فارسی میں آپ کو بھی خاصی نظر ہے لیکن یہ سرت ہوئی کہ آپ "روئیدن" سے مشتق مان رہے ہیں حالانکہ یہ روئیدن سے مشتق ہے۔ رستمن سے کلام فارسی میں ماضی مطلقاً رستمن اور اسہم مفعول مرتستہ تو متصل ہے باقی مشقات متصل نہیں ہیں۔

میں نے کسی حرکت یا شوٹے کا اضطراری طرف سے
نہیں کیا۔ جوں کا توں نقل کیا ہے۔ ملا حظہ کر تیجے خود رو
کی راپر فتح ہے یا نہیں۔

اگر قیاس سے کام لیا جاتے تو بے شک روئیدن
سے رو بنتا چاہیے۔ جناب خیر فرنگ عاصمہ میں ص ۲۵۱ پر
”رو“ کے الیک معنی ”امتنے والا“ بھی رقم میں لیکن یہاں
تک مجھے علم ہے لفظ رو بطور اسم فاعل قاری میں مستعمل
ہے نہیں بلکہ چہرے کے معنی میں تکمیر الاستعمال ہے جیسے
خوب رو۔ رو برو۔ رو بقلہ۔ رو شناس۔ رو نما۔ رو
روشن۔ رو کردان۔ رو بالحوت۔ رو سیاہ وغیرہ۔ بھی
بھی بیت کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسے
برہ رہ حیرت فلاں حکم تابت است۔ ہر حال جب
روئیدن سے اسم فاعل ترکیبی بنائیں تو خود رو
بنائیں گے اور اسی کو اس فاعل سांعی بھی کہیں گے۔ آنچہ
کا قاری مطابق اگر کافی ہے تو قاری کی کسی اشارة یا
لغت سے ایسی کوئی شہادت لائیجسے جس سے واضح ہو کہ
خود رو کی روپی دلیل درست ہے فتح درست نہیں۔

برہ سفر محدث۔	مولیٰ مقبول سیوط اوری	۲/۵۰
جاند کے گھرے	"	۱/۵۰
عما بہات ہند	"	۱/۲۵
لوگوں کا اسلامی کورس کا حصہ عل۔	"	۱/۲۵
جنات کی دنیا مولیٰ مقبول سیوط اوری	"	۲/-
عملیات اور جادو	"	۱/۵۰
پونے پاہلکی خرزے	"	-۱/-
چھوپر بیس پچھے کا ہندوستان	"	۱/۵۰
مولانا عبداللہ بن حبی اور اس کے ناقہ مجلد	"	۶/-
تصوف کی حقیقت شاہ ولی اللہ	"	۶/-
جنات اور دوزخ شیخ عبدالقدوس جملانی	"	۱/۲۵
مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں ملٹنا اور دی	"	۱/۵۰
مکتبہ علی)۔ دیوبند (بڑی)	"	

دوسری وہ کام مستعمل نہیں مگر اسم فاعل قیاسی اور ساعی
دوتوں مستعمل ہیں اور دوسری وہ کام فاعل قیاسی نہیں
آ۔ اصرف ساعی آتا ہے۔

روئیدن دوسری قسم میں داخل ہے۔ صیغہ امر
مستعمل نہیں۔ کام فاعل قیاسی بھی آتا ہے درود مددہ)
اور ساعی بھی (خود رو) اس کے بخلاف صفت قسم اول
میں داخل ہے کہ در امر آتا ہے نہ احمد فاعل۔

اب جب کہ خود رو کا معاملہ ساعی بھیر تو اسی کی
قیاس بازی کا اس میں کوئی داخل نہ ہو جا۔ صیغی آتے
فرماتی ہے۔ ساعی اوزان وال الفاظ کا لیعنی تو محض

زبان کا کلام کرتا ہے۔ آپ نظری جیسے نظراء کے
کلام پر اس حد تک نظر رکھتے ہیں کہ وقت ضرور جستہ
اس سے نظم اسرار بھی لاسکتے ہیں تو آپ کے لئے یہ اسان
ہزار اچھے کہاں کاراں فارس اساتذہ کی تحریروں سے ملی
کوئی نظری دھوٹ دلائیں جس میں خود رو کا لفظ راسکے پیش
ہے ساختہ استعمال کیا گیا ہے۔ میں جو نکل فارسی پر عبور
نہیں رکھتا اور دلیل و نہار اور دوسری سے صرار نہیں میں
کھڑ رہے ہیں اس لئے دہن کی ایسے فارسی نہوںے
کی طرف منتقل نہیں ہوا جسے پیش کر کے میں ثابت کر دیں
کہ خود رو کی رامضوچہ مضموم نہیں لیکن پہلو اطمینان
ہے کہ پہنچ میں جتنی فارسی کہتا ہیں پڑھی میں اُن میں
جہاں کہیں خود رو کا لفظ آیا ہے جو راسکے ساختہ آیا
ہے اس وقت دوڑا لے آکے سامنے پیش کرو گا۔

(۱) میرے سامنے جامع اردو لغات کا تاج پہنچ
ہاؤس۔ دہلی کا چھپا ہوا جسی سائز سنخی ہے۔ اس کے
صفحہ ۲۶۰ پر خود رو کا لفظ فتح راموجرد ہے۔
(۲) فرنگ عاصمہ۔ مرتبہ تمہار عبیداللہ خاں جو شیخی
تبلیغ اریش۔ شائع کردہ مکتبہ اشاعت اور رو۔ دہلی۔

صفحہ ۲۶۱ پر یہ عمارت دیسج ہے۔
”خود رو“ خود رو (خود رو ش نہ) (خود رو)
جو بلا بوسے آپ آگ آئے۔“

قابوی فرقہ دائرہ اُلدکار سے قطعاً خامس جمادی

دَلْهُلُ عَلِيُّوْمُ دِیْوَنِ بَنْدِکَلَ اَعْلَانُ

مردانہ فاری تحریر طبیب صاحب تم دارالعلوم ریونین نے ایک بیان میں کہا ہے کہ قسم ملک سے بر سر ہمارے پہلے یا تفاوق علماء یا صیغہ قسم نبوت کے بیانی اور عقیدی اسلامی عقیدے سے اکابر پر نادیاں فرقہ کیعت مدار خارج از اسلام نہ رہے چکا ہے، انگریز کی پیدا کردہ اس جھوٹے نبی اور اس کے ذریعہ نہیں حق اسلام کے بخلاف، زیبی اونگ کو اس ذیں تین ادھر پر ناک میں الاقوامی ساز شش کا آج بخوبی شد نیا اسلام نے طویل جہالت اصلاح دینے کے بعد پر دہ چاک کر دیا ہے اور حاکم اسلامیہ کی ۱۳۲ اسلامی تنظیموں کے سربراہوں کی کانفرنس (منعقدہ اپریل ۱۹۴۷ء) میں بالاتفاق یہ صحیح ترین اور تاریخی اعلان کیا کہ قادیانی فرقہ غیر مشروط طور پر یا قائم الائیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر حتم تحدوت کو نہ مانتے اور ایسا علیهم اسلام کی توہین کرنے کے وجہ سے قطعاً مرتدا اور خارج از اسلام ہے، عالم اسلام کے اس متفقہ اور تاریخی اعلان حق نے اپنی حق کو نہ صرف کوئی کثیت ہے بلکہ قادیانیوں کے مرتدا ہونے کے بارعے میں قسم اور حدیث پرینی اپنی حق کے دینی موقف کو عظیم مہربانی عطا کی ہے۔ عالم اسلام کے اس متفقہ فیصلے کے بعد پاکستان کے علماء حنفی اور عامتہ المسلمين مستحق مہارکیاں ہیں کہ انہوں نے قادیانی فرقہ کے ارتکاد کے باسے میں اپنے اور انہا مسلمانان عالم کے موقف حق کی حکومتی سلطنت پر ناید و نو شیت حاصل کرنے میں پل کی بے قویت ہے کہ دیگر حاکم اسلامیہ کے علماء و عامتہ المسلمين بھی فتنہ قاریانیت کے بالظیہ الاد کو اسلامی محیت کے تحت ہر ٹکن لفڑیت دنائیدمیں میں دریغہ ذکر کے عن انشا ہجرا و رعن اسلامین مشکور ہوں۔

بالاشبیہ عالم اسلام کا یہ کلیہ فیصلہ اور اس کی تائید توہین قاریانی فرقہ کی نہیں کاریوں سے مسلمانان عالم کو پچائے کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو گا اس لئے عموماً تمام علماء اور مسلمانان ہندو اور تھوڑا علماء ریونین اسلام کے تحفظ کے اس میں الاقوامی قیملہ اور افراط کام کرنے والوں کو ولی مسیار کیا و پیش کرتے ہیں اور زعماً گوہیں کہ اللہ تعالیٰ قائم الائیا مکے لائے ہوئے اس آخری دین کو زیادہ سے زیادہ نیکی نصرت دنائید مرحمت رہائے۔ آئین (دستور اسلامیہ)

ایک میارک اقدام کے ایک صحیح فیصلہ (نہ وقوع العلماء (لکھنؤ) کا اعلان)

قادیانیت کا مسئلہ گزشتہ تو ے سال سے ملت اسلامیہ اور امت محمدی کے لئے ایک تشویشناک اور پریشان کن مسئلہ بنا ہوا تھا۔ مدحی نبیوت مرا غلام احمد کی تحریک کے خطہ ناک رجحانات اور اسلام و پیغمبرت محمدؐ کے خلاف بغاوت اور بربہنہ ساز مشوں کی گرفت گزشتہ پون صدی میں امت کے سواد عظم کے قبضہ ز علماء راویوں فکر کن کرنے رہیں اس میں سر قورسٹ مولانا محمد علی مونگیری، مولانا افروشاہ صاحب شعیری، مولانا شاہ اللہ صاحب اقرتھی اور اکثر محمدی اقیان، مولانا محمد علی جو مولانا ابو طار الدین شاہ بخاری اورغیرہ ہیں۔

قادیانیت نے جس نقاب کے ساتھ ملت اسلامیہ میں نفوذ کیا تھا اور جس حکمت کے ساتھ اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کا جزو دیتا یا تھا اس نے ان کے بارے میں عام مسلمانوں میں اس طبقہ فہمی پیدا کر دی تھی۔ قادیانیت (جس کے پس پشت وہ سامراجی طائفیں کام کر رہی تھیں جو مسلمانوں اور عالم اسلام کو منظر پر پا گزدہ کر دے دے پہنچائی تھیں) نے اس طرح پرورشیگزیدہ سرکھا تھا کہ وہ اسلام کی بیانی اور پورا پوت دا زیفیں اشاعت اسلام کی ایک سرگرم و فعال تنظیم ہے۔ ان کے اس غلط پرورشیگزیدہ کاشکار ملک و پیر و ملک کی بڑی تعداد ہوئی۔ مگر اس مسئلہ نے پاکستان میں دوبار ۱۹۴۷ء میں اور اسال ۱۹۷۴ء میں جو مرد اخینار کیا اس نے پوئے عالم اسلام کو چونکا دیا۔ قادیانیت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے والوں نے اس تحریک کے عطر یا کھمڑت کو خوبیں کر کے اس بات کا اعلان کیا کہ قادیانی حضرات ان ہی کے عقیدہ اور تصریح کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کا جزو نہیں ہیں بلکہ ایک مستقل ملت ہیں جس کا کوئی رشتہ اسلام اور رحمۃ محمدی سے نہیں ہے۔ ان کی ملت کے سواد عظم سے ذاتی صرف دینوی مفاد حاصل کرنے کے لئے ہے۔ عالم اسلام کی نمائی وہ تنظیم را بطور عالم اسلامی کی اپنی ایک قرارداد کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالیبہ کیا ہے۔ پاکستان ایں اس سلسلے میں پڑے فتنے طریقہ سے اور قوم کی منتخب مقنونہ کے اراکین برشیں بکٹیں کے ذریعہ اس ملک کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ تحریک قادیانیت کے موجودہ سرمایہ کا بیان یا اور جہوری طریقہ سے اپنائیں۔ اصلی کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ قیاسہ پر رحاظہ سے قابل تحسین ہے۔ اسے نہ تو غیر اسلامی کہا جا سکتا ہے اور نہ غیر اخلاقی۔ جن حضرات کی قادیانی تحریک کے قیام اور اس کے موجودہ پیشہ اور آئندہ عنان کم پر گھری نظر نہیں وہ اپنی کم علمی یا لا علمی کی بنیاد پر جو اس زینتیگی کی وجہ سے ہے ہیں انھیں چاہئے کہ وہ قادیانیت کا نفصیلی مطالعہ کریں۔ یہیں یقین ہے کہ قادیانیت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ اکابرین پری راستے تقدیری کرنے پر چور کرے گا۔

ہم اس ملک کی دینی، تعلیمی، سماجی تنظیموں اور اداروں سے کمی درجو است کرتے ہیں کہ وہ اس فیصلہ کی تائید اور اسے عین الصاف در دار ای قرار دینے میں، بالی بیانات مشائع کرنس ناکر رضیغیر اور دنیا کے عوام و خواص کو یہ بات واضح ہو جائے کہ مشرق و مغرب اور دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں کی یقینت آواز تھی اور اسے دلیل حق و صواب سمجھتے ہیں۔ زانع جیات لکھنؤ ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء

حضرت مولانا عبد المajeed دربیا بادی، ناطق اور کشیر اقیانی جناب محمد عثمان فار تبلیط سائبی ایڈریس الجمیعت سے ادارہ سعیٰ کی فارم بادا در در من ایاذۃ تعالیٰ ہے کہ وہ قادیانیت کے لئے زرم گوشے کو بالائی طاقت رکھا ہیں اور یقین فما لبیں کر قادیانیوں کا فارج از اسلام ہوتا در اسے کا تحمل نہیں۔

مُلَّا ابن العرب کی

ہمسکھر سے مَنْجَابِ لَبَكْ

یر شمارہ آپ کے ہاتھوں میں تیر مصان کے بعد یہی بہرہ شمع رہا ہے مگر مرتبہ رمضان
ہی میں ہوا تھا اور رمضان میں مُلَّا عَوْمَانِ حسْن نایاب بن کردہ جاتا ہے۔ آپ کی بھی وہ ہاتھوں
آیا اور تجویز اپنے تیرہ سال پر اُن اعذر نامہ پر یہ قبرت کیا جا رہا ہے اس کی اشاعت اپریل ۱۸۷۶ء
میں ہوتی تھی۔ آپ پڑھ پھی پڑھوں تو یاد کیا دھرا ہے۔ یاد کھی ہو تو قراب کی نیت سے پھر
پڑھوڑائے (ادارہ)

تاریخ نوشت ۲۳ ماہ میں کرہ رمضان المبارک

ایڈیٹر مُلَّا ایتی ہمن یعنی عاجزکی زوجہ — نیشنل پر
غیر اپنے تھے :-

”آخری مردود ہے ہماں؟ جب ملا کے سمجھا ہوں
تم کہ پتی ہوئے ہمیں؟“

”سچ ہتھا۔ بیکمہ نہ ڈے سچ ہجھی میں یقین دلایا۔
ایسا ہی اتفاق ہوتا ہے کہ جب بھی آپنے دفتر سے آدمی
بھجا وہ گھر ٹھہری ہمیں۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مدرسے بھی ہمیں رکھ رہا
روزے روکھنے والا کوئی آدمی صبح آٹھ بجھے لتر کے سوا اور
کہیں نہیں مل سکتا۔“

”روزے تو کھر پہنچوں اسی لئے لکھنا بھی بن کر رکھا
ہے۔ دن میں قلم لے لے کے ملختے ہیں مگر کمی کی کاغذ کا۔“

یعنی اس کے اٹھا جاتے ہیں۔ سحری کے کمبوں تو سوجاتہ
ہیں اور کبھی باہر چل جاتے ہیں پھر دیہر کے سوچلاتے ہیں۔

”مرت بلود۔“ ہمیں کے سچا جھلانے وہ شاید
ہمیں کے چھرے سے بھاپ پٹھر تھے کہ قریب ریکارڈ بھرا کی
— ”ماڑح آدھا ہوتے کہا پھٹکھی اسی کی وجہ سے
کئی بار پڑھ لیتے ہوئے ہے۔ آپ کی بھی اسی کی بکواس باتی تو
وردر پر جپہر مکمل ہو چکا ہے۔ تمہاری بھی مرت ماری گئی ہے
اس سے بجائے سچھانے کے طرح یہی ہو۔“

”لئے بھیا آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ مرے
بس میں ہوں۔ بہت سچھا ہی ہوں،“ مگر دہ دہ آپ
جانشی ہیں ایران طوران کی ہاگ۔ دیتے ہیں۔“

”یہودہ کہیں کا۔ سفیر بال ہوتے کہ اتنے ملک
لٹکپڑا ہمیں کیا۔“

”اس فقہ کے پڑھا کی ہیں لاچپرد ذرا کشیدہ ہو گیا۔“

”جنم میں گیا اخبار۔ روزے آخر اور لوگ بھی تو
رکھتے ہیں، تمہارا ہی روزہ دنیا سے نالا کیوں ہے کہ چار
ورقائی بھی نہیں لکھ سکتے۔“

”آگئیں آپ ستم پر... کیا کہا در قلی...“

”ارے اور کیا... جیسے میں صاحب آحمد صفحہ ہی تو
لکھتے ہو۔“

”اُف... یہم کہہ رہی ہو... میرے اللذین
کچھ لیوں نہیں جاتی۔ لوہہ بھی کچھیں کرنے سمجھنگے و
نام ہے... دسمرا مصعرد کیا تھا؟“
ان سے جو نہیں پرستم آیا گری آئیں۔

”مصرع کسی اور سے بچتا۔ آخر لکھا کہ جان
کیوں نہیں بھڑاتے۔“

”ایسے کہہ رہی ہو جیسے مضمون لکھنا اس سلسلے میں کوئی
ذن ہی نہیں۔ کبھی کوئی مرغی دیکھی ہے تم نہ“
اس نے جواب نہیں دیا۔ اس ناخوش شکار اندزاد میں
محض دیکھتی رہی۔

”رض کر حتم کسی کوئی مرغی سے ایک لاکھ روپیہ کہو کہ
نیک بخت انڈا دیدے۔ خدا کلتے دیتے۔ تو کیا وہ
دیتا گی؟“

”یہ گن بھی مثالیں اپنے پاس رکھو۔ کوئی ادنی مضمون
لکھتا ہے۔ آلا بیٹا کچھ تھیث ڈالو۔“

”خوب دادے رہی ہو۔ البتا کسی کو طے کیا رکھو۔
ایسے تو بھکرو۔ دادے داد۔ ہتھی سنتی میں کوئی جسی کا ساتھ
دیتا ہے۔ کہ ساری کی میں تایا بھی... تو بہ...“

”آپ تو کہتے تھے بھیجا سوکھ کے پھرارہ بن گیا ہے
پھر بھر کھاں سے اُر پہنچا؟“

”مشتری گر بہ۔ یہ بھی حتم کبھی آپ آخر کیان اق
ہے؟“

”ذائق و ذات میں نہیں جاتی۔ تمہاری وجہ سے جھے
بھیتا کی جلی کٹی سنتی پڑی ہیں۔ یا انڈھنگے سے کام کر دیا
استغفار دیا۔“

”خیر بھیا یاں تو اسی تک ان کا ایک بھی سفی نہیں ہوا۔
”ہاں ہاں دہ تردد و دھ پیٹا سچ ہے۔ اسے تو کہا بیٹا یا تو
تل تک اپنا بکراں نام رکا تب کے خواہ کر دے درد
بہت بڑی طرح پیش آؤں گا۔“

یہ کہ کہ کہہ پیر تھجے چلے گئے۔ اب یہ غسل خانے سے
رہا، پھو اور درد دارے سے جھانک کر دیکھا کہ واقعی درد چلے
ہی گئے ہیں باہمیکر اپنے در ہے ہیں۔ ولیمان جسیے دی
سے اس کی قوچ قوچیں کی جا سکتی تھیں، لیکن جو رکا دل کتنا
ہدود مرگ پر اتفاق نہیز ان جملے جا رہے تھے۔ افتخار
نہیز ان اس لئے کہ روزوں میں ان کا بھی حال بحکم پتلا
ہیں رہتا۔ ایک دفعہ کو تو زرس کی آیا اور جیسا کہ رکا کہ
وقوع کا شعر ہے ہوں، مگر شعر کہاں دھرم ہے۔
روزوں کے فیض سے، اس شعر کا یہ عالم ہے کہ ظلم و فخر کا
قہی بھج سے بالا ہو گیا ہے۔

”کچھ بھی جو اپنی بیگم آ جملہ بہت اچھی جا رہی تھیں۔
”سہری پر گرتے ہوئے میرے میرے حوصلہ فراہی کی کی۔“

”ہزاروں برس چھوٹے حتم اللہ قسم اب تو بہت حسین
رہی جا رہی ہو۔“

”آپ کو شرم آئی چاہئے۔“ وہ برے سے ہو گئے میں بولی۔
”فرور آئے گی... تھی کہا ہیوں جب تھم آپ جتاب
حرولتی ہو تو بہت شرم آتی ہے۔“

”لیں رہنے دو... آخر یہ بھینا کب جائے گا۔“

”ہمیں... کیا کہا بھینا۔ جھجھتاؤ آگیا۔“ تم تو ایسے
ہر ہیما ہو جیسے شوہر میں جیسیں تم ہو۔“

”حتم تھجے“ ان کی پیزاری عروج پر بڑو شجاعی اب
آپ کے لئے اپنی عاقبت برسا دنہیں کر دیں گی۔ بھیتا
بھاٹ صاف کہوں گی کہ یہ کھڑا ہیں مگر

ترکے آدمی سے جھوٹ کھلوا دیتے ہیں۔

”لیں بس“ میں نے تو کہا“ کیا آج کے اخبار میں
نیکے کی خبریں زیادہ ہیں؟“

” دردگردہ ہو جاتا ہے۔ لب تم چب جاؤ۔ آج تم نے اپنے شوہر کی غیرت کو لالکارا ہے۔ دیکھنا اب کیسا ڈٹ کے سامنا کرتا ہوں؟ ”

پھر میں چادر سے منحوں پیٹ کے سوگیا۔ لیکن شاید زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اپا انک سر کی طرف سے ایک بھوکچال ماناخواب بڑے زور شور سے طلوع ہوا۔ رمضان کے خواب بخوبی اسیوں پا خضر کا نیجہ ہوتے ہیں۔ ہوئی چھابٹی کا مقولہ ہے کہ سحری نہیں کم سے کم اتنا لوٹھا کہ حق کے دھوئیں کو حلق سے بچے اترنے کا راستہ نہ مل سکے۔ ہوئی زمر دعلی کا تو معمول ہے کہ سحری نہیں دو خوارک یک مشت کھلتے ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ جب تک نہ ہر کو وقت نکل کھٹی ذکاریں نہ آتی رہیں سحری کا مفہوم ہی پورا نہیں ہوتا۔

لیکن عاجز کا معلمہ جدا گا ہے۔ عاجز نے تو فتحی ترتیب یوں دے رکھی ہے کہ حقر وض دیان واجب، چائے سخوب اور کھانا میਆں پوری سمجھی خلافی را کٹ کر رفتار سے خفچہ پیتا ہوں اور مولانا روم کا ببر جمل مصروفہ بریان رہتا ہے۔

بسنواز نے چوں حکایت می گستہ۔

پھر کھلا خواب بریشاں کہاں سے آتا۔ دہ دراصل خواب نہیں تھا، بلکہ آئندہ شیرخانی کی سنجیدگی قلا بازی کھانا گئی تھی۔ اسیں شایر کسی سے معلوم ہو گیا تھا کہ مالمجی نانے پڑتا ہے۔ اس خود ہی اٹھ پڑے آئے اور مشریقوں کی طرح بیدار کرنے کے عوض پھر اونما محمد خشتم حال کے سری را نایدہ سوچ لیجھے گیا حال ہوا ہمگا۔ زسری زیادہ حاضر انگریز افتاب تو گئی بیس بھی پڑے تو طبیعت صاف کر دینے کے لئے از بک کافی ہے۔

” کس کون ہے.... کیا ہے۔ ” بیس ہر ٹاکے اٹھا اور سبکیاں لیتے ہوئے دھاڑا۔ خواب میں بزرگی استم کی توکدار آداز آئی۔

” انھوں“

” تو یوں کہو آج اٹھنے ہیں کا تھیر ہے۔ ”
کہتا ہوں یعنی الگ اتفاق شوہر ہوئی ہوتیں تو مجھے عادت ہی ہیں خود تھاشی کر لینی پڑتی۔ اچھا مجھے تو لکھ جیا تی ہو اپنے بھیسا سرکبوں نہیں کہتیں ایک فتویٰ میرے لئے بھی سہی ہے۔

” کیسا فتویٰ؟ ”

” سفیدنگ کا فتویٰ۔ خوب کھولی بن رہی ہوں۔
کیا میں نے پچھلے جمعر کو نہیں کھا تھا کہ اپنے بھیسا می فتویٰ
دلوا کر ایک دوز دزہ معاف کراو دفتر کا دفتر لکھا اونکا“
” نہیں تو خدا کی بھی شرم نہیں ” دہ بنتم کو پورنٹوں
ہی ہوتیوں میں گھوٹ کر پولی۔

” اورے دا۔ تمہارے بھائی صاحب ہر چیز
سو سو گز کے فتوے لکھتے ہیں تو کوئی شرم کی یات نہیں
اور میرے لئے ایک سطحی فتویٰ بھی گویا کر۔۔۔ جی ہاں
..... گویا کر۔۔۔ ”

” ہترنام سے کون مخربارے۔۔۔ اچھا دن ہیں
لکھ سکتے تو رات میں کبوں نہیں لکھتے۔۔۔ تراویح کے بعد
ایک دو دن ملکشنا نہ سہی۔ ”

” ہوں تواب آئی ہو مطلب پر۔ یوں کہونا میری
رات کی تقریب تھیں کھٹک رہی ہے۔ تہر دید مجھے۔
دن بھر دزہ رکھوں اور رات کو کاغذ قلم سے سرما روں
بھی مشتمل ہیتے تا تھمارا؟ ”

” اورے یوں اس طرح کہہ رہے ہو جیسے رات کو کھنا
پہاڑ کا ٹنکے مرادف ہے۔ ہترنام سوچا تو۔ میں تو حصتا
ھاف کھروں گی کھیا سے کہ یہ تراویح کے بعد سے
سحری انک ٹھر سے باہر نہیں ہیں معلوم نہیں کہاں
چلتے ہیں۔ ”

” شیک ہے بھی کہہ رینا کہ جو ری کرتے جاتے ہیں۔
ناچ دیکھنے جاتے ہیں۔۔۔ حدیث کئی ٹوپیا سالے نہ ہوتے
جلاد ہو گئے کہ پھانسی چڑھا دیں گے۔ ”
” بچھے تو خوب تیزی دکھاتے ہو۔ ساتھی کیا ہو جاتے۔ ”

”ادھر کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ میں پوچھتا ہوں فطار
سے حیری لگ کہاں رہتے ہو؟“

”جی۔۔۔ پرسوں چور جی کی سجدہ شنبہ تھا۔۔۔ کل
مزاجی خدا کے بیان شتم خواجہ گانگی مخفی تھی۔۔۔“
”اور آج کی رات تمہارے خواجہ عس ہو گا۔۔۔“
نالائق کہیں کے۔۔۔ مجھے معلوم ہوا ہے تم مولوی چشم الہ
کے ریکے کروات نات بھر شطرنج کھلدا رہتے ہو۔۔۔“

”لذیواہ و دھرم بینا بچھے ہے۔۔۔ میں بے ساختہ رُخًا
خوبیت خود تو مجھے کھیجنے کھاش کے لئے جاتا ہے۔۔۔“
مہمگھوں دلاقوڑہ شطرنج کون مرد دکھلتا ہے۔۔۔
”انھوں نے بڑی ناخوشگوار نظروں سے ٹھوڑا
بھر ملکارے۔ ان کی مکراہت بعض مرتبہ بڑی بڑی ہو
ایسے کہ اتنے چھیسے کھا جائیں۔۔۔ کوئی بھی ہیں کہتے لئے۔۔۔“
”صوفی درین شکایت کر رہے ہے سکھ کر ان کی
درگاہ سے برابر چادریں چوری ہو رہی ہیں۔۔۔“

”جادوں۔۔۔ یعنی کچادری۔۔۔ کیا مطلب؟“

”تم چادر کا مطلب نہیں سمجھتے؟“
”اس وقت تو میں اپنا بھی مطلب نہیں سمجھتا۔ قسم
سے جناب آپ کو تو جو بھی چڑھا دیتا ہے میں جو ٹھلے
ہیں آجاتے ہیں۔۔۔ صوفی درین کی درگاہ سے اگر مڑوں
کو کفن بھی چوری ہو جائیں تو آخر جھوڈ نصیب کا اس
سے کیا واسطہ؟“

”ہو سکتا ہے جو کوئی اور رہا ہو۔۔۔ مگر ایکم تمہارے
سواد کسی کی نہیں ہوتی۔۔۔ بڑی ذیلی حرکت ہے۔۔۔“
کمال کرتے ہیں آپ۔۔۔ اس صوفی کے پچھے کوئی دریافت
تو کیا ہے زنا کو دے کس بینا دیر الزام تراشی کر رہا ہے۔۔۔ وہ تو
یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ چادریں چوری ہی ہوئی ہیں۔۔۔“
”وہ ترکیب کی گئیں کیسکے نہیں۔۔۔ وہ لفڑگانہ
نہیں کے لئے جلنے والوں میں ہے۔۔۔ کل ہی اسے تیرنگ
کے ہتھیں دیکھا گا۔۔۔“

”تو اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔ قیروان سے اول تو میرا۔۔۔“

اور میرے نشانہ کو شکر کر گئے۔۔۔ اسی طالم کی آواز تھی
جو سالا ہونے کے پا دھو میری سات پیشتوں تک کا ہے تو
ہاتھ ہو رہا ہے۔۔۔ حضرت پاس والی کرسی پر راجحان تھے
اور سیدھے۔۔۔ میری والا گھر بیکم درچار پیاری پرستھیں اس
تعلقی سے ترکاری کاٹ رہی تھیں جیسے ان کے شوہر بردن
دہلی کے مارا جائے والا شجون رانی برادر بھی اہمیت نہ رکھتا ہے۔۔۔
”ا۔۔۔ آپ۔۔۔“

”پاں میں۔۔۔ آپ بھی کہ دھاگہ رہنہیں ہے۔۔۔“
”تیر تو۔۔۔ لا جمل لا لاقۃ۔۔۔ آپ کے کہنے
نہیں پیدا۔۔۔“
”بس بس بکاؤں نہیں۔۔۔ میں پوچھتا ہوں تہباں الگ رہا
پن آذیکب عتم ہو گا۔۔۔“

”رمضان کے بعد۔۔۔ اور میرا مطلب یہ ہے کہ
گردھے مضمون نہیں تھے۔۔۔ نہ انہیں دننا ہے کیلئے عسل
دیا جاتا ہے۔۔۔“
”میں تھیں پانی کے ٹب ہیں اوندرھا لکھا دوں گا۔۔۔“
اپنے وطیرے تھیک کر دھانہیں تو سچ کہتا ہوں وہ گیشا
کروں گا کہ مراجع درست ہو جائے گا۔۔۔“

”وہ تو ہو گیا۔۔۔ میں نے چادر بھر کر کھیکا ہوا سراور
منہ پوچھنے ہوئے کہا۔۔۔ اب شام تک نہ ہونیہ ہو جانا یقینی ہے۔۔۔“
”کوئی پرواہیں۔۔۔ تازہ شما کے کی ڈائری تو میں
تمہاری لاش سے بھی لکھوں کے چھوڑوں گا۔۔۔“

”بابے۔۔۔ آپ ذرا محروس نہیں زانتے کہ میری
موت ن۔۔۔ ن نیکر کے لئے کیا ہے۔۔۔“
”فضل ہاتھی مرت کر دے۔۔۔ یہ بتاؤ دوزرات کو
پہاں جاتے ہو؟“

میری نگاہے اختیار بیگم کی طرف اٹھ گئی۔۔۔ اتنا
ناو آرہا تھا کہ روایوں نصیب ہوتا تھا تے زکان خارجہ نہ
تینا۔۔۔ ظاہر ہے اسی بھائی کی لاذی لے کان بھرے ہوئے
سخون کے گھوٹ پی کر رہ گیا اور عزم بال جنم کر لیا۔۔۔
راہبھیا جان خصت ہوں تو ان لاذی سکم کو بھی سمجھوں۔۔۔“

جوں تک نہیں رینگئے گی۔“

”مُتَظَّرِ سُرِ ہے۔ بخا آپ ان معاملات سے بے تعقیب
ہو جائیں پھر میں دیکھوں گا اگر کون کسے پھانسی پڑنا کا ہے اور
آپ تھیں جانتے یہ صوفی ایش کو شراب اور افیوں کا
غیرِ فاقوٰتی کاروبار کرتا ہے۔“

”کتنا ہو گا۔ تم ڈاٹری کب دے رہے ہو؟“

”ڈاٹری تو ہیں... کل کل بدروں گا۔“

”مُحْكَمْ ہے۔ کل شام تک کتاب تک نکل سمجھ جائے
نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔“

”چلے گئے تو مجھے یہ بھی یاد رہا کہ خدا نجوری کے
سلسلے میں یہ کم کو بھی سمجھتا ہے۔ البته مولوی حسین الدین پوچھ
ان کے خلیا سمسار تھے ان کے یاد میں فرمودھن کیا۔
”سن لیا تم نے۔ وہ تمہارے خلیا سمسار کیا فعلتے
ہیں...“

”غلط کیا فعلتے ہیں۔ آپ ہی نے میاں اچھی خلدرخ
کی چاٹ لگائی ہو گی۔“

”سبحان اللہ۔ تمہارے خیال میں وہ لومگھلیوں
چلتا ہے جسے میں گو دیں لے کر شطرنج کھلاوں گا۔ اپنی
حال سدھار سکم۔ تم نے ازدواجی آداب کو بالکل طاقت
میں روکھا یا ہے۔“

”برائی نہ مانتے مرت... کل غالباً امتل کی پڑس
کہہ رہی تھیں کہ ان کے میاں کو آپ نے ولایتی بنادیا ہے۔
”کون میاں۔ شیخ تھن؟“

”جی میاں۔“

”تو یہ چھا بیٹا شیخ تھن کے سینگ نکل آئے ہیں کیا؟“
”سینگ نکل آتے تو ان کے کتبہ والوں کو اتنا غم
ہے ہوتا مگر وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کے یہاں
کا کوئی خذہاروں پر سمجھے کرے اور جو عادے پڑھلنے
سے الکار کر دے۔ اصلی اہل سنت والجماعت ہیں وہ
وگ۔“

”یہ کہتے ہوئے بیکم نے دوسری کا کونا نہیں دیا۔“

یارا نہیں۔ حضنِ محمودی الیک سلیک ہے۔“

”بھوٹ کہتے ہو۔ کیا یہ وہی فقرہ نہیں ہے جسے تم نے
صوفی دار الحکمی لگا کر رگاہ بیل شاہ کے سجادے سے
بھرا دیا تھا؟“

”اور... آپ کو کیا معلوم؟“

”کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“ — ان کی تکمیلی نظریں
تجھے اپنی بیویوں کے گو dalle میں چھپتی خوس ہو رہی تھیں۔

”زیر غلط تو نہیں۔ لیکن چادروں کا معامل
الگ ہے۔ فیر اتنے تو نیا کرتے بھی پہنچا تھا اب وہ صوفی کا
بچہ کہاے کاہر کرتا بھی اسی کی درگاہ سے جو ری ہلو جو
کہہ کیا دیگا۔ وہ تو کہہ ہی رہا ہے کہ جو عادے کے
بچہ اور پتپتے بھی جو ری ہوئے ہیں۔“

”خون لگ گیا ہے اس کے منہ کو۔ خدا کئے آپ
اس مکاہ کے معاملہ میں نہ ہوئے۔ میں نہیں بوس گا۔“

”میری بلاسے اس نے پولیس میں روپرٹ درج
کرائی ہے۔“

”ادھ نہ ہو۔ تو یہ بات ہے۔ آپ چاہیے میسٹر گولی
مار دیں مگر اس صوفی کے بچھی حقیقت ہزوڑہ بریاد کر کے
رہوں گا۔“

”ختم کرو۔ مجھے لیکن ہے تمہاری موت کی صوفی
ہی کے یادھو سے بھی ہے۔“

”تا حکم۔“ میں تاؤ میں بھر گیا۔ کسی صوفی کے ہاتھ
سے مرنے سے پہلے میں کسی خارش زدہ لکھ کے معاذرے میں
اتر جانا پسند کرنے کا۔“

”لاماصل ڈینگیں۔ صوفی دریخون بہت دریخ کے
آدمی ہیں۔ ہم تھا پڑھ لگیا تو نہیں کچا چا جائیں کے۔“

”چھا کے تو دیکھیں۔ پیریت میں وہ مرد را لٹکھ کا کہ
پا گل کئے کی طرح بھوٹکتے بھریں گے۔“

”استغفار اللہ۔“ بڑی گھٹیاں اپنیں کرنے ہو۔ سیر
مجھے تمہارے داہیات قصور سے کوئی سرد کار نہیں۔ اگر

کوئی نہیں پھانسی پر بھی لفکادے گا تو میرے کافروں پر

میں اندر جائے گا۔ دل کی دھڑکن اور مرغ کی گلروں کوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اسی لمحے ذرا اور اب اپنے سخنچپائے پھرنا تھا۔ ایک دبیار خود اپنے بیٹر تھا اسی تو سعادت من پیغمبیر نے ہدایت کے مطابق پہلے ہی مجھے مطلع کر دیا۔ پھر انہیں اندر بیلا یا۔ ان کی عادت ہے پہلے اذن چاہتے ہیں پھر اجازت مل جانے پر قائم رنجہ فرماتے ہیں۔ پارہا ان کی اس عادت پر میں نے شکوہ کیا تھا کہ آپ فیرمت برستے ہیں۔ اس پر تصریح ہے ہنوتی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے استین ان کے تکلف کی کہا ضرورت ہے جسے آپ غلام زادہ بتا چھوڑا ہے۔ لیکن دہ لکیر کے فقیر نہیں یہاں اور میں نے صبر کی سیل سینے پر رکھ لی۔ مگر زادہ رے تیرگی زمانہ ان کی بھی عادت اس بار میرے حق میں کسی نعمت ثابت ہو رہی تھی۔ ایک دن سویا ہوا سخا کر سکنے اُنگڑھاں اس کے اطلاع دی دی آرہے ہیں۔ اس پھر کیا تھا جرن کی طرح کلاؤنگ یکھر کے اندر کی دوسری کوٹھری میں جاسیا۔ علطی یہ ہوتی کہ جتنے اٹھانا بھول گیا۔ ان کی تظریز سر سے پہلے بھی کمزوری پکڑی۔

”تم تو کہی ہو نسیم وہ یا ہرگیا ہے گیر یہ جوستے...“
”جی..... دہ حیل پیٹے پہنے چلے گئے ہیں...“
گر انھیں نہیں جیسیں آیا اور کوٹھری میں گھسے چلے لئے۔ اگر وہ بھی میری طرح نٹک پیروں چکے چکے آئے تو شاید میں کئے کی موت را جاتا۔ لیکن غیرمت ہے دہ جاسوسی تاؤں نہیں پڑھتے۔ پاڑھتے ہوں گے تو ان سے بھی سیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ادھر انھوں نے کوٹھری میں قدم رکھا اور ادھر میں صہیت کا ادا پھلا دے کی طرح این میں کی کوٹھری میں جا گھسا۔ دہ بھانپ تو شاید کئے تھے لیکن ایندھن کی اُنٹگ تاریک کوٹھری میں گھنا ان صیئن تھیں آدھی کے مشکل ہی تھا۔ اس طرح مجھے اس شاونکر بال پکھوں کو دعائے تحریر دینے کا موقع ملا جس نے کہا تھا:-
رسیدہ بودبلائے ملے بھی یہ گزشت

شاید وہ ملنی رک رہی تھیں۔

”گھٹ گھٹ کے مت ہنسنگم۔ میں اس وقت پل صراط پر کھڑا ہوں۔ تباہ کل تک ذرا تری کیسے بھی جائیں؟“

”مشکل تر رہ بھی نہیں ہے کہ میں کو وہ قاف کی جو تی

سے بھراں کا ہیں میں چھلانگ لگادوں... کاش تم حقہ

پیسا کر لیں گے تیر کیسی پتا چلنا کہ ترکاری کاٹنے میں اندر رکھنے میں مضمون رکھنے میں کیا حق ہے؟“

”آخر بھیا بھی تو حقریتی ہیں۔“

”ان کے سر پر کالے دلیکا سایہ ہے۔ دہ دل چھبر تو کروں پر حکم حلاتے رہتے ہیں۔“

”احمی جائیے بھی آپے ہمٹت ہی توڑڈا ہی ہے درز...“

”نہیں گے یہ رہا نازک معاملہ ہے۔ رُض کردہ دماغ پر غیر معقولی بوجھ پڑھنے سے دماغ کی رگس پھٹھائیں تو کیا تم میری الجی لاش پسند کر سکو گی جو قبرستان نک
حقہ حقہ پکارتی جائے۔ میرا دعویٰ ہے ملک مریے بوجھ پہاڑ بھیا کو مجھ میں بھیں بھی نہ مل سکے گھا۔“

انھوں نے برا سامنہ رہتا یا۔۔۔ پھر جھپٹتے ہوئے ہجھیں بولیں:-

”آپ تو کہتے تھے ذہ کے سامنے کروں گا۔ اور

کوئی پانی الٹ دینا تو زمین و آسمان ایک کر دیتے۔“

”مودگی بات ہے جناب۔۔۔ دیسے نہیا کے بھیا ہی آج آپ سے یا ہر کہاں ہوئے ورنہ ساری بھی خاک میں ملا دیتا۔“

کافی دیر جھیٹھو فی درکن کے بال میں غور کرتا ڈاپھر نین آگئی۔ ظہر کے وقت اٹھا تو یاد آیا کہ کل مضمون دیئے کا دعا دعہ ہے۔ سعادت اللہ جانے کس رو میں دعا دعہ کی وجہا تھا ورنہ لکھنا اپنے نہیں کی بات بھی کہ تھی کیفیت تو واقعہ تھی تھی کہ پوچھے رضاں جب بھی دن بیر قلم کاف لیکے ملیجھا بھی معلوم ہوا کہ کھوپری میں تھم خادما رہتے۔ ما تھی پر شکنیں زال کر زیادہ تر درد اتنا تو ایسا لگا کہ بھیجا معاشرے

کر کڑا کے دار آواز آئی۔

”امام ملا صاحب سو گئے کیا؟“

یہ خواجہ شبن کے سوا کوئی نہ تھا۔ جو جو اکھڑ کے دیدا پیر گیا۔ وہ چھپنے کی پل پڑے۔

”امام کیا داہیات ہے۔ بھتیجے کا بھی خیال تکیا لاحول دلا قوتہ تم جیسا خرے یا زد کچھ نہیں تھا۔ چلو۔“

”مگر میں.....“

”کیا یا رغماً دکھاتے ہو۔ خبر بھی ہمیں الیوں تے تیری مات پیدلی پلانی ہے۔“

وہ لمبے ڈیل ڈول کے آدمی تھے ایک ہی جھونک میں کئی گز کھینچ کے لے گئے۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ جانا پڑا۔ پھر دلی والوں سے دودھا تھا ہرستے۔ ظالم کی خفی پرائے گھاگ تھے۔ سحری نک تین ہمازیاں لڑیں۔ ایک انھیں ملی ایک میں نئی کی۔ تیری برابر اٹھی۔ یہ بھی ہم دبپنڈیوں کی مشکلت ہی تھی۔ بخشی چشمک علی چانہ تھے کہ رچا ہے بے سحری کا دردزہ رکھنا پڑے۔ مگر دلی والوں پر اساتھ مصائبے بغرا کھانے جائے۔ مگر میں پیش ا کے ہمیں اکھڑ کر بھاگ آیا اور معلوم نہیں بخشی صاحب نے سحری کھانی یا حکم کھا کھائے پہنچ پھر۔ انھیں اپنی شطرنج پر بھیشن نازرا ہے۔ وہ یہ برد اشت نہیں کر سکتے کہ انھیں باہر کا کھلاڑی ہر جائے۔ اگلے دردراخنوں نے عصری کے وقت مجھے بازار میں پکڑ لیا۔

”آج یاد راجدی آجاو۔“ ان کی آذان میں سبھادر سوز کھا۔ ”قسم قرآن کی دلی والوں کو نہ ہرایا تو لعنت ہے ہماری زندگی پر۔“

”مگر قبلیہ رمضان ہے۔ عبادت کا تہذیب۔“

”بس آگئے دہابت پر۔۔۔“ وہ بحث مت شروع کر دے۔ امام شاقی کے بھاگ تو شطرنج چاہ رہے۔

”مگر اپ تو حقیقی ہیں؟“

”ہونے دو۔ ضرورت کے وقت دو۔“ امام اسون

آپ کی سکتے ہیں کہ تم نالا کس تزادت کے بعد کیوں نہ حقہ بھر کے بیٹھے گئے اور مضمون کا پایا۔ مگر یہ بھی آپ کو خیر سمجھے کہ اب کی پہلے روز سے ہی بخشی چشمک علی کے بھاگ شطرنج کا اکھڑا جنم رہا تھا۔ یہ تو جنہیں کہاں دل روزہ افطار تے ہی ڈٹ جاتے تھے یا تزادت کی طبق جنگ بختا تھا۔ میں بھروسہ اس تزادت کے قارغ ٹھہر کر بھی پہنچا ہوں ہماز اگر میں پایا ہے اور صوفی طبیری، خواجہ شبن، حمزہ تکیہن اور اچھیں مراد، دید و لظاً سے ہیں۔ پھر کچھ دیر میں دچار شوقین اور بھی آجائے اور دہ گھسان کارن پڑتا کہ الامان وال الحفظ۔

پہلے، اسی روزہ تھا اور دسری تزادت کی پڑھ کر میں سوچ رہا تھا کہ کافی قلم سے سرماء نے بیٹھ جاؤ۔ اچانک میاں اچس مسحی کے دروازے ہی پر مل گئے۔

”چھامیاں آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ یہاں رون پرن پڑھا ہے اور آپ بھاگ تزادت کی پڑھ رہے ہیں۔“

”ابے پا گل بھا ہے۔ کہاں رون پڑھ رہا ہے۔“

”اچی دہی بخشی چشمک صاحب کے بھاگ۔ دل کے دورستم کھلاڑی آئے ہوئے ہیں۔ بخشی صاحب کو دو مائیں پلاڑی ہیں۔“

”تو کیا روزہ کھوئے ہی بیٹھ گئے تھے؟“

”بھی یا۔ دلی والے کل پرسوں چلے جائیں۔“ ان کی خاطر۔۔۔

بس بس سُن لیا۔ جاؤ کہہ بنا چھار مصان ہیں شطب سرخ نہیں کھیلتا؟

”ہاے جی جاہان الٰ قسم ناک کٹ جائے گی۔ دلی والے مذاق اڑا سے ہیں کہ دیوبن میں شطرنج کوئی نہیں جانتا۔“

خواجہ شبن صاحب نے کہا تھا کہ چھا کوئی لغیرت آتا۔“

”اوے بھاگ۔ مچھے ضروری کام ہے۔۔۔“ وہ

بس جاؤ۔“

وہ اپنا سامنہ لے واپس ہو گیا۔ لیکن ابھی منٹ گاؤں تکیے سے ٹیک لگا کے حقے کی نئے نئے لگائی ہی تھی

بھی بہت سی آپ کے لئے سمجھی رکھی ہے۔

”اسے جو جان کے مکتبیوں تو گیوں ہری بیان کا لاگہ بنا رہا تھا جا اپنیتاں ہیں آتے۔“

”الا قسم چجان دیرتھ کھجھے۔ ملشی صاحب کا ذریں پٹ گیا ہے۔“

”میں تیرے کان گری میں نگاروں گا۔ جاگ بیان سے۔“

وہ منہ لاکٹے واپس آگیا۔ مگر کیا حاصل کچھ دیر بعد خواجه شبن حٹھ لئے۔ سیکم ان کی آواز سن کر چونکیں پھر دنی آداز میں مجھ سے گویا ہوئیں:-

”کیا قصر ہے۔ کل بھی یہ تھیں لے گئے تھے؟“

”ہاں..... اور یہی مصیبت ہے۔ وہ شاخ دل اور کاڑا لٹکا ہے۔ تا سے جٹھے گئی تھے کہ ددمیری کی دی کروں گا۔ اسی قصیں سمجھانے بھلانگی خاطر مجھے کہنیا جاوے ہے۔“

بیسیگمن ناخترنگوار نظروں سے مجھے گھورا۔

”رمضان میں تو شمع بول دیا کیجھے۔“

”ہمیں..... تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔“

”میری بلا سے۔ جائیداد انتظار کر رہے ہیں!“

ہم باہر آیا۔ خود خشن پھٹ پڑنے والے تھے کہ ہونٹوں پر انکلی رکھ کر کھیں چیپ کیا اور دروازے سے ہٹا کر سڑک پر لایا۔

”یار پیاروں کے قم۔ میں تو خود ہی آرہا تھا۔“

”میرا گھنیگا آرہے تھے۔ ایاں کیا اسی کو بارات کھتے ہیں۔ ملشی جی دو ماں کھائے بیٹھیں اور تم بیان ہیوی کی دم سے بن رہے دستی کا نام بینا م کر رہے ہو۔“

”چلو بامچلو۔ میں آرج خود بھی ایک درجن مائیں کھاؤں گا جب تم لوگوں کو چین آئے گا۔“

”کھا کے تو دیکھو۔ جھر اتاروں گا تھلا۔ پریس میں یار دلی والے اگر جیت کے چلے گئے تو ہم کس کی ماں کو مان کھیں گے۔“

کی بھی ماں لیتھے ہیں۔ آخر دو سو رام امام بھی تو اللہ والے ہی تھے۔

میں کچھ کہنے والا ہی تھا کہ صوفی طبریز بھی آفرا۔

”اغاہ آپ حضرات ہیں“ انھوں نے بڑے تباک سے کہا ”ملاصاحد والی درفات لزاپتے کمال کر دیا، دو گھوڑوں سے مات دے گئے۔“

”آہستہ۔ خاہب یہ بازار ہے۔“ میں سر جوشی کے انداز میں کہا وہ کچھ حقیق سے ہو گئے۔

”جیر خرا لشار اللدرات کو لاقات ہوگی“ یہ کہہ کر وہ مکھن ہلواقی کی دوکان پر جڑھ گئے۔

”تو کے کچھ پریش رہے ہو؟“ ملشی صاحب پر چھا۔

”بس تزاد تھے کے بعد۔“

”اماں کیا ایک دو روز تزاد تھے ملتوی نہیں کر سکتے۔“

”تزاد تھے نوروز کی سہے دلی والے کل چلے جائیں گے۔“

”جیوری ہے ملشی صاحب۔ میری بیوی اپنے ایک خالہ زاد کو میرے بھی نگائے رکھتی ہے۔“

”ہٹاؤ یار تم بھی جور و کے غلام ہی رہے۔“

یہ کوئی بیات ہے۔ خیر جامع مسجد میں جو پڑھ لیتا دیاں ادھ مھنڈ پہلے قم مرو جاتی ہے۔

”یہ کبھی نا مکن ہے سیکم کا اڑاڑ تھے کہ محلہ کی مسجد کے علاوہ کہیں نہیں پڑھ سکتے۔“

کیا حماقت ہے۔ پار تھماری بیوی ہے یا نافی جان۔ لا جوں ولا قوت۔

”یہی آفت ہے ملشی صاحب۔ شادی کسی کی اتحاد کا پاؤں گرد دن پر کھلیا۔ آپ فکریں بھی ساڑھے تو تک پھری کر جاؤں گا۔“

پھر اسی کرنا پڑا۔ اچھیں بیان آج بھی مسجد کے در دارے ہی پڑھ دئے رہے تھے۔ میں جھلائیا۔

”کیا مصیبت ہے۔ ارے قم چڑی میں چائے پی کے آرہا ہوں۔“

”بچا جان چائے تو دیاں بھی تیار ہے۔ افطاری

”میری پیری کو کہہ لیا کرتا تھا کوئی اغراض نہ ہوگا۔
آج بھی سحری تک جاؤ رہا۔ دلی والے شایدیں گل
کی چھربی کھا کے آئے تھے۔ ایک بی باری میں تین تج
گئے اور نتیجہ پھر بھی صفر رہا۔ بازی جو ہری اٹھ گئی۔
لیکن معلوم ہوا دلی والے بھی جانہیں رہے ہیں

عینستک جمیں گے۔ اب کاظما ہر چہ میرے لئے کاملاً صفائی
کوئی صورت نہیں ہے۔ بازیت روڑی ہر قیمتی اٹھ کی
کا پلڈ بھاواری رہتا۔ کیونکہ مرے ہمچنے سے قبل ہی باراں
طریقہ دو میں ماتیں کھا چکے ہوتے۔ بڑی مشکل سی دسویں
روزے کو گیارہوں تراویح پڑھ کر میں فرمکو رہا
کیا اور وہ ماتیں چڑھا دیں۔ اب میں مطمئن تھا کہ
کم سے کم کل جان بھی رہے گی اور جیسی کاپ کاٹ
اسکوں گا۔ مگر سارہ ہری گردش میں ہونے کوں کیا کر سکتا
ہے۔ گیارہوں روزے کی شام کو ملٹی چشمک لے
اور بے اختیار لیپٹ گئے۔

”چکی کیا چالیں چلتے ہو تو سم رآن کی۔“
”ستکری۔ مگر قبلہ آج سے ہی رحمت چاہتا
ہوں۔“

”اوے دا۔ خیر بھی ہے دلی والے آج صوفی
رمضان کو لارہے ہیں۔“
”کیا مطلب؟ صوفی رمضان تو بھی کالنگوٹ
کھول چکے۔“

”کھول تو چکے مگرہ ان دلی والوں کے رشتہ دار
ہیں ان کے اصرار پر پھر میدان میں اتر رہے ہیں۔“
”اترنے دد۔ آپ اس لوگ نبنتے رہے گا۔“
”کیا باتیں کہتے ہو۔ ان سے تمہارے سوا
کون لڑے گا؟“

”میرا تو وارثت بکل چکا ہے نتش صاحب۔ سپاہی
روز کنڈی ٹھکنا تاپسیر۔“
”وارثت“ دھونکے ایک قدم پیچھے ہٹے۔

”جی اس دارث۔ ایڈر پیر تھی کو جانتے ہیں آپ۔
آنری بھی محظی ہے یہ پکا۔“

”استغفار اللہ۔ میں تو اوری گیا تھا۔ اماں ہٹا دے
رمضان میں کہیں فالتو کا مہوتے ہیں۔“

”آپ سمجھ سمجھاں لے پڑھاہے بھی؟
کہاں ذہن ملتی ہے۔ ایک دفعہ پڑھا تھا
الٹا مسجد ہا معلوم ہیں کیا تکھتے ہو۔“

”بجا ہے۔ مگر تجوہ اسی کی ملتی ہے۔“
”کیوں جھوٹ پہنچے ہے۔ ہم نے تو ایک دفعہ
اپنا مقصود رسالہ طوفانِ ادب کو پڑھا تھا اس نے
مفت بھی نہیں چھاپا۔“

”بد ندق ہو گا اس کا ایڈر۔“ تھم سمجھے میں آج
نہ آ سکوں گا۔“

”کیسے نہیں آسکی گے۔ خواجہ سہن کہہ رہے تھو
اگر ملائے بھر جو کی تو جھر امار دوں گا۔“

”مار لیجھ دو۔ میں فوراً پیغمبر پڑھو دوں گا۔“
نظر لگے نہ کہیں ان کے سوت بازار دو
یہ لوگ کیوں مرے زخم حمل کر دیکھتے ہیں
”اس سے کیا ہوتا ہے۔ دہ جکریں نہیں سیلنے میں
ماریں گے۔“

”میرا جگر سینے ہی میں تشریف فرمائے جھبھی تو دلی
والوں کو ناکچے جیواد نیچے ہیں۔“

”ضم رآن کی اچھا ہیں ہیو گا الگ تم نے پیچھے دکھائی
ہاں نہیں تو۔“

”ترویج کے بعد خواجہ شبن مسجد کے در دارے ہی
پر مل گئے۔ مورڈر اس سخت تھا۔“

”بہت فضول آدمی ہو تو تم ملا۔ کیا استلزیں، مزا
آٹا ہے۔“

”بھائی صاحب سنانا نہیں میری آفت آئی پھری
ہے۔ دن میں روزہ نہیں لکھنے دیتا۔ رات میں شطرنج
سے جھٹی نہیں۔ بناؤ تھلی کا پیٹ کیسے بھروں۔“

ہی جنتیں گے؟“
ان کے مارس چہرول برا میدک لہر دو گئی۔
”کیا تمہیں توقع ہے مات نکال ہو گے؟“
”تو فتح کس چڑیا کا نام ہے سو فصلی نات
رکاویں گا بس اس کا لحاظ رکھتے کہ اگر میرے اور صوفی
رمضان کے درمیان کچھ تیز لفتوں جائے تو آپ لوگ
دخل نہ دیکھے گا۔“
”کیوں یعنی کیا مطلب؟“
”مطلوب کچھ تجھیں ہیں نہیں۔“
”ارے تو کیا اچھا فکر دے؟“ منشی جی خوشنود
آزادیں پوئے۔
”ایک خاص حد تک — ہاتھ پانی کی نوبت
تمہیں آئے گی۔“
”اس سے کیا فائدہ؟“
”آپ کو جنت سے مطلب ہے۔ بس دیکھ لیجئے گا۔“
در اصل صوفی رمضان کی کمزوری میں نہ رات ہی
بھانپ لی تھی۔ معمولی سی جھلاؤٹ میں دہبہک گئے
تھے۔ رات آتی۔ بازی جی۔ اتفاق پر تھا کہ وہ دونوں
دلی والے آج کہیں اٹک گئے تھے۔ شاید انھیں یقین نہ تھا
کہ صوفی صاحب اکٹھے ہی سب کی کھال کھینچ لیں گے۔
اول تو میں نے سمجھا گی سے کوشش کی کہ انھیں مامت
دیدہ دل لیکن یا رکیا۔ پھر حسیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی
پائیسی پر عمل پیرا ہوتا پڑا۔
دوسری بازی میں انھوں نے فریں چلا تیرنے
کھٹ سے گھوڑا اٹھا کے جو تھے گھر پر اسے مار دیا۔ وہ
گھر لے کے بولے:-
”ارے ارے کیا کرتے ہو۔ یہ گھوڑا ہے قتل ہمیں“
”واہ صاحب گھوڑا کہاں پہنچا ہے۔“
”ارے وا۔ دیکھنے ناگھوڑا ہے۔ قتل تو وہ نہ توں
آپ کے رکھتے ہیں۔“
”ادہ ہاں ہیں سمجھا قبول ہے۔ لا جوں لا قوہ۔“

”جو طبعیں ڈالو جھلی کو۔ اماں کیا رمضان ڈرڈڑ
آتا ہے۔ جلوہ صوفی رمضان کب کے آئے پڑھیں؟“
”تو تم بُک نہیں نہیں۔“
”یہ کتاب سمجھی سے اب تک فقط دد
ڈھانہ مُختہنے میں انھوں نے پائی تھیں پلا دی ہیں۔
مری طبریز کو بیلی دی۔ منشی جی کو جھرہ بڑھا کے کھلایا
اور مات دیدی۔ اماں غصب کی جا لیں پڑھیں؟“
”میں کیا کر لیں گا۔ بیری عزت بھی خاکیں مٹا دے“
”دیکھا جائے گا۔ جب یاروں کی تھیں تو تمہاری
بھی نہیں۔“
قہر درد پشتی بجان درپیش جانا پڑا۔ صوفی رمضان
وچھ جھ بڑے پائے کھلاؤ رہی تھے۔ انگریز کے زمانے میں
ایک بیانیت سے شطرنج ہی کی نخواہ پائتے رہے ہیں
دور دور شیرہ تھا۔ بھری تک دہ بانیاں کھلیں۔ ایک
برابر اٹھی ایک دو جیت گئے۔ برابر اٹھی، تفاہی اٹھی
انھیں ایک بات پر جھلاؤ ہمٹ آگئی اور ارادت پٹاگ۔
چال چل گئے درد جیت دی رہے تھے۔
اگلے روز دیرہ میں یونیورسٹی چینک علی نے مجھے گھر بٹا۔
دیاں خواجہ شہین اور صوفی طبریز تھی تھے۔ انہوں کے چھ سو
لئکے بیڑے تھے اور سوچ بچا اس بات پر ہموری تھی کہیں
آخری جھرہ — ملائی بیٹ گیا تو اب کیا ہوگا۔
صوفی طبریز کہنے لگے۔
”میں نے تو آج کمرخ شاہ کے مزار پر جلیسوں کی تھیں
بھیجائی ہے۔“
خواجہ شہین بولے۔ ”میں نے بھی بقائی دیگاہ
بیس چادر بھجوادی ہے۔ حلقوں کا بھی انتظام کرایا ہے۔“
”چھے کس نئے یاد ریا گیا ہے؟“ میں سفرا کرنے
ہوئے ہوئے میں پوچھا۔
”نہیں بتا دیکیا کیا جائے۔ صوفی رمضان کی جیت
دہ، صل دلی دا بوس کی جیت ہے۔“
”اجی ہٹائیے بھی۔ کیا آپ نے سمجھا ہے وہ ردد
”ادہ ہاں ہیں سمجھا قبول ہے۔ لا جوں لا قوہ۔“

پھر جن جاہوں کے بعد میں نے قبیل سے ڈھانی کھر پہ ان کا رخ اڑا دیا۔ اب کی وہ بھٹاگئے۔

”سچب آدمی ہیں آپ سے کہی۔ اب کی قبیل کو گھور رہا بتا رہے ہیں؟“

”کیا...، قبیل کیسا۔ قبیل تو وہ رکھا ہے۔“
میں نے گھوڑے کی طرف اشارہ کیا۔

”تو یہ تو ہے۔ آپ کی نظر میری ہے کہا۔ رکھ رکھ دیجئے۔“

سپتاروں رکھدیوں صاحب۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب کی آپ کو غلط ہمی ہوتی ہے۔

”استغفار اللہ۔ احی جنا بآپ حشمہ ناکے دیکھئے۔ یہ سچی کوئی بات ہوتی ہے؟“

ان کی آداز سلگ رہی تھی۔ میں نے ٹھہرائیں سے حشمہ ناکا اور قبیل کو اس انداز سے دیکھا جیسے دوسریں لگا رہی ہوں۔

”مچھے تو اس سچی یہ گھورا ہی نظر کر رہا ہے۔۔۔“

”لا جوں ولا قوت۔“ اکھوں نے ”جوں“ کے لام کو چھڑکی کے انداز میں ادا کیا اور دیگر عاصرین کی طرف پیکھا پھر کے ”دیکھ رہے ہیں آپ لوگ انہیں فہردوں تک کی پہچان نہیں۔“

”معاف سچے گا صوفی صاحب۔“ یہ سچی نرمی سے کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے تفاصلیے عمر آپ کی بیانی مکروہ ہو گئی ہے۔“ قبیل سے دیکھ لیجئے یہ گھورا ہی تھے۔

اب تو وہ بالکل ہی آپ سے باہر ہو گئے۔ ان لیشی تھا کہ بساط تیخ کر بھاگ کھڑے ہوں لیکن بننے کھٹ سے ان کا رخ اسی علنے میں رکھا یا جس میں پیدا تھا اور قبیل کو اسی حکم رکھتے ہوتے ترا متمن کے ساتھ عرض کی

”معافی چاہوں گا صوفی صاحب جس سے ہی واقعی چوک ہو گئی۔“ یہ بخت قبیل اور گھوڑے ایک سچی سے ہوتے ہیں۔ تصویر ان گھوڑوں کا ہے جو چھرے بنانے وقت قبیل

کی سوندھ نظر ان را لکھا نے ہیں۔“

”دیکھتے اٹھتے رہ گئے۔ بازی آگے بڑھی۔ لیکن تینتھی ہیڑتے دماغ کی گرمی ان کے لس سے باہر چھی۔ چھڑا کچھا آسے چالیں چلتے رہے اور آپ ہمی اپنے آر جمال بن لیا۔ تیجھے یہ کہا رہے۔ اب تو پارہ اور بھی چڑھا۔ نئی بانی جلتے ہیڑتے کڑے یہ بھیں فرمایا۔“
”اگر اب کی آپ نے میاں ملائیں کوئی حرکت کی تو خوارہ ماتمان لی جائے گی؟“

”یہ تزویہ ایسا ہے صوفی صاحب۔“ منشی چھڑک لجاجت سے بولے ”ملائیں کو اپنا تصویر مان لیا تھا۔ بھول جو کہ تو خاں ایکھی معاف کرتا ہے۔“
”کہتا ہو گا معاف۔ یہ کوئی مذاشہ ہے کہ فیلے کا گھوڑا اور گھوڑے کا فیل۔“
”نہیں نہیں صاحب۔“ میں نے کہا ”اب میں آنکھیں مل مل کے دیکھوں گا۔ مگر ذرا آپ کو بھی دیکھ بھالا کر جائے گا۔“
”کیوں میں نے کوئی چال بے دیکھنے بھالے چلی؟“
”وہ غرائب۔“

”پی مطلب بھیں۔ عرض یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ او پچھے کھلاڑی ہیں۔ بعض چالیں آپ کے شایاں نہیں ہوتیں۔“

”بھر جوڑا آپ کھلیئے۔“ وہ بیڑا ری سے بولے، پھر اس طرح جوڑہ چلا جسے پہنچت مار رہے ہوں۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ پھر میں امت آثار نے کے لئے دہ اور بھی طرارے میں بھر گئے تھے۔ یہی انہیں چاروں خانے چوت گرانے کا موجب ہوا۔

”اوے کی امت کھا کر ان کے لیڑھے چھرے پر ٹرپے ہی دردناک احساسات چھلکنے لگے۔ اب دھماقی نک رہے تھے۔“ دہ نیسی کے لئے چھرے جمانے لگا۔
”اب اجازت چاہوں گا صوفی صاحب۔“

”اجی ایک اور ہیو جائے۔“ ”صوفی صاحب نے

ادا ایک بڑے سے بھلگوں میں رکھ کر پڑان پورے کی طرف روانہ ہو گئے۔

دیکھا آپ نے — ”میں نے خواجہ شین سے کہا۔“
”میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں اُج ان لوگوں کا درود
چھپیں ہے۔“

”ذہر کا آدمی ساز ہیں تا۔“
”کیسے مسافر یہ تو عین تک کے قیام کا ارادہ کرچکے
ہیں۔ پھر صوفی رہنماں کبھی مسافر ہیں کیا؟“

”تو ان کے بارے میں کیا معلوم؟“
”ان جلیسوں میں یقیناً ان کا بھی حصہ ہے۔
یقین نہ آئے تو چلے تحقیق کریں گے۔“

”مگر روزہ نہ ہوتے سے جلیسوں کا کیا تعلق ہے۔
یعنی کہ جلیساں ہی کیوں ادا کر کھو.....“

”آپ نہیں جانتے یہ اس اندھہ میں کا خاص نتھر ہے
داماغ کے لئے جلیسوں کے شیرے سے بڑھ کر کوئی مانک
نہیں۔ چلتے ہیں۔“

ہم صوفی رہنماں کے گھر پہنچے۔ غور طلب یہ تھا
کہ پورت کنہ حال کیونکر معلوم ہو۔ اتنے میں ایک چھٹا
سال کا کچھ گینہ اچھا تھا اور اگھر سے برا، بہرا۔ میں نے
اس کی گینہ اچک لی۔ وہ چھٹ سے چھیننے کے آگے
بڑھا۔ میں آہستہ آہستہ پھیپھی ہٹتا گیا۔ جب دردائے
سے اتنا فاصلہ ہو گیا کہ بول جاں کی آزاد گھر میں جانے کا
خطہ نہ ہوا تو بیدنہ اس کا تھیں گھر بار سے پوچھا۔

”تمہارا کیا نام ہے میا؟“
”بیو... لاو... لاو... ہماری گین...“
”ہاں ہاں گینہ دیں گے۔ مگر پہلے یہ بتاؤ تمہارے
دادے کیا کہ رہی ہیں؟“

”حق پی رہے ہیں۔ لاو ہماری گین۔“
”شاپا ش۔ بیو گیند۔ مگر ہاں وہ جو دادی
تمہارے گھر ابھی ابھی آئے ہوں گے کیا وہ بھی حق
پہنچتے ہیں؟“

اصرار کیا ”ابھی تو کافی وقت ہے۔“

”نہیں حضرت جیسے صحیح کھاتی ہی نہیں پوکاتی کہی
ہے۔ پوری آج کل ممکن تر کرہ والات کے میڑ میں ہے۔
ہاتھے جو اری کریں مالوسی ہوتی ہے، جب جنتے
والا جیسیں پرکر کے لورڈ گیارہ ہوتے لگے صوفی صاحب
کا بس نہیں چلا درندہ بیری مانگ پکڑ کے ہیئت پر جھوٹ جنتے
اچھا تو پھر لک رہے گی“ انہوں نے فیصلہ کی
ای از میں فرمایا۔

”جی پاں ضرور ہے گی“ منشی چھٹ کے چکے۔
”نہیں، جناب میں کل نہ آسکوں گا بجا فروری
کام اٹکے رہے ہیں۔“

”یہ تو کوئی شریف اور طریقہ نہ ہوا“ صوفی جستا
بیسمی کے ساتھ یوں لے گا رحمت کا فیصلہ نہیں دن سے
کم میں نہیں ہوا اکتا۔“

”ایڑا آپ کی ہو ہی صوفی صاحب۔ میں کل سے
لشکر کھوں رہا ہوں۔“

”کیا داہیات ہے؟“ وہ بھتائے گے ”آپ نے کبھی
شریفوں میں شطرنج کھیلی ہے؟“

”شریف تو میں سلے سے بھاگتے ہیں صوفی
صاحب۔ زندگی میں صرف ایک بار شریف آدمی نے
میرے ساتھ بازی لڑائی تھی دہی آج تک پختا رہا
ہے۔“

”کیا مطلب؟ یعنی کہ آپ... یعنی کہ...“
صوفی صاحب فرط عضیب میں اپنا فی الفور
ادا نہ کر سکے منشی چھٹ علی کی رگ اخلاق پھر کر
اٹھی۔ خواجہ شین کو بھی صوفی صاحب پر ترس اگیا۔
ورنوں ہی لے جوچھے جھوٹ کیا کہ کل پھر رہے گی۔ بادل نا خواست
میں نہ مان لیا۔

لگلے دن نیا شگر فر کھلا۔ میں اور خواجہ شین نہیں کرتے
بازار سے گزر رہے تھے کہ دو ہوں دلی والے کھوائی جلانی
کی دو کان پر نظر آئے۔ انہوں نے سر کھر گرم جلیساں میں

انھوں نے چونک کر تظاہر پر کی۔ میں نے آنکھ پھر پھٹڑائی۔ وہ بیل پھر تھوڑتے رہئے۔ پھر جھنگھل کے بیٹے۔
”ابی ہو گا سچھ، چال چلتے“

”داح صاحب۔۔۔ یہاں تو آنکھ کھٹک رہی ہے
آپ کیستہ ہے چال چلتے۔۔۔ منشی صاحب ذرا آپ بیکھنے کا
آنکھ کو نظر آلمہ ہے کیا؟“

منشی صاحب جھکے۔ پھر باری باری اور بھی لوگ
سچی لا حاصل کرنے رہے۔ دیاں بچھہ ہوتا تو نظر آتا۔
میں کو راہتارہا۔ آخر کار ترڑخ کے بولا۔
”آپ رب کی لگاہ مرنی ہے۔۔۔ منشی صاحب ذرا
آئینہ لائیں، میں خود دیکھ لوں گا۔۔۔“

”آئینہ۔۔۔۔۔۔ پار آئینہ تو گھر میں نہ جلنے کہاں
پڑا ہے گا۔۔۔۔۔۔ میں کو شش۔۔۔۔۔۔“

”چھا کھیر تیسے۔۔۔ کام یوں بھی چل جائے گا۔۔۔“
یہ کہہ کر میں بھلی کا یہیپ انھما کر صوفی صاحب کی
چذریا کے برا برلا یا اور دو کے با تھکی انگلیوں سے
آنکھ کو کھپلایا کر جندا پر گردن جھکنادی۔ پل بھر کو تو سب
ستھر سے رہے مگر حب صاف ظاہر ہو گیا کر صوفی جتنا
کی جملقی ہوئی چتیریا بطور آئینے کے استھنیاں ہو رہی ہیں
تے قہقہوں اور دہزادوں کا طوفان اٹھ گیا۔۔۔۔۔۔ خواجہ
شبن اور منشی چشمک دیغیرہ کے تھے اور دہزادوں ظاہر
ہے صوفی صاحب اور دلی والوں کی رہی ہوں گی۔۔۔۔۔۔

”یہ نامعقول ہیں آپ میاں ملائے یہ صوفی
صاحب کی لکھا رہی۔۔۔۔۔۔“

”داح صاحب یہ بھی کوئی بات ہوئی یہ دلی والے
بیٹے تھے۔۔۔۔۔۔“

”ارے۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا؟“ میں سنجھرت کام ظاہر
کیا ”کس بات پر شور چاہرہ ہے میں آپ لوگ۔۔۔ یہ
دیکھئے۔۔۔۔۔۔ میں نے چٹکی میں پکڑا ہوا بھٹک کا صوفی جتنا
کی طرف بڑھ لئے ہوئے کہا ”آنکھ سے داغ میں چڑھا
جا رہا تھا بدماش۔۔۔۔۔۔“

”دہ تو پیری پی رہے ہیں۔۔۔ لاؤ ہماری گیند۔۔۔“
گیند دیکھیم لوگ بوٹ آئے۔۔۔ خواجہ شبن میتو
بھاڑ کے بیٹے۔۔۔۔۔۔

”اماں کمال ہے یہ صوفی بدماش روڈہ بھی نہیں
رکھتا۔۔۔۔۔۔“

”رکھتا ہے۔۔۔ ضرور رکھتا ہو گا۔۔۔۔۔۔ مگر آج
وہ نیباری کر رہے ہیں۔۔۔“

”تیاری کی ایسی تیسی۔۔۔ تیاری کا کیا مطلب؟“

”یہ مطلب کہ آج دہ جلیمان کھائیں گے۔۔۔۔۔۔ خیرہ
مردار بیدھائیں گے۔۔۔ دو بار غسل کریں گے۔۔۔۔۔۔ نصف مھنٹ
پڑت لیٹ کر دھنیٹے کا آدھہ با دُنیل کھیا میں گے۔۔۔“

”دھت تیری کی یہ بھی گوئی بات پڑی۔۔۔“

”بیشاہی نہ ہے بیشن صاحب۔۔۔۔۔۔ کھوپڑی میں
ہنا۔۔۔۔۔۔ جلد لکھے ہیں۔۔۔“

”اماں تم بھی کرو تیاری۔۔۔۔۔۔ قسم خدا کی رات تو
کمال کر دیا تھا تے، کیا سچیج گھوڑے فیلے میں دھوکا
لگا تھا؟“

”دہ تو آج بھی لیکے گا شبن صاحب مگر آج باد
اور فرزین کی باری ہے۔۔۔۔۔۔“

”ارے۔۔۔۔۔۔ کیا بات؟“ ان کی آنکھیں پھیل
گئیں۔۔۔۔۔۔

”ستکے!۔۔۔۔۔۔ آدمی ستاروں کی چال سے
جو ہو بے شبن صاحب!“

”رات کو حبیب معمول پھرا کھاڑہ جا۔۔۔۔۔۔ صوفی و فدا
کی بے آب و گیاہ چنیا۔۔۔۔۔۔ آج کندن کی طرح دمک رہ چکی
صافہ میز پر رکھ کے جب وہ فرش پر میٹھے ہیں تو مکہہ روغن
و دھنیٹ کی لمکے سے چمکتا چلا آگیا۔۔۔۔۔۔“

”کھل کے دوران میں نے اپاٹک ایک آنکھ باتھ سے
ملتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔“

”اقوہ۔۔۔۔۔۔ معلوم ہوتا ہے آنکھ میں کچھ پڑ گیا
ہے۔۔۔۔۔۔ ذرا دیکھئے کا صوفی صاحب!“

درکھانہ میں بہت برا آدمی ہوں ۔ ”
دہ بچارا جھٹکا لکارہ گیا۔

” اچھا صاحب میں آپ کی سب مائیں دہزادوں کا ”
” باخدا یا ۔ ۔ ۔ اسے ذہرانے کے پچھے ۔ ۔ ۔ مائیں

مت دہرانا۔ بس یہ کہہ دینا کر ملے تھیں ”

وہ با تھوڑی کو اس طرح الٹا پلتا چلا گیا جیسے
میری سبیدھی سی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہو۔
ایک لفڑی میں اسی لمحن میں رما کر جانے وہ گدھا کیا
جا تھی گا۔ پھر مشکل مودود رست کیا اور لکھنے پڑھنا
سحری تک محض چن سطروں تھی گئیں۔ میری ذہنی حالت
اس کے سے مختلف نہیں تھی جو استکول آیک دن غیر
حاضرہ کر زندگی طور پر میں دن غیر حاضر ہتھی ہے۔

” میں کل پر دلیں جا رہا ہوں یہم ” سحری کھلائے
ہوئے میری بصر حسرت دیاں کہا ” ہرف پاش
سطروں تھی کی ہیں ”

” دن میں ایک دشمنہ اور لکھ کر کا نہیں کھالے
کر دیجئے گا بھروسات کو لکھنے کا ”

” مشکل ہے۔ کاش کسی امام نے شترنج کی
طرح ایک آدھ روزہ صاف کرنے کا بھی جائز کھانا بتا
یہ امام نہیں ہی خشک ہوتے ہیں ”

” شریعہ کی خوب محتویں سوکیا اور بارہ بیجے
اٹھ کر اداہ کیا کر قلم چلاوں۔ مگر خدا گواہ ہے بارہ
بیجے سے ایک بیجے تک ذہن یہی فیصلہ نہ کر سکا کہ جب
کے دونوں قلموں میں سے کوئی قلم نکالوں۔ پھر فیصلہ
کے بغیر ایک اکنام کی جیب پر ماٹھوں والوں دونوں ایک قلم
سوکھ پڑے تھے۔ دادات ڈھونڈی معلوم ہیا صلح
دونوں صاحبوں کی داداں نے ایک چڑیا پیکڑی تھی اس کے
پر رنگتے میں ساری روشنائی کام آ جھی ہے۔ اپنا قلم
بیکم نے پیش کیا مگر دراد با تھوڑی میں کہیں نہ لئے قلم
چلتے ہیں۔ بہت کوشش کی مگر دوچار نہیں تھوڑا کھاں
فقر و مسحاق بھی نہ لکھ سکا۔ اتنے میں ظہر کی اذان ہو گئی۔

بھر کچھ در تو تو میں میں کے بعد کھیل جاؤ ہوا تو
صوفی صاحب با دجدی سعی تھیں کے آپ سے سے باہر پڑی چکے
تھے۔ تجھے دہی ہو اپنے اور بڑی طرح ہمارے۔

اب کہاں تک یہ رزم نامہ ہراو۔ مخفیر پر کر
ساری رائیں تو کاٹھ کی فوجیں لڑائی میں صرف ہو چکی
تھیں اب تک تک ڈائریکٹر ریتی تھی۔ عام حالات
میں اپنے شرکی فقط ڈانٹ پھٹکا رتک ہی رہ جائیں تو
رہ جائیں لیکن خاص حالات میں وہ داغتہ ریتی پڑھ پیش
آتے ہیں، دود فعا رس کا تاخیج تھر کر جو کاہوں جس کی
تفصیل کسی اور مو قصر پر عرض کروں گا۔ فی الحال تو میری
یاد کے تجھے سے سچنے کی فکر تھی۔ رات کو حقہ بھروں اکے
بیٹھا تھے میں سیٹھ فرشتہ دکان کو کہا دھکا۔

” سیٹھ جی نے آپ کریا کیا ہے؟ ”
” بہت اچھا کیا ہے۔ کہنا وہ بھی آپ کو یاد کرتا
ہے۔ فقط والسلام ”

” جی ۔ ۔ ۔ جی وہ تو اسی وقت یا دکر رہے ہیں؟ ”
” میں ہاں کہہ دینا مل کھی آپ کو اسی وقت یا د
کر رہا ہے ”

” ارے صاحب انھوں نے کہا تھا ساٹھ لے کیا آنا؟ ”
” کیا صیحت ہے۔ دیکھ قتش۔ کہہ دینا مل آما صاحب
سہار پیور گئے ہوئے ہیں، تک آئیں گے قتل نہیں گے...
۔ ۔ ۔ مگر ۔ ۔ ۔ سنتان اس۔ ارے یہ مت کہہ دینا
کل مل لیں گے۔ یوں کہنا کہ ان کے گھر پر کہہ آیا ہوں
کہ آئیں تو سیٹھ صاحب سے مل لیں ”

” مگر دہاں تو سیٹھ جی کے جہاں بھی آپ کی راہ
دیکھ رہے ہیں۔ شعر پڑھے جا رہے ہیں ”

” اُفت تو بے ۔ ۔ ۔ ارے مانی ڈر کہنا وہ گھر ہے
نہیں۔ کان کھوں کے سن یومیان فتن اجھے آج بے حد
ضروری کام ہے۔ مگر یہی مناسبتیں کہ سیٹھ صاحب
کی یات ٹھکرائی جائے۔ بس یہی کہنا کہ ملے جیہیں... اگر

سطریں لکھی تھیں انھیں کئڑوں مکروں بیٹا تیریں سے کر دیا ہے؟

” یہ بھی ایک آرٹ ہے لیکم — اور اب تمہرا ہولڈول باندھ دو۔ رمضان میں افطار سے نصف گھنٹہ قبل سفر کرنا بھی آرٹ کی نہایت اعلیٰ قسم ہے“ اور اسے ناظرین تھیں! اب یہ آفت تردد ملا عین رمضان میں بردیں کی شکوہیں کھاماچھر بنا ہے۔ لوٹنا نصیب ہو گیا اور ایک میر جھنی نے زندہ بھی چھوڑ دیا تو خیر آئی۔ تھی ملاقات ہر جائے گی درد نہیں بیجا سچال کے گانے پھریے گا۔

خون مغفرت کرے عجیب آزاد مرد تھا
(ملاد زندہ محبت یافتی)

نماز سے فارغ ہو کر بازار سے دادات لایا اور تین سے پانچ تک ڈس کے لکھا۔ جیساں ڈس کے سگر کیا لکھا اس کا اندازہ اس سے یقینے کر عصر کی اذان پر جنت کم خوش ہوتی ہوئیں میرے قریب آئیں اور اشا الفڑ دو گھنٹے میں کافی لکھ لیا ہو گا تو میں بھی ہی بھٹکے گوہ قات کی شیم پری سے جادو کے طریقے کی کہانی سن رہا تھا۔

” اسے آپ تو سور ہے ہیں ”

میں نے بڑا کے آنھیں کھولیں۔ انھیں سامنے رکھے ہوئے صفحہ پر نظر ڈال کر راسا منہ بنا یا۔

” تو ہے یہ تو می پھری سطریں ہیں۔ لکھا ہوا

کہاں ہے؟ ”

” لکھا ہوا۔ لبیں یہی لکھا ہے ”

” یہ لکھا ہے؟ یہ بھئے رات جو پانچ

خریدار حضرات خطوط میں اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں تاکہ ان کی ہدایات و فرماں شات پر قوری توجہ دی جاسکے

بھول کی طرح ترویازہ

اگر جدی امراض یا فساد خون کی
مشکایت ہو تو پھرہ پڑم رہ لڑکا تھے

خون صفائی

بھول سے بھنسی خارش اور دادے سختات دے
کوئی سب اور پھرے کو بھول کی طرح ترویازہ رکھتا ہے

دواخانہ طبیکانج مسلمانوں کی علی گز



بادہ عفان ○ زان بسلم ○ امکاف



حقیقت ناگاری اور خوش فخری سے وہ ہر صاحبِ ذوق کو
منداڑ کر کے کی صلاحیت رکھتے ہیں
پہنچنے :-

ہے کثا وہ سب کی خاطر اس کا دربارِ کرم
ہم ہے مر جکے لئے فیضانِ رب العالمین
جنت الفردوس کے دارث ہمیں ہمون گئے خوا
بلہ دل سے تائی فسر مانِ رب العالمین

وَأَنْ لَا تَكُونَ كَمْ بِرَدَةَ مَسَرَّ وَتَغْرِي
وی ہے سب میں نہیں لام الالٰ اللہ
ایغ بادہ عفان اچسرا غ راوہ بدی
کیدیا پ بخت ل لا اط الال اللہ
زندگی کو سچی سفا کی پر جن کی ششم آتی تھی
بھیں کو مظہر آداب انسان کر دیا تو نہ
جن کی جاہلیت کا زمانے بھیں شہر و کھا
بھیں کو علم دیا تھیں کا لگھبیان کر دیا تو نہ

بادہ عفان

حمد و نعمت دیوبندی حفیظ بنا رحمی کا تاجیر
کلام ○ ملکا عوت بنا بابت اور کاغذ سبب است
صفحات ۹۷ - قیمت مجلد پانچ روپی۔ ملکہ کا پندرہ
پرو فیبر حفیظ بنا رسمی۔ ملکی مجلد۔ آرہ۔

حفیظ بنا رحمی بہت شہرت یافتہ ہیں تو باشکل گناہ بھی
نہیں۔ ان کی عزیزیوں اور نظموں کے مجموعے "دسو خشاب"
پر بھاردار و داکی رحمی تمام رسمی چکی ہے۔
پیش لظر جھوٹے پر مولا نا ابو الحسن علی ندوی شاہ عین مدن
اکابر ندوی اور علیم مسرور جیسے حضرات کی تقریبیں موجود ہیں
سمی سے سزا ہے اور بجا طور پر محبت افرادی کی ہے۔ کوئی
شک نہیں کہ حفیظ صاحب ایک صحیح العقیدہ، اعتدال پر
مسلمان ہیں، فوج کا صحت مندرجہ اور اعلیار دیسان کی مقامات
زبان کی سلاست ان کے اشعار کا جزو لازم تھے۔ سائی

جهان وہ سنت کا پیرہ نہ تھا جہاں وہ سنت بھرتی تھی
اسی دادی کو رشکب صنگستان کر دیا تو نے

پھر جس سے بڑھ گئی ہیں زمانے کی بھیں
چرمانگتی ہے زلیقہ جہاں شانہ رسول

سادگی دیر کاری کا سین انزواج پیش کرنے والے ایسے
اشعار حفظ صاحب کے ہیں فاصی انداز ملٹھیں۔ لیکن
ضرورت ہے کہ وہ اپنے فن کو ستوائے اور کھانے پر مدد فوجہ
صرف کریں۔ ابھی ان میں پہنچنی نہیں آئی ہے اور الفاظ دست کی
بھی چھاپ نہیں ملتی۔ اطہا خیال ہیں اور فوٹو شقی کا تازہ
میں با تکین نہیں۔ ہتھیرے اشعار سپاٹ ہیں اور فوٹو شقی کا تازہ
دستی ہیں۔ زبان کا رکھ رکھا وہ بھی سیحاب مذکور نہیں بخوا۔

ہو نہیں سکتا انا اس کے کرم کا شکریہ

اس قدر ہم سب پر ہیں احسانِ رب العالمین

احسان بصیرت و احترم کہا تھا تو ”ہے“ نظم کرنا چاہو تھا
”ہیں“ بحیثی متفاوض ہے لیکن ”احسانات“

حمد اس کی نہیں سے ہو جائی ادا حمایتی نہیں جس کی خاطر ہاتھ
و در سر اصرعہ مشائی کے سجائے امازکیں کا مظہر ہے۔

عوش کی روشن فرش کی زینت صنی اندھہ علیہم

یہ کیا کہہ دیا۔ میا الغیر شاعری کا صن ہی لیکن معاملہ

جب اللہ اور رسول کا ہر تو عقائد صحیحہ کا لحاظ ضرور کر کھا جاؤ

”نوش کی روشن“ اللہ جل جلالہ ہے نہ کو رسول اللہ م۔ یہ

رضھون ہتھیرے شاعر باندھتے آئے ہیں لیکن کسی سچی تصدید

شاعر کو تو نظریہ جامد کر رہا تھیں اور نہیں کرنی چاہئے۔ اچھا ہو جا

کہ اس طرح کی خاص دعا اللہ آرائیں بریلوی مکتب خوار کے

لئے پھیڑ دی جائیں۔

واہ نئے اشت وادے سے صدائیں صلی اللہ علیہ وسلم

”واد“ کی آنحضرت دیگئی بلکہ نسل پیوگی۔ جھرت ہے

حفیظ صاحب کے مذاقِ شعری نے پیش نہیں کیے گو ادا کر لیا۔

صلح و فاجر جنگ و جعل ہر خواہ دو کوئی بزم عمل
اپ نے کی ہے سب کی صدارت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ہی شریب اتنے متعدد الفاظ کا غلط استعمال کم ہی
ہے گا۔ صلح کے ساتھ ”نا“ خص بک بندی پرے ”بزم عمل“
بھی بر جمل استعمال نہیں ہوا۔ ”صارت“ کا بھی موقع نہیں ہوا
صارت سے بہتر تو ”قیادت“ ہی رہتا۔

خار کے ہر لے پھول کی بارش وادے ائمہ شاہ فراش
”پھول کی بارش“ غلط زبان ہے۔ بارش کے لفظ میں
بر سنت دادی نے کافی تعداد آپ سے آپ شامل ہے ”پھولوں کی
بارش“ کہنا چاہئے تھا۔ پھر مفہوم ”فار“ بھی غلط ہی ہوتا۔
دونوں الفاظ بصیرت جمع ہی جزو شریعت نوٹلپ آتا۔

س ائمہ کو شرک اک جنت صلی اللہ علیہ وسلم
”مالک جنت“ کہنے کے کنہا کبہ و رحیفیظ صاحب سو بار
استغفار رضھیں زوان کے قریب مفید ہو گا۔ تعجب اخوات ہے
کوئی ملت کے پاس زوان بھی کتابیں موجود ہے اس میں
اس طرح کی فاس خیالی حص آئے۔ پہنچا بخایاد و مکھے
جنت، ووزخ، میزان، قیاد و قدر صوب کا مالک اللہ اور
صرف اللہ ہے۔ اس نے بھی کلی طرف اپنی ملکیت منتقل نہیں
کی۔ اگر رسول اللہ جنت کے مالک ہوتے تو بھلا خضر کے دن
شفاعت کی رحمت کیوں فرماتے۔ شفاعت اور دو بھی اللہ کی
اجازت مل جائے کے بعد صریح دلیل سے اس حقیقت شایری کی
کہ جنت ان کی لیکن نہیں۔ مالک اپنے حاکم علاقہ تھیں کی کو دل
کرنا چاہئے تو وہ کسی کی بارگاہ میں سفارش و شفاعت کی پریشانی
کیوں اٹھلئے گا۔ ہر دو مسلمان جو اس طرح کے غار میں نکلے ہے
مرسٹ سے قبل تو پر کرے تو تو جو کا آئینہ سلامت رہ جائے گا
ورنہ آخرت کے عذاب سے پسکار اشکل ہے۔ اندھر گرتاہ
معان کر دین لہے لیکن یہ گناہ معنا نہیں اور اسکی شان
ملکیت کی بستر گلاب جائے۔

اللہ کے نام پاک سے شعن ہے اللہ کا نام
حصود ہے خدا تو محمد ہیں مدد

کام بجزہ غیبت، وایا ت سے ثابت ہے لیکن بجزات کے سلسلہ میں "فرمان" کا لفظ بھائے خود قابل ہے۔ فرمان اللہ کا ہوتا تھا، بجزات کسی بھی بیان کے پتے فرمان کا حاصل نہیں ہوا کرتے۔

اسلام اے لوگوں! بزمِ امکان السلام
بی پیرا بیٹھی علو سے خالی نہیں۔ بزمِ امکان کا نور نو
اللہ کی ذات داجبہ الوجود ہے۔ قرآن کی بعض صورت ہے۔
اللہ نوں المخلوقات دکارا چو۔ پھر کیا عقیدت رسول میں
قرآن سے بھی معارضہ اور دکارہ جائز ہو سکتا ہے۔

تجزیہ ایش فرش بھی ہے عرش کی تدبیح بھی
وہی "عرش کی رونق" والی بات۔ خدا ان وایا ت
کھڑے والوں کو شاید بھی معاف کرے جنہوں نے اللہ کی بارگاہ
عرش پر بھی رسول اللہ کو بھانے کی سی بکروہ کی ہے۔ آخر
کوئی مستران کو بھول جائے ہیں لوگ مریت تم حیرت مہریت
شعلہ جاؤ اے میں بھی مثل گل خندان رہا

یہ حضور ایک علیہ السلام کی منقبت کا ایک حصہ ہے
خطیف صاحب شاید الحقیقی کے شعلہ جوارہ اور آتش نمرود کا
رقی بھول گئے۔ شعلہ جوارہ اس شعلہ کو کہتے ہیں جو گرد اگر و
پھرے۔ وہ ایک "خنفرسی آگ" تھے عمارت ہے جو متک
ہوتی ہے اور وائرہ یا گھیرنا تلقا ہے۔ حضرت ابراہیم جس
آگ ہیں ڈالتے ہے تو الاؤ اور بھی کے ماننے کھو۔
"شعلہ جوارہ" میں یہ اختیار قادرہ بھائی قابل ہے۔ قلعہ
نکرف کے طور پر اس تعلماں ہیں ہذنا، جہنم، بھیتی، تغیر، الاؤ
و بغیرہ کی طرح اس میں ظرفیت مقصود نہیں۔

محترم مصطفیٰ اکی سمجھی اور ناکام ہو جاتی
خداحافظہ نہ ہے تو ستم خلائے ہباں جاتے
یہ غالباً مشانوں اور نور کی رستہ ہے جس کی طبع
تو خدا ہوتی ہے مگر اندر کبھی ہوتا ہے۔ بھائی وایا ت
جو ہی کو خدا غائب نہ ہیتے تو صنم خلائے کہاں جاتے۔
ضم غاؤں کو کہیں جائے کی ضرورت ہیں کیا کسی اتفاقی تو
اینے قیام ستعلیٰ کے لئے ساری بڑی رہنمائی ملتی۔ اگر

غیر حق مان منطقی ہاتھ۔

اٹھ کے جوتنا تو نے نامِ حدیث میں آئے ہیں انہیں تو
"حمد" ہے نہیں۔ جب دلے لکھ سے تھے۔ لیکن یہ طرزِ تحریکی اپنی
جگہ خداوے سے خالی نہیں کر دیا کے نام پاک کو مدد اور حضور
کے نام کو اس کا لشتن بنایا جائے۔ اس سے جزیت کا انتہا
پیدا ہوتا ہے۔ دی جزیت جس کی ایک شکل نصر اور بیرونی
بلوور "ابن اللہ" پائی جاتی ہے۔ غیر محسوس ہیں بلاشبہ
سود ہے اور حضور قریب ہیں نہیں مگر اس مددی بکسانیت
اور حالت کو اپنی توحید کا راستہ نہیں بنانا چاہیئے۔ نامِ محمدؐ
کسی خداویں نام کا لشتن نہیں بلکہ لعنت عربی کا ایک مدد
کا لشتن ہے۔ باس سے آئے ہیں ٹریوں پر جا ہے درست
"احمد" بے میم" والا مشرک نہ حیکے چل نکلے گا، العیاذ باللہ
یہ اک عالمی بے معنوں کو مرتبہ ہی بایتہ کا
لچھا اتنا چادر، ہستی کو اس کو کر دیا تو نے
پہلے مصروف ہیں" یہ اٹھ سے اس کے بغیری مضر
درست ہوتا ہے معمونہ، غایبی ہے کہ جایت اور جارہہ ہے کیا کی
آسانی سے کوئی منصب نہیں۔ مسلمان ہیں کر زندگی کو ادا
تو بہت ہی سخت ہے۔ شاعر اینا افلاج، مفسر سیم جو طور پر بیان
نہیں کر سکے۔

وہ تحریک پاک، اسلامی کوشش کا تھا فشنیں کو
ٹیکا۔ یہ جہد کا پر سیر اعلیٰ نام و دیا تو نہ
دوسرے محفوظ صاحب سے کیجئے کاشتھاں سی نیت
یا ان کا افلاؤں نہیں کاشتھاں میاں ہے۔

زیارتیں نہ، ہر ہفت کو بیٹھ مھبہ ریا
علم و دراں کو بھی عزیز کا۔ ہر چاں کر کی تو نے
و علیم جاں بیہاں گھمل ہے "غم جاتاں" کا محل
نہیں۔

شیخ ہوا قہاب لوث، ایکا قلک پر آنکاب
و بکھرے اعجاز نسر مان تکمیر مصطفیٰ
آئی۔ ہر دن، ہر روز کی رادیت مجھ نہیں ہے۔ شق انقر

کسی نہ کسی طبقے میں قبولیت حاصل کرے گا۔

قرآن نظرِ علم

مصنف اے مولانا امام علی صاحب فاسدی
بابجوری ○ ناشہ سدر سیرہ انہیں دعویٰ
اللہ استھنا نا بھائی حقیقی۔ رائے پر تکھی۔ صد
حکیم پر تکھیری ○ صفحات ۲۳۴۔ تیسرا
پیاس پیسے۔

اس کتاب یہ ہے ذہنی محتفہ نوجوانوں کے لئے کوئی راجہ
یہ دکھنیا ہے کہ بریلوی مکتبہ خون کے امام مولانا امام علی صاحب
اور مولوی نجم الدین صاحب نے قرآن سے ترجیح تفسیریں
کیے ہیں جو کل کھانستے ہیں۔

ہمیں کبھی کبھی قرآن کیتے مہر لہ رہ کر ادا کر کیا تھا انہیں
کا دعویٰ ہے۔ زید الائکوں اگر وہ اذابی کسی دوسری شخص، علیکم یہی ہو گئے
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے بزرگوں کو جو حوصلے
اوہ انھیں عالم الغیب، وہ مسیحیان اور زردار ہے۔ وہ تو پہنچی کہ وہ
امتحان ہے جسے مانو یا ہی کہہ سکتے ہیں۔ انھریوں کے یہاں ایسا ہے
کہ عقولی این اشے عروان سے جو وہ کہ ہوئی میلان کے باشے
ایسی پیغمبر تھا کہ اسی تھوڑے اساقی مجھ پر اور کوئی پا سر ہوں۔ چند وقت
سمیٹے۔ پھر تھا اسیں کامیابی کی اُستاد تھا کہ اس کو اللہ کے بارے میں وہ کہا
کہ تو ویک دار اور بیشنس سے خارج تھے۔ ملک اور نواب یا بارے میں
کیجے صہب کریں جو کہ تھا جو ملک اور نواب تھا۔ پھر تھا اس کو اس احادیث
صحیح کہیں ایکھیں وہ سنی و کہا تھا اسی۔

اُن کے بعد مولانا جانے، دینداری کے عہدہ
سامان ہوا اور یہ ہے کہ ہاں دو کم و مدد مکتبہ تھے
یافتے۔ ہم اچھے نامے خانہ تدویں کی منتاد ایک تھیں اور پھر ملکوں
کے افراد، وفاکوہ، وکیل اور ایک دکانی تھیں۔

بر جانہ اسی کا تھا ہے کہ ”خدا خانہ“ میں پانچ دن پھر یا
سیکنڈ آئور کوئی نیشنل کے ہبہ اور شہزادیاں ایک تھے کہ بریلوی سے کامیٹ

تھے اُنیں میں نظری اور کشی پیدا ہو سکی تھی تو یوں کہنے سے ہو سکتی
تھی کہ ”اگر مدارے عالم ہیں“ خدا خانہ ”من جلتے
تو پھر صشم خانے کہاں جاتے“ یا ایسا ہی بتا جاؤ
ٹکلیل پر اپنی کا مشهور مصروف ہے ٹھر

اگر دنیا چھن ہوتی تو دیر ائے کہاں جاتے

تر پر چھان کا مقادر ہے کس تسلیمیار
حقدیط جن کو دیئے ہیں نیند آنے سے
شام کی مراد فاٹا یا ہے کہ جو لوگ دریئے میں دفن
ہوتے وہ ٹرے خوش نصیب ہیں۔ لیکن ”نیند آنے سے“ بیان دم
کا شہر پیدا کر رہا ہے جو اپنے غلطات کی طرف بیان جاتا ہے
الغاظ پر کھا اور ہر ہر تربات بنتی۔

ہر ہر تحریر کے ملے اپنے دنیا رہو یہ دنیا سے گور کے لئے تیار ہو
جوات کے لئے کہ ”سحر“ سے تجیر کتا دوست نہیں، حادثے
میں اسے ”شام دندگی“ یو لمحہ ہیں۔
حتم کتاب پر دعہ شوار کے تعلماں تاریخ دینے گئے ہیں
جن کا عنوان ہے۔

قطعات تاریخ و نظریاء

لفظ ”نظریاء“ قرطبی کے مصریہ میں بھی استعمال
ہوا ہے۔ ہمارے خالیہ پڑی طبع ”درست ہنر اموری میں“ ”نظریاء“
عوامی ازھرنے اور پھر جانشی کے لئے ہم ہیں اور یا اسے۔ اور ہمیں
اس کا استعمال ہی نہیں کوئی بیسیں نہیں تو تاہمے کہ فلاں کتاب
تلائے اور اس کا مطبع ہے۔ یا فلاں، شخص فلاں کتاب کا مطبع
ہے۔ مطبعہ، طابع، طباعت یا یہی الفاظ اور لفظ اور سافس
ہیں۔ ہاں انفعاں اس مصیری میں اور دو کی حد تک شاذ ہے۔

آرڈر خار کے لعنت حفیظ
پرشاد محمد قاسم رضوی قطبی کا مصیر ہے۔ بحلا خار کے
کیا ہیستے؟

تھی صور کا حامل یہ ہے کہ حفیظ بنا رسی اگرچہ بے شاعر
نہیں میں لکھن ایکی ایکھی صفت اول کے شعر اور کلام اور پڑھ کر
اس سے پھر سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی رہے ان کا یہ حبس و

ہابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ صاحب زر قلم علامتے دیوبند کی عبارات پر جو بھی اعتراف کئے ہیں سب خاصہ باطن ہیں۔

کتاب کو ہم نے شروع سے آخوند ٹپ معاشر و مکتبی فرمی کو فت برداشت کرتے ہیں کہ کو فت کا آغاز کن کتاب کا آغاز کی ہی دیکھ کر ہو گی تھا۔ عبدالحیی صاحب دارالعلوم کے ایک فوجان فارغ التحصیل ہیں دارالافتخار میں ترقی کی کوئی لذتی کی مشق کرتے ہیں، یعنی بقول غالب۔

لئے ہیں محدث علم ولیم سبزی ہنوز
سینی ہی کہ رفت "گیا" اور یاد "تھا"

ان کے "ادھ مولانا اور مفتی دلوں ہی القاب

جو مدنی اقتدار ایسا ہی ہے جیسے سرکس میں اس کی تائیدیں رکھ کر کسی پست قائم حکومت کے طبق اتفاق ہوتا ہے، دیوبند کے اساتذہ سوچیا یہ کیا مانتا ہے اور اتفاق انفاظ اپنی پیشہ کرنا چو شو شو ذوق کے کس قبیل سے نعلق رکھتا ہے۔

بیرون مدار و مدد ان ایسی خفیت حکمتوں پر بہت گفتہ ہے۔ فرمایہ کہ فتیہ دیوبند کو ہوئی رہنمائی مصنفوں طرزِ فکر اور طرزِ تحریر دنوں ہی اعتماد سے پچھے ہیں۔ نزدِ نظرِ کھلی انہیں ہے۔ وہ ابھی دوچھا، سال اور سیش تحریر میں نکھر رہتے تھے اس میدان میں اترنا پچھڑیں دیتا۔ بحالتِ موجودہ کوئی بھی سلیمانی طبع اور ذی فہم تاریخی ان کی کتابی سے سوال کے پرانیہ خیالی و تحریکی کوچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ بلکہ جن اشکار کا ذوق رکھتے داسے قرشا پر شاید س پاٹی درقی سے زیاد پر جو ہی نہ سکیں

ہم اس کتاب پر تفصیلی تبصرہ پیغمبر و رحیم سمجھتے ہیں، البتہ چند نکات پر اس خوف سے لفٹنکو کریں گے کہ ہمارے اس بھال کے کچھ شواہد تو گوں کے سامنے آئیں جسے ہم متعدد بار تخلی کے صفات میں لکھا ہو کر چھے ہیں یعنی معتقدات کا انکو صرف بڑیوں نک تحد و نہیں لکھ کر ہمارے حلقة دیوبند میں بھی یہ کسی حد تک موجود اور جو پڑ رہے۔

"انکشاف" کے آغاز میں حلقة دیوبند کے قین نہائیں کی

قرآن و حدیث کے مباحثہ کیسا سلوک ہے۔ بریلویوں میں مقبول ایک کتاب "میلاد گرہ" بھی ہے اس کے کچھ اشارہ زیر تبصرہ کتاب کے نواسطے ہمارے ناظرین بھی کو شاذ کر لیں۔

میم سے تو نے چھپایا راز کو اپنے قسم اے احمد احمد کی صورت میں تھاں تو ہی تو تھا لوگ کہتے ہیں کہ رشتے پر تھی تیرتھی ان کے نقاب شکلا، احمر میں مگر دیکھا عجیاب تو ہی تو تھا

ادب سے زیاد اتفاق کرو گیا میں
جیپ خدا کو خشد اکھتے کھتے

ہمارا تعلق کو سرکار تشریف لاؤ دو عالم کے سرکار تشریف لاؤ
زمیں کو بھی عزت پوچھ لیں کی ڈکھا جاؤ بندوں کی موت کی ای
ان شعروں کا کھنے والا اور انھیں پسند کئے والا
اگر مسلمان ہو سکتا ہے تو دنیا کو اسے کرو جہاں اپنے مسلمان
ہونے سے نکار کرتے ہیں، عزرک اور اتنا نہیں کا، حماقت اور اتنی
فسق ابد علی اور ایسی نہیں۔

انکشاف

تصنیف: - مولانا عبدالحکیم صاحب فاضل
دیوبند ○ ادارہ حنفیہ دیوبند، بیانی، صفا
۲۴۳۔ لکھاں چھپائی ممولہ، تیمت چھروپے

بریلوی مکتب تحریر کے ایک مناظر و نکلم ارشاد الغاری کی کتاب "ذرا فریضہ" میں تبصرہ کیا تھا۔ یہ تبصرہ چند تحریکی مجموعی کتاب کے حق میں ہاما تھا اسکو بریلوی جملے ۲۱ سے بڑی تحریر دیا اور از لکھ کے جدید ایڈیشن میں بھی یہ کتاب شامل کر دیا۔
یہ کتاب "انکشاف" کے آغاز میں حلقة دیوبند کے قین نہائیں کی

صفری کو کشف کو فی بھی کہتے ہیں، یعنی سالکل پی
تلجی توجہ سے زمین و آسمان، لامگہ، اروارچ
اپنے تبور و عرش، بکری، بوج مغزط۔ العرض
دو لوں جہاں کا حال صلم کر لے۔ اس کے شفیں
ملکی بھی ہر جانی ہے (الکشاف ص ۲۷۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ فقط بریلوں بھی کرنے کے
خیں و بوندیوں کے نزدیک سالک کی تلبی کو جہ کی
زد اور جیسا عمل سے عرش بکری اور بوج محفوظ بھی باہر نہیں
ہیں۔ وہ دونوں جہاں کا حال صرف معلوم ہی تھیں کہ تو
شاہد بھی کرتا ہے۔

اہم اسائزہ دیوبند سے دریافت کرتے ہیں کہ قرآن
مشتہت ہیں اس کی بہبیانی ہے؟ کوئی آیت یا حدیث
ایسی ہیں ذرا بیچ سے اس دعوے اور رائے کی تصدیق ہوئی
آپ غلام صوفی اور غلام شیخ اور غلام عالم کا قول اٹھا کر
لائیں گے تو اس سے کو خدا کو کہ خوب ہو گا۔ حقاند کے ۲۷
نص قطبی چاہئے اور ایسے نامض ترین عقائد کے تو اور
بھی واضح اور قطعی ثبوت کی ضرورت ہے۔ جنم نہیں مانتے کہ
کوئی قطب یا اپال یا سالک عرش و کرسی اور بوج محفوظ
کے معیقات کا بھی مشاہدہ اپنے قلب کی وجہ سے کر سکتے ہیں
کشف اپنی جگہ ایک حقیقت سہی لیکن اس کی بہ وسعت ہمگیری
خیالیں بلیں ہے۔

دوسری اقتباس یہ ہے:-

”کشف کبریٰ۔ اس کو کشف اپنی بھی کہتے ہیں فی
فاتح مسجدانہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جاتا!
اوہ جبلہ جوابات اور عقباً مات اکا اللہ یا ما انہ تو
بصیرت سے خلکوں عن حق، حق کو عن خلق کیکنا
سالک کا مقصود و مطلع بھی کشف ہے اور پہلا
مقدمہ ضرور ہے لیکن سالک کو شغول نہ ہونا پڑے
(الکشاف ص ۲۷۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سالک اسی اینٹ اور
پتھر کی دنیا میں کشف کے زور سے ثابت خداوندی کا مشاہدہ

تفصیلیں موجود ہیں (۱) حضرم مولانا حسام الدانصاری غازی
و (۲) فخر مفتی احمد علی سعید (۳) حضرم مفتی طفیر الدین صاحب
ان غیتوں حضرات نے کتاب کو سرمایہ ہے اور اسے
جیں کے بال مقابل علم سے تغیر کیا ہے۔ اب ہم جو کچھ عرض کریں
گے اس کا روئے ہمن ان اساتذہ ہی کی طرف ہو گا نہ لکھنے پر
مصنف کی طرف، خوب مصنف تا ابھی ”کاظمی دیکھنے کی“
کے گہرے اسے میں بروڈ شلیکار ہے ہمیں اور ان کا علمی سرمایہ پرچلت و
پُر نکل پا۔ کل ابتدا میں ہیں ہیں ہے۔

کشف دکرامت مغض افساد نہیں ہیں بلکہ ان کی ایک
حقیقت ہے۔ یہ بات دیوبندیوں اور بریلوں کے مابین
ترانی نہیں تخفیغ علیہ ہے۔ اس کے باوجود اکٹھاف کے مخف
نے بیسوں صفات اسی تخفیغ علیہ بات کے اثبات میں صدر
کو ڈالے ہیں۔ اہل فہم اندازہ فرمائیں کہ اسی تخفیغ ماحصل
خوش نہیں تارکین کے لئے کس قدر کو دفت کا باعث ہوگی۔
مصنف نے ایک کتابیٹ اصطلاحات صوفیہ ”لاؤکر“ اور
پارکیا ہے اور اس کے اقتباسات بھی دیئے ہیں لیکن بہت انہیں
چلنا کریں کہس بزرگ کی تفصیف۔ صلکتے ہیں انھوں نے
حاشیہ کا تمہروں بخرا یہ اس کی وضاحت کر لی جا ہی بھی مسک
حاشیہ میں نہیں کہ بھی بھی خوب نہیں خص بیاض بیاض ہے
اس طرح یہ راز رازیہ کیا کہ اس کتاب کے مصنف کون ہے
جب مصنف ہی کا علم نہیں تو اس کا پایہ استاد جدیا کچھ بھی
بیوں سکتا ہے نہا ہر ہے۔

خبر۔ یہ کتاب مصنف کے نزدیک بہیاری اہمیت کی
حاصل ہے اور اس کے مندرجات انھوں نے بڑی تعریف
اور رائق کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ کشف کی تعریف تخفیفت
کی وضاحت انھوں نے اس کتاب (اصطلاحات صوفیہ) کے
چچ زیل اقتباسات سے کی۔ ان میں سبھر ایک پر جسیں
کشف کرنے کی ہے۔ پہلا اقتباس یہ ہے۔

”بُو شیدہ ماترکہ ماعینہ کرنا کشف ہے۔ اس کی
روقہ ہے۔ کشف، صفری، کشف کوئی کشف

اور معاشرہ بھی نہ صرف کر سکتا ہے بلکہ یہی اس کا مقصدِ عملی ہوتا ہے۔

حالانکہ مسلم شرمند ہیں تو ہمی را وہ لسکے تو سلطے سے مم
اللہ کے رسول کا پیارا شد اپنے سرکار اکٹھوں سے پڑھتے ہیں کہ
واعظیناً منکر لون ترویج مکح حقیقتو فتویٰ اور اس کے علاوہ
حدیث احسان ہیں بھی صراحت ہے کہ خدا نے تعالیٰ کو اس نیا
میداہ گز نہیں دیکھا جاسکتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بخطابیک
اصحول کے ارشاد فرماتے ہیں۔ لَمْ يَجِدْ فِي الْأَدْبِ تِبَاعًا
بِلْفُنْدَاعَ قَلْمَدْ قَيْدَرْسَ مَلْكَ سَادَ مِنْهُ إِلَّا قَاتِلَ
عَلَيْهِ لَمَّا كَانَ مُلْكُهُ مُنْجَلِّيَنْ وَمِنْهُ مُنْجَلِّيَنْ
الشیخ فیصلہ سنادیا اعنی شرافی پھر تخلی فات کی ایک جملہ
کو سمجھا وہ رواشتہ کر سکے اور ہوش و حواس نہ جا ب دے ریا
تو یہ راو طریقت و تصوف کے سالک اخراج کو تھی مٹی سے بنتے ہیں اور
کس ملکوں سے نہیں رکھتے ہیں کہ دوست کو تھی وہ کوئی منصب نہیں ہے جس سے
معاشرہ بھی فرمائیتے ہیں۔

پھر یہ سلسلہ کو صین حقیقی اور حقیقی کو علیم خلقت دیکھنا کہا جائے غبار
نامی ہے۔ کہا آنے والہ حدیث سے سمجھی اس کی دلیل حقیقی ہے کہ کیا
التباسی باطنیں یا باطنیں یا وحدۃ الوجود کی بجهوں بھیلیاں ہیں بعقلنا
او رجھنا کا بھی دین و شریعت کی کوئی مفید خدمت ہے جو بندے
اور آقلیے کلکے درمیان سے جماعت اٹھ جائیں اسے شاعری
تو کہہ سکتے ہیں حقائق کی نوجہانی نہیں کہہ سکتے۔ انکشاف کے
محض تو اسی بچے ہیں۔ "علماء بالغین" ارشاد فرمائیں کہ
یہ کیا واقعی حلقة فیروزی کی ترجیحی ہے یا اس روایتی تصوف
کی علی کاری کہے جس کا دار دلائل شریعت سے زیادہ تنبیلات
پڑے ہے۔

"کرامات الاول دیوار" سے مزید ارشاد تعلق ہوا۔

"زندہ اور مردہ دنیا کے لئے کرامت کا ثبوت دست
ہے اس لئے کرو لی انجیاد لا بیت سے معزول ہیں وہی
لئے غوب کیجئے وہم منہ دلائل شریعت سے زیادہ اس فات دلالات کو

دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے جو غروف فیہے گئے ہوں لئے اس لئے اس فات دلالات کو

جیسا کہ بھی موت کے بعد بھی بھی ہی رہتے ہیں" ۹
وہ آج تک یہ نہیں بھوکے کر بیوت کی طرح دلایت کو
ایک عہدہ اور منصب کس دلیل سے بنایا گیا ہے۔ بہرہ ایک
منصب ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کمیت کے کو عطا کرتا ہے اسی
لئے کوئی شخص اپنی کامیابی و چدھر سے بھی نہیں بن سکتا اس کے علاوہ
دلایت کا منصب ہر نماز آن وحدیت کے لئے نہیں چاہیج کوئی
بھی اللہ کا ایک لغفرنگی اور طاعت کی راہ اختیار کر کرہے ولی "بن
سکتا ہے۔ ولی کا مطلب ہے وہ شخص جو ہمیں میسر ہوادہ
شریعت پر زوق و شوق سے بدل کرتا ہے۔ خود نماز میں اور اداۃ
کو تعریف یہ بیان ہوتی ہے۔ اکٹھیں ۲۷ ہفتواں کا گھوڑا متفقون ۱۰
دیوں، وہ کچھ ہیں مایی، دوست، مدد و گار کر، تراویح جان
اویلیاء اللہ آیا ہے وہیں اولیاء الشیطیں بھی آیا ہے۔ اُن
تفصیلات سے ظاہر ہے کہ دلایت کے مختلف راتب و درجات تو
ہو سکتے ہیں اور پہنچتے ہیں لیکن وہ کوئی وہی منصب نہیں ہے جس سے
عزیز والعب کے اغاثات دلایت کے جائیں۔ نیکی بھلائی خوش کر دی
الملائیت عزاداری اور حجت رسول، قرض، اخلاق، خوف، آخرت
وغیرہ رسوب اوصاف ہیں مذاہب ہیں، اسی طرح دلایت و صرف
ہے ذکر ہے وہ دلایت کے لئے دین زہ کھلا ہوئے ہے کہ وہ زہ دو
التعارف اختیار کر کے اللہ کا دار ہیں مٹے جو دینا یا طلبہم السلام نہیں
ہونے کے ساتھ ساتھ دل بھی ریتنے لیتے۔ کیونکہ ولی دوست کا مطلب
ہے موسیٰ کا مل ہونا۔ نیک، بہوت انتہی ہونا۔ اول مفتی، ایک اپنای
اپنے دیوار کا، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، یہ رسوب بدلتی صفات اور یاد
ہی ہوتے ہیں۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ دلایت کو بھوت بھی کی طرح ایک چہرہ
مان لیا گیا اور یہ کوئی شر دے کر دی گئی کرنی کی طرح ولایت
کے بعد حشر دل نہیں ہوتا۔ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص زندگی میں
السان تھامن کے بعد اسے انسان ہی کہیں کے جا لور میں قوہ
کسی اور ٹوٹ میں نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ برا دلی مرے نہیں بھیں
گے کہ برا دل اس کے ساتھ جسمی رہی۔ نیک آدمی مرے تو بھی کہیں میں سے

دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے جو غروف فیہے گئے ہوں لئے اس لئے اس فات دلالات کو

کا لازمی مطلب یہ کیسے ہو گیا کہ انبیاء بعد مردن ایسے اختیارات کے مالک ہوتے ہیں جن کے اثر و تفاصیل پر وہ صحوح کا تعلق ہمارے دنیا سے ہے، ایسا عقیدہ نہ قرآن نے تعلیم کیا ہے رسول نے انبیاء رحبت نکل تھے رہے ان میں وہ ملا حبیبی کار فرمائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خصیص۔ جسے تو بھی ملا حبیت وی حبیت حیات ہی سے اس کا تعلق تھا۔ مرثیے کے بعد کوئی وہ ہمیں کروہ سب سے صلاحیتیں ان میں باقی رہے جائیں، قرآن و حدیث الکی تائید نہیں کرتے۔ قیاس اس کا موثق نہیں۔ خود دست اس کی مشقانشی نہیں۔

رہے انبیاء رنجیا کہ ہم عرض کرائے ولی تو ہر شخصیت موس من کو کہتے ہیں۔ حجہ سے کہ اجڑا لاکھوں نیک بندے ہوئے ہیں۔ ان سب کے باسے میں یہ بخیان فاعل کرنا کہ الحبیب کو لعنیلاً سلطھوئے ہیں ان میں سے بعض قیامت نکل رہیں ہیں پسندے والے ہیں عجیب و غریب جیسا ہے۔ کوئی قابلِ حرم مصداقی ہی نہیں بتا اس بخیان کا۔ اگر فرض کیجئے کہ بعض انبیاء کے احجام ان کی قبروں میں خاک ہوئیں ہوئے بلکہ جوں کے توں موجود ہیں اور بریکی ذرا ضر کریجئے کہ ان کی خارج سث و وحدیں پھر سے ان کے جھوٹیں داعمل ہو گئی ہیں تو اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اس قدر کی قبری نہیں اُخیر میں کیجئے تھے سپسہ راس میں باقی الفعلت سے صلاحیتیں بھی ہوں اور یہ ہم دینی ادلوں کے کسی کام بھی آئے۔ ایسی زندگی پر قو اس زندگی کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا جو تم دنیا والوں کی حروف ہے۔ تو کہنا کہ بعض انبیاء رجیث یوم انہی قیامت نکلے اس کی سبب نہیں پڑی، باقی رہتے ہیں دور از کار و سبے بنیاد شاعر قدی خواہ اس کی سبب امام غزالی ہی کی طرف ہو۔

روحکار انتیا اس میں بزرگی کی روایت کے حلقے سے کہا گیا ہے کہ وہ سمجھ انبیاء روحش کے دریاں یہ جوان حبیم اللہ سے خدا حاصل کرتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کہاں تو اس طرح کی روایات جدت ہیں جوں علم روایت کے اصول و قبیع اడکر ہماب کے یہاں بفضلہ تعالیٰ لون مرتب شکل میں موجود ہیں۔ ان میں قریباً کوئی مٹا بدلہ بھی ان نہیں ہوا کہ معاملات خوبی میں کوئی غیر جو ایسی خجالطا ہزار سے تو اسے ولیل را مہنا بنا لیا جائے۔ پھر ملٹے اس روایت کو ان بھی میں

جد نہیں کریں گے۔ عزل و نصب کا اس معاملہ ہمیں کہا ذکر۔ یوں کوئی کھنڈا ہے کہ نیک اُوچی مرثیے کے بعد بھی شکی سے معزول ہیں ہووا۔ اس طرح کا انداز پیان صرف مناصب کے بارے میں انتیا کیا جا سکتا ہے اور دلایت کوئی منصب نہیں ہے۔ یہ ایک فساد انگیز اور غیر شرعی طرز مذکور ہے کہ وہ یہ مربوط بھی اپنی دلایت سے معزول نہیں ہوتا۔

امام غزالی کی ایک کتاب سے اپنی قبور کی احوالیں سے

یہ کچھ توعیح کا حال یہ نقل کیا گیا۔

”ہر قسم انس کے اندر انہیں، انبیاء ہیں اور ان کے اندرون بہت سے اختیارات رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض زین میں قیامت نکل رہتے ہیں“
دیکشاف صفت)

چنان سطور بعد:-

”ان میں سے انبیاء بھی ہیں جو یوں یوم الدین تک باقی رہتے ہیں جیسا کہ رجیث روایت میں ہے کہ وہ عرش کے زیر سایہ جوان قوتِ الہی سے غماطل کرتے ہیں۔“ (در)

موت اور دفن کے بعد کی انبیاء کا ادبیہ متعارف اختیارات الگ ہیں یہ دعویٰ اور عقیدہ صوفیا و شاذیہ میں خواہ اکتنا ہی عام ہو لیکن کیا قرآن و شفت سے کبھی است ثابت کب میساکتا ہے؟

موت جموں پر طاری ہوتی ہے روحوں پر نہیں۔ جوں خواہ موت کی ہوں یا کافر کی بھی حرم سے جدا ہو کر ان تھنکا توں پر ہر سوچ جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے لئے مفرک رکھا ہے۔ مسئلہ اختلاف ہمیں مدد ادا نہیں، دادیں انبیاء، دادیں انبیاء کے لئے قیامت نکل اتی، رہنے کا جو دعویٰ اور کوہ طھور میں کیا کیا ہے اس کا تعلق خان روایت سے تو ہو گھیں سکتا جسام ہی سے ہو رکنا ہے اور احادیث میں صرف انبیاء علیهم السلام کے باسے ہیں تو ایسا ہے کہ ان کے جسموں کوئی شہر مکھائی ایکن اور کوئی کسکے باسے میں ایسا نہیں بنا سکی کا جسم کوڑ کھانا اگرچہ ایک خصوصیت ہے میکن اسی خصوصیت

مزید ہیں کچھ نہیں وضی کرنا۔ باعثِ مصنف کی ایک سعادت مند اور سارہ لوچی کا فخر ساتھ کرہ بھی کر دیں۔ کتاب کے خاتمہ پر اخوص تھے علمائے دین پورنگ کے کارنامے بھی جزوی کے ہیں اور ان میں ایک کارنامہ یہ بھی شامل کر رہا ہے کہ علمائے دین پرستے قادر ایقانی، شیعی، درمان اخوائی، غیر مقدادین اور جماعتی کے خلاف علمی مقاومت پلٹ رکھیا۔

گویا ہم کے مکن عزیز کو آج تک یہ بھی خبر نہیں جان لاعل اسلامی کے خلاف ملتفہ دینوں سے جس طرح کی خبریں شائع ہوتی ہیں انھیں تھے اس ملتفہ کی تیک نامی کو راغب اور علم و تفہفہ کو اپنامان صاحب رسول احمد کیا ہے تاکہ نیک نام اور جاعت اسلامی کے خلاف بعض علمائے دین پورنگ کی معاندانہ یکدی قاتلانہ و روش کو کارنامہ اور دینی الفرقا ایسا ہیجاء ہے جیسے نادر جنگیز اور ہشتو اسلامی کی سفارکیوں پر راجحین کے گونگھاتہ برسانا عزیزِ مصنف تحقیق گر کے دیکھیں علمائے دین پورنگ کی روشن جماعت اسلامی کے مسلسلہ میں تضمیک دیجائے جو بلوپویں کی علمائے دین پورنگ کے مسلسلہ میں ہے۔

بہرحال مناسب ہوتا اگر کوئی سچیہ اور زندگی اور رگ اس کتاب کی تضمیفیں عزیزِ مصنف کی تکلیف اور بھتائی کرتے۔ بصورت موجودہ یہ کتاب و تفعیل ہیں بھتیجا سکتا۔

اچھی کہتا ہیں

- ۱/- حقیقتِ بیان۔ مولانا تھا تویی۔
- ۲/- خدا کا وجود۔ مولانا ادریسی کا مطہری
- ۳/- خدا کی صفات۔ " " " " "
- ۴/- حکایاتِ طبیف فارسی مع فرنگ۔ " " " " "
- ۵/- اچھا قاعدہ۔ مولوی مقبول سیبورہ اردی
- ۶/- التدویان کی کہانی۔ " " " " "

مکتبہِ تحریک دیوبنی (دوہ بی)

تو اس سے زیرِ بحث دینا ویز زندگی کا کیا تعلق ہوا۔ عرش ہماری دینپاک کا کوئی حصہ تو نہیں وہ دینا اور اس ایک مقام ہے۔ اول یا اعلیٰ حاصل کر جس کو حکم دیتے اگر اس کے زیر سایہ غدار حاصل کر رہی ہیں تو اس کا بطلہ کہاں نہیں ملے گا ایک یہ اول یا اعلیٰ حاصل کی موجو ہے۔ شہزادار کے ہمارے میں تھوڑا اللہ تعالیٰ لے تو ماں یا اک اعیض مردہ مرت کہو۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے اس رزق پاتے ہیں مگر شریعت میں یہ رذہ بگی دینا ویز زندگی نہیں اتنی بھی پڑھا پہنچا شہزادار کا ترکی بھی تھا۔ ان کی بیواؤں سے تکالیف بھی کئے گئے اور قائم بھی زندہ احکام جاری ہوئے جو مردوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دینا سے بالا رکھی جہاں و سکان میں اگر کچھ مہربیاں کی بھی مشکل میں رُوق اور فنا پا رہی ہوں تو انھیں دینا ویز زندگی سے مستصف نہیں کہا جا سکتا اور ان پر دینا ویز بقا کا حکم نہیں دکایا جا سکتا۔

بریلی یونیورسٹی مکتبہ فکر علوم ایچی عقیقیہ رکھتا ہے کہ اول یا اس مرتبہ پیاسیں پر وہ فرمائتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ میران کا خاتمہ زاد عقیدہ نہیں بلکہ اس تصریف کا اور وہ یہ جس پر مصنف اکٹھا شد کے دعوے کے مطابق ملتفہ دینوں پر جنگ اور اسلامی کھنڈ ہے۔ ہمکے زریبک تو عقیدہ فی الحصیقت شرک کا تحریکر ہم ہے۔ قطعاً طبع اور بے بنیاد، قرآن اس سے اپاکرتا ہے اور احادیث مسیح مس کی سرزمیاں یہ نہیں کرتیں ملہ بالطن اور ملہ طریقیت کی حیثیں وظیفم کا پر مطلب تو نہیں کہ صوفیا کے سلف کے ہر خیال و رہنمائی پر سرکیم حکم کر دیا جائے اکٹھا شد کے فوج ایمان مصنف کو تو مدد مقرر دینا یہ کیا کہے ان کے پہنچنے زدن پر غور ای اور سکلی حصے نام اسلام میں کرچا کئے ہیں تیکن ان نام ان اساتذہ پر ہے جنہوں نے اکٹھا شد کی تحسین فرمائی ہے۔ کیا وہ کہی مرجویت کے اسی یوسیدہ تحفہ پر تتمکن ہیں جہاں محضِ صد نام کا بوس بکر دل و دلچسپی پر موارد ہو سکتے ہیں۔

Regd. S H N 83|74 Tajalli monthly

DEOBAND U.P. INDIA
